بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسمٰعیلیہ

بوہریوں اور آغاخانیوں کا تعارف
(تاریخ کی روشنی میں)

معہ تقریظ
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

مؤلفہ: سید تنظیم حسین

ناشر
ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر
مؤسس و مدیر

الرحیم اکیڈمی
اے ۱/۷، ناظم پوسٹ آفس، لیاقت آباد
کراچی ۷۵۹۰۰

قیمت ۵۰/ روپے

فہرست عنوانات

باسمہ تعالےٰ

اعتراف

میں گرامی قدر قاری سید رشید الحسن صاحب ندوی الحسینی خطیب و پیش امام جامع مسجد نیو ٹاؤن کا ممنون ہوں جنہوں نے ابتدائی مرحلہ میں میری رہنمائی اس انداز سے فرمائی کہ پھر سنگ میل کی حاجت نہ رہی۔

میں ان حضرات کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے میرے لئے کمیاب کتابیں مہیا کیں جن سے استفادہ کے بغیر یہ کاوش ادھوری رہ جاتی۔

اللہ پاک اس کوشش کو قبول فرمائے۔

سید تنظیم حسین

کراچی

۲۲ر فروری ۱۹۸۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقاصد اشاعت

ہمارے سلف صالحین کا یہ دستور رہا ہے کہ جب بھی ضرورت ہوئی تو انہوں نے باطل عقائد سے (خواہ اندرونی ہوں خواہ بیرونی) روشناس کرانا اور ان کے داعیوں کے ان طریقوں سے آگاہ کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھا جن کے ذریعہ بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر سیدھے سادے مسلمانوں کو دین حق سے برگشتہ کر کے اپنا ہم خیال بنانے میں مدد ملتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب امامیہ (اسماعیلیہ) نے علم و حکمت کا لبادہ اوڑھ کر عوام کو گمراہ کرنا شروع کیا تو حضرت امام غزالیؒ نے ان کے دجل و فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے قلم اٹھایا اور ۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء میں مصر میں اسماعیلی دعوت دو بڑے حصوں میں بٹ گئی۔ "مستعلویہ" کا مرکز یمن میں اور "نزاریہ" کا مرکز ایران (الموت) میں قائم ہوا۔

امامیہ کی دوسری شاخ اثنا عشریہ کو طویل انتظار کے بعد ایران میں اقتدار ملا اور ۹۰۷ھ ۱۵۰۲ء میں صفوی حکومت قائم ہوئی۔ صفوی حکومت نے مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کو تخت کے دوبارہ حصول کے لئے بارہ ہزار فوج دے کر ہندوستان میں شیعی (اثنا عشری) امراء، علماء اور شعراء کے ذریعہ شیعیت کے فروغ کے لئے راستہ کھول دیا۔ اس صورت حال کا احساس حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کو ہوا اور انہوں نے ایک مختصر رسالہ "رد الشیعہ" ؎(1) کے عنوان سے تحریر فرمایا۔ اسی طرح آگے چل کر اورنگ زیبؒ کے بعد شیعی امراء و علماء نے شیعیت اور رفض کی ترویج میں زیادہ دلچسپی لینی شروع کی اور وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوتے نظر آئے تو

؎(1) یہ رسالہ مختلف ناموں سے معروف ہے مثلاً "رد روافض" "تائید مذہب اہل السنت"۔ یہ رسالہ الرحیم اکیڈمی سے شائع ہو گیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ایک رسالہ "ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء" سپرد قلم فرمایا لیکن شیعیت اور رفض کے اثرات یہاں تک بڑھے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ جیسی جلیل القدر شخصیت کو ایک قاتلانہ حملہ کے ذریعہ شہید کرادیا گیا۔ ان کیفیات میں حضرت شاہ ولی اللہ کے خلف الرشید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء میں "تحفہ اثنا عشریہ" کے نام سے ایک معرکتہ الآراء کتاب تصنیف فرمائی جو اثنا عشریوں کے باطل عقائد سے متعلق حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ گزشتہ دو صدیوں میں شیعیت اور رفض سے متعلق بے شمار کتابیں لکھی گئیں مثلاً "نصیحت الشیعہ" "ہدایت الشیعہ" "ہدیۃ الشیعہ" "آیات بینات" وغیرہ وغیرہ۔ ان میں موخر الذکر کتاب نواب محسن الدولہ محسن الملک میر نواز جنگ سید مہدی علی نے تصنیف فرمائی جن کی حیثیت گھر کے بھیدی کی سی ہے۔ اس وجہ سے یہ کتاب بہت مفید اور دلچسپ معلومات سے پر ہے۔ حال ہی میں گرامی قدر مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ نے "ایرانی انقلاب اور امام خمینی" اور مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں دامت فیوضہم نے "دو متضاد تصویریں" لکھ کر عظیم خدمت انجام دی ہے۔

جہاں تک لامیہ کے اسماعیلیہ فرقہ کا تعلق ہے ان کے مذکورۃ الصدر مراکز یمن اور ایران میں بھی قائم نہ رہ سکے۔ مستعلویہ (بوہری) کا مرکز سترہویں صدی میں کاٹھیاوار منتقل ہو گیا اور نزاریہ (آغا خانی) نے گزشتہ صدی کے وسط میں ایران سے نکالے جانے کے بعد ممبئی میں اپنا مرکز قائم کیا۔ مستعلویہ (بوہری) اور نزاریہ (آغا خانی) بر صغیر کی تقسیم سے قبل کاٹھیاوار، گجرات اور ممبئی کے تجارتی حلقوں تک محدود رہے۔ قیام پاکستان کے بعد ان دونوں شاخوں نے رفتہ رفتہ نمایاں حیثیت حاصل کر لی

اور ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کے باطل عقائد' تاریخ میں منفی کردار اور دیگر طور طریقوں سے عامۃ المسلمین کو روشناس کرایا جائے تاکہ وہ ان کی سرگرمیوں کی در پردہ حقیقت کو سمجھ سکیں۔ اتفاق سے اب تک اسماعیلیہ سے متعلق اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب دستیاب نہ تھی، لہٰذا الرحیم اکیڈیمی نے گرامی قدر سید تنظیم حسین صاحب مدظلہ کی تالیف «اسماعیلیہ، بوہریوں، آغاخانیوں کا تعارف، تاریخ کی روشنی میں» جس کی جامعیت، نیز سنجیدہ اور غیر جانبدارانہ انداز بیان کو مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی، محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی، مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدیر ماہنامہ «بینات» کراچی نے سراہا ہے، عامۃ المسلمین کے استفادہ کی غرض سے پیش کر رہا ہے۔

ہم مخدوم محترم جناب سید تنظیم حسین صاحب کے شکر گذار ہیں کہ موصوف نے ادارہ کو اس تحقیقی مقالہ کی طباعت واجازت عنایت فرما کر ممنون فرمایا، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اس تالیف کو ہدایت کا ذریعہ بنائے اور محترم سید تنظیم حسین صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جزاکم اللہ فاحسن الجزاء، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

ناشر

الفقیر الیہ تعالیٰ

محمد عبدالرحمٰن غفنفر

مؤسس ومدیر

الرحیم اکیڈیمی کراچی ۱۹۔ ٹیلیفون:۔ ۴۹۱۳۹۱۶۔ مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

(المجمع الاسلامی العلمی)

تقریظ

از :۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

الحمدﷲ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و خاتم النبیّین و علی الہ واصحابہ الطاھرین

نظام قدرت کی یہ عجیب نیرنگی اور حکمت و مصلحت ہے کہ یہاں ہر طرف اور ہر شے کے ساتھ اس کی ضد اور مقابل بھی پوری طرح کار فرما اور سرگرم عمل نظر آتا ہے حق و باطل' خیر و شر' نور و ظلم اور شب و روز کی طرح متضاد اشیاء کے بے شمار سلسلے کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے خالق و مالک کی عظمت و کبریائی شان تخلیق اور بے نیازی و مصلحت پر ان کی گواہی دے رہے ہیں اور نسبت تضاد سے ایک دوسرے کو متعارف و ممتاز کر رہے ہیں کہ

و بضدھا تبیّن الاشیاء

اشیاء کی طرح تقابل و تضاد کا یہ سلسلہ مذاہب و ادیان اور افکار و اقدار تک پھیلا ہوا ہے اور ان میں بھی حق و باطل اور خیر و شر کا معرکہ برپا ہے۔ خصوصاً اسلام کے بالمقابل (جو تمام انبیاء کا متفقہ مذہب رہا ہے) باطل افکار و نظریات' خفیہ و اعلانیہ تحریکات اور

تحریف و تاویل کی طاقتیں ہمیشہ سرگرم رہی ہیں اور عصر حاضر میں تو ان کی خطرناک سرگرمیاں اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئی ہیں

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی!

تاریخ اسلام کے مطالعے سے یہ افسوسناک اور شرمناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام کو خارجی حملوں سے کہیں زیادہ نقصان اس کے داخلی فتنوں، تحریف و تاویل کے نظریوں، بدعت و تشیع، شعوبیت و عجمیت اور منافقانہ تحریکوں سے پہنچا ہے جو اس سدابہار اور سایہ دار و ثمربار درخت کو گھن اور دیمک کی طرح کھوکھلا کرتی رہی ہیں اور اس کی قوت نمو اور فیض رسانی کی صلاحیت کو کمزور کرتی رہی ہیں جن میں سرفہرست باطنیت و اسماعیلیت کی خطرناک اور فتنہ پرور تحریک ہے اور جن کا سرچشمہ رفض و تشیع ہے جس نے ایک طویل عرصے سے اسلام کے بالمقابل اور متوازی ایک مستقل دین و مذہب کی شکل اختیار کرلی ہے اور جو کتاب و سنت پر مبنی اسلام سے حریفانہ طور پر متصادم و متحارب ہے اپنے چند سالہ دور اقتدار میں خمینی صاحب نے جس طرح تشیع کے تن مردہ میں روح پھونکی ہے اور اس کو جارحیت و دہشت گردی کی راہ پر ڈالا ہے اور ایک ایسی طویل و خطرناک جنگ کے شعلے بھڑکائے ہیں جس کی لپیٹ میں تقریباً سارا عالم اسلام آگیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ علمی و دینی حلقوں میں تشیع و باطنیت کے تحقیقی و تنقیدی مطالعے نے اولین اہمیت حاصل کرلی ہے اور اس طرح عالم اسلام میں اس موضوع پر متعدد مفید کتابیں سامنے آگئی ہیں جو شیعی و باطنی عقائد کو بے نقاب کرتی ہیں مگر شیعیت و باطنیت کے مفصل تاریخی جائزے کی ضرورت ہنوز برقرار ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے محب قدیم سید تنظیم حسین صاحب نے اردو انگریزی ماخذ کو سامنے رکھ کر عقیدۂ امامت اور اسماعیلیت و باطنیت سے اچھی اور معلومات افزاء بحث کی ہے اور بکھرے ہوئے مواد کو ایک مربوط سلسلہ بنا دینے کی مفید و مستحسن کوشش کی ہے، انہوں نے بڑی جامعیت کے ساتھ اسمعیلیہ کی شاخوں، ان کے عقیدوں ان کی تحریفات و تاویلات، تاریخ اسلام میں ان کے منفی و ظالمانہ کردار، تقیہ کے تحت ان کے مخفی عقائد و خیالات سے بڑے غیر جانبدارانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں بحث کی ہے جس میں علمی سنجیدگی، تاریخی متانت کے ساتھ اسلوب کی روانی و شگفتگی بھی موجود ہے۔

اس اہم موضوع پر بڑی حد تک جامع کتاب ہونے کی حیثیت سے یہ کتاب بڑی قدر و قیمت کی حامل ہے اور اردو کے دینی و تاریخی لٹریچر کے ایک خلاء کی بڑی حد تک تکمیل کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف موصوف کی اس کاوش کو قبولیت عطاء فرمائے اور مسلمانوں کو اس قدیم فتنے سے آگاہ ہونے اور خود اس فرقے کو اپنے افسوسناک موقف پر نظر ثانی اور اس کی تلافی کرنے کی توفیق بخشے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

ندوہ لکھنو — مخلص

۱۱ شوال المکرم ۱۴۰۶ھ — ابوالحسن علی ندوی

پیش لفظ

از گرامی قدر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی صاحب مدظلہ'

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسماعیلی شیعوں کے دونوں فرقے آغا خانی جو حاضر امام کے معتقد ہیں اور شریعت کے تمام احکام کو معطل سمجھتے ہیں اور اسی لئے ان کے یہاں کوئی مسجد نہیں ہوتی بلکہ اپنی تقریبات کے لئے "جماعت خانہ" میں جمع ہو جایا کرتے ہیں' اور بوہرے جو امام مستور کے قائل ہیں اور اس کے داعی برہان الدین کے معتقد' اور چونکہ سردست ان کے یہاں احکام شرح معطل نہیں' اس لئے ان کی مسجدیں بھی ہیں اور حج پر بھی چلے جاتے ہیں' ان دونوں فرقوں کی اچھی خاصی قابل لحاظ تعداد ہندو پاک دونوں جگہ موجود ہے' مالی حالت ان دونوں فرقوں کی بہت اچھی ہے اور ان میں بڑے بڑے سرمایہ دار افراد ہیں۔ جن کی دولت کا یہ کھلا کرشمہ ہے کہ آئے دن ہمارے ملک کے کثیر الاشاعت روزناموں کے اندر پرنس کریم آغا خان اور سیدنا برہان الدین کے تفصیلی تعارف' اسماعیلیوں کے شاندار کارناموں اور ان کی مداحی کے لئے وقف رہتے ہیں' اخباروں میں ان کے حالات کو پڑھ کر عام قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا' اور اس کا جی چاہتا ہے کہ اسماعیلی تحریک' اس کے داعی اور اس کے اماموں کے بارے میں اس کو واقفیت حاصل ہو' مگر اس سلسلہ میں بازار میں عام طور پر کوئی چیز دستیاب نہیں ہوتی۔

یوں تو اردو زبان کا دامن شیعہ اسماعیلیہ کے تعارف سے بالکل خالی نہیں بلکہ اس موضوع پر متعدد تالیفات ہماری زبان میں موجود ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالحلیم شرر کا مشہور ناول "فردوس بریں" اور ان کی دوسری کتاب "حسن بن صباح" اس سلسلہ کی دلچسپ کتابیں ہیں۔ مولانا نجم الغنی صاحب رام پوری کی کتاب "مذاہب الاسلام" میں بھی ان کے بارے

میں کافی مواد موجود ہے۔ اور ڈاکٹر زاہد علی صاحب نے تو "تاریخ فاطمیین مصر" اور "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" جیسی بیش بہا کتابیں لکھ کر گویا اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں اس موضوع پر سند مستند ہیں۔ لیکن یہ سب تالیفات ایک آدھ کے سوا اب عام طور پر نہیں ملتیں۔

ہمارے محترم دوست جناب سید تنظیم حسین صاحب قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے اس پیرانہ سالی میں اس موضوع پر ایک نہایت گراں قدر کتاب تالیف فرمائی' جو اپنی جامعیت' اختصار' سلاست بیان' دلچسپی اور تحقیق کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہے۔ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے عوام' خواص دونوں کے مطالعہ کے قابل اور دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ اور اس کی خوبی یہ ہے کہ جناب مؤلف کا قلم شروع سے آخر تک جادۂ اعتدال سے ذرا نہیں ہٹا' انہوں نے اسماعیلی تحریک کا جائزہ بالکل غیر جانبدار ہو کر لیا ہے اور اس کے بارے میں فیصلہ خود قاری کے ذہن پر چھوڑ دیا ہے کہ :

لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحییٰ من حی عن بینۃ (سورۃ الانفال ۴۲)

ترجمہ : تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہے دلیل کے ساتھ ہو' اور جس کو جینا ہے دلیل کے ساتھ جیئے۔

اللہ تعالیٰ جناب مؤلف کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ آمین وصلی اللہ علی النبی الکریم۔

مشرف :۔ مجلس دعوت و تحقیق اسلامی کراچی

محمد عبدالرشید نعمانی

دوشنبہ ۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۰۶ ہجری

مقدمہ

از محترم و مکرم مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ

اسماعیلی مذہب پر کتابوں کی کمی کی شکایت قریباً ہر زمانہ میں رہی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسماعیلی مذہب ایک باطنی تحریک ہے وہ اپنی دعوت خفیہ ذرائع سے پھیلانے کے قائل ہیں۔ یہ لوگ اپنی تحریک کا کھلا تعارف پسند نہیں کرتے بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض حضرات نے بڑی محنت و جستجو سے باطنیوں کے حالات پر کتابیں لکھیں لیکن اس تحریک کے اکابر نے انہیں منظر عام سے غائب کرادیا۔

اس اخفاء کے وجوہات کئی ایک ہو سکتے ہیں۔ ایک سب سے بڑی وجہ تو یہ کہ یہ باطنی دعوت "اہل بیت" کے نام پر پیش کی جاتی تھی مگر اہل بیت کے اکابر جو عام لوگوں کے سامنے موجود تھے ان کو اس دعوت کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ اگر اعلانیہ یہ دعوت پیش کی جاتی تو "ائمہ اہل بیت" اس کو فوراً جھٹلا دیتے۔ اس لئے باطنی تحریک کے داعیوں نے نہ صرف اپنی دعوت اور اس کی سرگرمیوں کو صیغۂ راز میں رکھا بلکہ خود "ائمہ اہل بیت" کو بھی "مکتوم" اور "مستور" بنادیا۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ وہ امام کہاں ہیں جن کی تم دعوت دیتے ہو؟ تو کہہ دیا جاتا کہ حکم الٰہی وہ کسی نامعلوم جگہ پر چھپے ہوئے ہیں اور ان سے ملاقات کی کسی کو اجازت نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسی دعوت جس کے مرکزی کردار بھی "پردۂ ستر" میں ہوں اس کو کھلے بندوں کیسے جاری رکھا جاسکتا تھا۔

دوسری بڑی وجہ یہ ہوئی کہ باطنی داعیوں کے پاس کوئی مربوط اور مفصل نظام نہیں تھا۔ اس لئے جس داعی کی سمجھ میں جو بات آجاتی وہ کہہ دیتا۔ اعلانیہ دعوت کی صورت میں ان کے آپس میں اختلافات رونما ہوتے۔ اس لئے دعوت کا رخ ظاہر سے باطن کی طرف کر دیا گیا تاکہ داعیوں کے خود تراشیدہ "حقائق" منظر عام پر نہ آسکیں۔

اور اس سے بھی بڑی وجہ اس اخفا کی یہ تھی کہ اسماعیلی دعوت میں جو باتیں بنیادی اصول کے طور پر پیش کی جاتی تھیں وہ ایک مسلمان کے لئے اتنی متوحش تھیں کہ بھلے زمانوں کے مسلمان ایسی باتوں کو کبھی برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے۔ مثال کے طور پر یہ باطنی اصول کہ اللہ تعالیٰ کا نور علیؓ میں حلول کر گیا ہے۔ اس لئے علیؓ خود اللہ ہے اور پھر یہی منصب الوہیت بعد میں دیگر ائمہ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ کون مسلمان ہو گا جو اس باطنی اسماعیلی عقیدے کو سن کر آسانی سے ہضم کر جائے اور اس عقیدے کو اعلانیہ طور پر پھیلانے کی اجازت دے۔ اس لئے اس دعوت کا اس کے بنیادی اصولوں اور اس کے مرکزی کرداروں کا یہاں تک اخفا کیا کہ یہ تحریک ہی باطنی تحریک کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اس تحریک کے "پردہ راز" میں رہنے کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ اس تحریک پر بہت کم کتابیں لکھی گئیں اور جو کچھ لکھا گیا وہ بھی مسلمانوں کے لئے "شجر ممنوعہ" قرار دیا گیا۔ اس لئے باطنی تحریک کے باطنی احوال و کوائف یہاں تک پردۂ راز میں رہے کہ اس تحریک کی تاریخ، اس کے اصول و قواعد اس کے مذہبی رسوم و فرائض، اس کے اغراض و مقاصد، اس کے داعیوں کے حدود و القاب اور اس کی دعوت کے مدارج عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں رہے بلکہ خود اسماعیلی باطنی بھی ان سے بے خبر رہے۔ ان وجوہ و اسباب کی بناء پر اسماعیلی تحریک کے لٹریچر کی کمی کی شکایت ہمیشہ رہی مگر اب کچھ عرصہ سے مستشرقین کی دلچسپی کی بنا پر خود اسماعیلیوں کی لکھی ہوئی کتابیں منظر عام پر

آگئی ہیں اور انگریزی' عربی اور گجراتی میں اس تحریک پر کافی مواد دستیاب ہونے لگا ہے۔ اور ان مستند مآخذ کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر زاہد علی صاحب نے اسماعیلی مذہب اور (جو ان کا خاندانی مذہب تھا) دو گراں قدر کتابیں لکھیں۔ (۱) تاریخ فاطمین مصر (۲) ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام' یہ دونوں کتابیں بہت ہی محنت و کاوش سے لکھی گئی ہیں اور اس موضوع پر گویا حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہیں مگر یہ کتابیں بھی بازار میں کم یاب ہیں۔ ہمارے محترم جناب سید تنظیم حسین صاحب نے پیش نظر کتاب میں قدیم و جدید مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے اسماعیلی دعوت کے سمجھنے میں ایسا وقیع مواد جمع کر دیا ہے کہ اس کا مطالعہ اس دعوت کے سمجھنے میں نہایت مفید اور ضروری ہو گا۔ کتاب میں طرز نگارش نہ صرف غیر جانبدارانہ ہے بلکہ ایسا عام فہم بھی ہے کہ ایک متوسط استعداد کا شخص بھی مطالب کے سمجھنے میں کوئی الجھن محسوس نہیں کرے گا۔

چھٹے باب میں مؤلف نے "اسماعیلیوں کے منفی کردار" سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں قرامطہ کی ہوشربا سرگرمیوں اور حسن بن صباح کی تیار کردہ جماعت "فدائیین" (جو تاریخ میں "حشاشین" کے لقب سے معروف ہیں) کی ہولناک تباہ کاریوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں اسماعیلیوں کی سفاکی و بے رحمی کی ایک مثال ابن النابلسی شہیدؒ کے قتل کا وہ واقعہ ہے جس کا تذکرہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ (ص ۲۸۴ ج ۱۱) میں اور حافظ شمس الدین الذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں کیا ہے۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو بکر محمد بن سہل الرملی المعروف بہ "ابن النابلسی" اپنے دور کے بہت بڑے محدث تھے۔ عابد و زاہد اور صائم الدہر تھے۔ حدیث و فقہ میں امام تھے۔ فاطمیوں نے جب مصر پر غلبہ حاصل کیا تو اسماعیلی عقائد کو لوگوں پر بزور شمشیر مسلط کرنا چاہا۔ "ابن النابلسی شہیدؒ" ان کی اس حرکت سے نالاں تھے اور وہ نہ صرف ان کے

اس طرح عمل پر تنقید کرتے تھے بلکہ ان کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیتے تھے۔ اسماعیلی حکمران انہیں گرفتار کرنا چاہتے تھے وہ رملہ سے دمشق چلے گئے۔ وہاں کے گورنر نے ان کو گرفتار کر کے لکڑی کے پنجرے میں بند کر کے مصر بھیج دیا۔ یہ ۳۶۵ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت ابو تمیم معز فاطمی حکمران تھا۔ اور اس کا غلام امیر عساکر "جوہر" سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ ابن النابلسی شہیدؒ کو قائد جوہر کے سامنے پیش کیا گیا۔ جوہر نے پوچھا کہ تم نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر کسی کے پاس دس تیر ہوں تو وہ ان میں سے ایک تیر روم کے نصرانیوں کے خلاف اور نو اسماعیلیوں کے خلاف استعمال کرے۔ ابن النابلسی شہیدؒ نے فرمایا جناب آپ کو روایت غلط پہنچی ہے۔ میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا بلکہ میرا فتویٰ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دس تیر ہوں تو وہ نو تیر تو تمہارے خلاف استعمال کرے اور دسواں تیر بھی روم کے نصرانیوں کے بجائے تم لوگوں پر برسائے۔

فانكم غيّرتم الملّة و قتلتم الصّالحين وادعيتم نور الالٰهية

ترجمہ: کیوں کہ تم نے دین کو بدل ڈالا۔ خدا کے نیک بندوں کے خون سے ہاتھ رنگے اور تم نور الوہیت کے مدعی بن بیٹھے۔

جوہر نے حکم دیا کہ ان کی تشہیر کی جائے (منہ کالا کر کے بازار میں پھرایا جائے) دوسرے دن ان کی پٹائی کا حکم دیا۔ تیسرے دن ایک یہودی کو حکم دیا کہ ان کی زندہ کی کھال کھینچ لی جائے۔ یہودی نے سر کی چوٹی سے ان کی کھال کھینچنی شروع کر دی، چہرے تک کھال اتاری گئی۔ مگر انہوں نے اف نہیں کی، بلکہ نہایت صبر و سکون کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہے اور قرآن کریم کی آیات "وکان امر الله قدراً مقدوراً (الاحزاب: ۳۸)" کی تلاوت فرماتے رہے یہاں تک کہ سینے کی کھال تک اتاری گئی اور ان کے صبر و استقامت کے پاؤں میں لغزش نہیں آئی۔ بالآخر کھال کھینچنے والے یہودی کو

ان پر ترس آیا اور اس نے دل کی جگہ چھری گھونپ کر ان کا قصہ تمام کر دیا۔ کھال اتارنے کے بعد اس میں بھوسہ بھر اگیا اور بھوسہ بھری کھال کو سولی پر لٹکایا گیا۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ۔ (الذہبی: سیر الاعلام ص ۱۴۸،۱۴۹ ج ۱۶)

یہ اسماعیلیوں کی سفاکی و بربریت کی ایک مثال ہے جس کے پڑھنے سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اسماعیلی خوں خواروں کے ہاتھوں کتنے علماء حقانی نے جام شہادت نوش کیا ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہ ان کے فتنے سے امت کی حفاظت فرمائے۔

وللہ الحمد اولاً و آخراً

محمد یوسف عفا اللہ عنہ
۹/۷/۱۴۰۶ھ

۔ اور ہے حکم اللہ کا مقرر ٹھہر چکا۔

تشریحات

(ان تشریحات سے اس کتاب کے نفس مضمون کو سمجھنے میں مدد ملے گی)

پیغمبر :۔

بنی نوع انسان میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس برگزیدہ بندے کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں تک اپنے احکام پہنچانے کے لئے مقرر فرماتا ہے۔ پیغمبر دو طرح کے ہوتے ہیں: رسول اور نبی۔

رسول :۔

اس پیغمبر کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے نئی شریعت اور کتاب دی ہو۔

نبی :۔

ہر پیغمبر کو کہتے ہیں چاہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی شریعت اور کتاب دی گئی یا نہ دی گئی ہو اور وہ اپنے سے پہلے رسول کی شریعت اور کتاب کا تابع ہو۔

خلافت :۔

نظریہ یا عقیدہ :۔

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے تحت قرآن و سنت کے اعتبار سے مسلمانوں کو اپنے دینی و دنیوی سربراہ کو اجماع و انتخاب کے ذریعے مقرر کرنے کا اختیار ہے۔

خلیفہ :۔

(خلیفہ کے معنی جانشین یا نائب کے ہیں) عقیدہ / نظریہ خلافت کے تحت رسول ﷺ کے پہلے جانشین یعنی امت مسلمہ کے دینی و دنیوی سربراہ کو "خلیفتہ الرسول" کہا گیا۔ آگے چل کر یہ "لقب "مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے استعمال ہوتا رہا۔ (جمع خلفاء)

وصی :۔

جس کو مرنے والے نے اپنے معاملات کا نگران مقرر کیا ہو۔ (جمع اوصیا)
(اہل تشیع کے یہاں ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور حضرت علیؓ جناب رسول ﷺ کے وصی تھے)

امامت : نظریہ / عقیدہ :۔

(اہل تشیع کے اعتبار سے) جناب رسول ﷺ کے بعد امت مسلمہ کی دینی و دنیوی سربراہی کے لئے اہل بیت رسول میں سے ہر دور میں اللہ تعالیٰ ایک امام انبیاء علیہم السلام کی طرح مامور فرماتے ہیں جو معصوم ہوتا ہے اور جس کی اطاعت فرض ہے۔ جس کا حق دنیا پر حکومت کرنا ہے۔

امام :۔

(۱) : اہل تشیع کے یہاں مندرجہ بالا نظریہ / عقیدہ کے تحت جس کو امام تسلیم کیا جائے۔ زیدیہ کے یہاں حکمرانوں کو بھی امام کہا جاتا رہا ہے۔

(ب) : اہل سنت والجماعت کے یہاں ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی بھی شعبہ میں اپنی اہلیت و قابلیت کے اعتبار سے رہنمائی کر سکتا ہو۔

بنی ہاشم (ہاشمی) :۔

ان افراد کو کہتے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت ہاشم (یعنی رسول اللہ ﷺ کے پردادا) تک پہنچتا ہو۔

بنی ہاشم کی شاخیں

مطلبی :۔

ان افراد کو کہتے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت عبدالمطلب بن ہاشم (رسول اللہ ﷺ کے دادا) تک پہنچتا ہو۔

طالبی :۔

ان افراد کو کہتے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت ابو طالب (عبد مناف) بن حضرت عبدالمطلب تک پہنچتا ہو۔

عباسی :۔

ان افراد کو کہتے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت عباسؓ بن حضرت عبدالمطلب تک پہنچتا ہو۔

علوی :۔

ان افراد کو کہتے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ بن ابی طالب تک پہنچتا ہو۔ ان میں حضرت علیؓ کی فاطمی و غیر فاطمی دونوں اولادیں شامل ہیں۔ (آج کل صرف غیر فاطمی اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے)

عقیلی :۔

ان افراد کو کہتے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت عقیلؓ بن ابی طالب تک پہنچتا ہو۔

بنو جعفر :۔

ان افراد کو کہتے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالب تک پہنچتا ہو۔

فاطمی :۔

ان افراد کو کہتے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ کی اس اولاد تک پہنچتا ہو جو بطن فاطمہؓ (یعنی حضرات حسنؓ و حسینؓ) سے ہیں۔ (اہل تشیع کے یہاں ان کو اہل بیت رسول یا عترت رسول بھی کہا جاتا ہے)

ائمہ اہل بیت :۔

مندرجہ ذیل بارہ (۱۲) حضرات کو ائمہ اہل بیت کہا جاتا ہے:
حضرات (۱) علیؓ (۲) حسنؓ (۳) حسینؓ (۴) علی السجاد / زین العابدینؒ (۵) محمد الباقر (۶) جعفر الصادقؒ (۷) موسیٰ الکاظمؒ (۸) علی الرضاؒ (۹) محمد الجوادؒ / التقی (۱۰) علی النقی (۱۱) حسن عسکریؒ (۱۲) محمد المہدیؒ المنتظر۔

حسنی :۔

وہ افراد جن کا سلسلہ نسب حضرت حسنؓ تک پہنچتا ہو۔

حسینی :۔

وہ افراد جن کا سلسہ نسب حضرت حسینؓ تک پہنچتا ہو۔

زینبی :۔

وہ افراد جن کا سلسلہ نسب حضرت زینبؑ بنت حضرت علیؑ تک پہنچتا ہو۔

طباطبائی : وہ افراد جن کا سلسلہ نسب ابراہیم طباطبا بن اسماعیل دیباج بن ابراہیم الغمر بن حسن مثنیٰ بن حضرت حسنؑ تک پہنچتا ہو۔

حسینیوں کی شاخیں :۔

وہ افراد جن کا سلسلہء نسب ائمہ اہل بیت میں سے کسی امام تک پہنچتا ہو وہ اسی نام کی نسبت سے 'عابدی' باقری' جعفری' موسوی' کاظمی' رضوی اور نقوی کہے جاتے ہیں:
مثلاً امام زین العابدینؑ کی نسبت سے "عابدی" اور امام محمد الباقرؑ کی نسبت سے "باقری" وغیرہ۔

زیدی :۔

حضرت علی السجادؑ / زین العابدین (اثنا عشریہ کے چوتھے امام) کے بیٹے حضرت زیدؑ کو بھی محبان اہل بیت نے امام تسلیم کیا تھا۔ ان کی اولاد کو زیدی کہا جاتا ہے اور ان کے سلسلہء امامت و مکتبہء فکر کو تسلیم کرنے والے "زیدیہ" کہلاتے ہیں۔

سادات :۔

سید' واحد ہے۔ "سادۃ" جمع ہے اور "سادات" جمع الجمع ہے (آج کل بنو فاطمہؑ کے لئے استعمال ہوتا ہے)۔

شیعہ :۔

جو نظریہ / عقیدہء امامت پر ایمان رکھتا ہو۔ ان کو امامیہ بھی کہا جاتا ہے۔

سنی :۔

جو نظریۂ / عقیدۂ خلافت پر ایمان رکھتا ہو۔

زیدیہ :۔

"زیدیہ" اہل بیت کے پانچویں امام حضرت محمد الباقرؒ کی جگہ ان کے بھائی حضرت زید شہیدؒ کو پانچواں امام مانتے ہیں۔ زیدیہ کا نظریۂ امامت اثنا عشری یا اسماعیلی نظریۂ امامت سے مختلف ہے۔ ان کے یہاں امام نہ مامور من اللہ ہے نہ معصوم۔ صرف اس کا بنی فاطمہ میں سے ہونا لازمی ہے۔ علاوہ ازیں وہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے قائل ہیں۔

اسمٰعیلیہ / سبعیہ :۔

نظریۂ / عقیدۂ امامت پر ایمان رکھنے والوں میں سے وہ طبقہ جس نے حضرت جعفر الصادقؒ کے بعد ان کے بڑے بیٹے اسماعیل کو ساتواں امام تسلیم کیا اسماعیلیہ کہلایا ان کو سبعیہ (سات کو ماننے والے) بھی کہا گیا۔

موسویہ / اثنا عشریہ :۔

اور جنہوں نے حضرت جعفر الصادقؒ کی دوسری نص کے اعتبار سے ان کے دوسرے بیٹے موسیٰ الکاظمؒ کو امام تسلیم کیا وہ "موسویہ" کہلائے اور بارھویں امام کی غیبت کے بعد اثنا عشریہ کہلائے۔ (اثنا عشر عربی میں بارہ کو کہتے ہیں)۔

پروفیسر ڈاکٹر زاہد علی مرحوم سے متعلق

مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب مدظلہ' خلیفہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کا بیان

ڈاکٹر زاہد علی اسماعیلی مذہب کی شاخ بواہیر کے ایک علمی مذہبی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو سات پشت سے شہر حیدرآباد میں آباد تھا' وہ ۱۰ شوال ۱۳۰۵ء کو پیدا ہوئے' پہلے اپنے فرقہ کے دارالعلوم میں تعلیم پائی پھر بی اے اور مولوی فاضل کی اسناد حاصل کیں۔ ۱۹۲۶ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے عربی ادب میں بی اے کی ڈگری لی اور حیدرآباد کے نظام کالج میں عربی کے پروفیسر رہے' اس دوران انہوں نے "دیوان ابن ہانی" کی شرح عربی زبان میں "تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی" کے عنوان سے لکھی جس پر آکسفورڈ یونیورسٹی نے ڈی۔ فل کی ڈگری دی۔

ڈاکٹر صاحب کی طبیعت میں تحقیق و تلاش حق کا جذبہ ودیعت تھا' انہوں نے اسماعیلی مذہب کا خوب گہرا مطالعہ کیا' اس کے لئے ان کا ذاتی کتب خانہ خود بہت وسیع اور بنیادی کتب سے بھرپور تھا' یہ راقم الحروف کی عینی شہادت کا اظہار ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے مذہب سے مطمئن نہ رہ سکے اور انہوں نے بڑی جرأت و حکمت سے دو کتابوں میں اس کا کچا چٹھا استناد کے ساتھ پیش کر دیا' پہلی کتاب "تاریخ فاطمیین مصر تھی اور دوسری "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام"۔ ان تصانیف کا پیرا یہ ایسا ہے کہ اس سے صرف یہ تاثر ابھرتا ہے کہ مصنف اسماعیلی مذہب کی تطہیر چاہتا ہے خود وہ اس سے بیزار نہیں' مگر بات ایسی نہیں تھی ان پر حق کھل چکا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے علی وجہ البصیرت آبائی مذہب ترک کردیا' سنی ہو گئے اور برسوں پہلے سے تحریر وصیت لکھ دی کہ وہ اہل سنت والجماعت کے مسلک پر رخت سفر باندھ رہے ہیں اور تجہیز و تکفین اسی مسلک کے مطابق کر کے انہیں مسجد الماس والے سنی قبرستان میں جہاں خود انہوں نے اپنی قبر کی جگہ محفوظ کر رکھی ہے دفن کیا جائے' چنانچہ یہی کیا گیا اور وہ وہیں مدفون ہیں۔ ان کی تاریخ ہائے وفات یہ نکالی گئیں۔

یقال موت العالم موت العالم

۱۳۷۷ء

غریق رحمت

۱۹۵۸ء

باسمہ تعالیٰ

باب اول

عرض مولف

اسماعیلیوں سے متعلق لٹریچر کی قلت و کمیابی :۔

شیعہ مذہب سے متعلق کتابوں کا حصول ہمیشہ سے ایک مسئلہ رہا ہے۔ یہ ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ مغربی مستشرقین جو کتابوں کے حصول کیلئے ہر قسم کی جدوجہد کے لئے معروف ہیں اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ Shorter Ency-clopaedia of Isam میں "اسماعیلیہ" کے عنوان کے تحت مقالہ نگار W.Ivanow (ڈبلو۔ایوانو) لکھتے ہیں :

"ظاہری طور پر دیگر امامیہ (شیعہ) کی طرح اسماعیلیہ کے متعلق بھی معلومات محدود ہیں۔(1)۔"

ایوانو ان مستشرقین میں سے ہیں جنہوں نے اسماعیلیہ سے متعلق کئی کتابیں۔ لکھی ہیں جو سند کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

۔ (1) صفحہ ۱۸۱۔ ۱۹۶۱ء ایڈیشن

" The Rise of the Fatmids" And

"A Guide to Ismaili Literature"

تاریخ فاطمیین مصر میں ڈاکٹر زاہد علی لکھتے ہیں :۔

"اس سلسلہ میں ایک اور امر قابل غور ہے کہ خود اسماعیلی مذہب ایک پوشیدہ مذہب ہے۔ پوشیدگی اور رازداری اس کی فطرت میں داخل ہے۔ اسماعیلیوں کی انجمن جسے وہ "دعوت" کہتے ہیں ایک قسم کی فری میسنری (Free Masonry) ہے۔ یہ لوگ ہر کس وناکس کو اس انجمن میں شریک نہیں کرتے اور جسے شریک کرتے ہیں اس سے زبردست عہد و پیان لیتے ہیں۔ مصر میں باطنی علوم پر لکچر خلیفہ کے ایک الگ کمرے میں بہت مخفی طور پر دیئے جاتے تھے ۔(1)۔"

یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ڈاکٹر زاہد علی۔ ٹی۔ اے۔ ڈی۔ فل (Phi-losophy) خود داؤدی بوہرے یعنی اسماعیلی تھے اور ان کے والد اس جماعت کے ممتاز فرد تھے ان کی کتاب "تاریخ فاطمیین" مصر ۔(2) اسماعیلیہ سے متعلق حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی طرح ان کی دوسری کتاب "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" ہے ۔(3)۔ ڈاکٹر صاحب خود تاریخ فاطمیین مصر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

"اب تک کسی نے کتب فرقۂ "اسماعیلیہ" دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اسماعیلی داعیوں کی تاریخوں اور ان کی مذہبی کتابوں سے فائدہ نہیں اٹھایا بفضلہ تعالیٰ میرے پاس (کتابوں کے نام......) موجود ہیں۔ ان میں دعوت اسماعیلیہ کے ارتقاء، ائمہ مستورین کے واقعات...... وغیرہ وغیرہ کے متعلق ایسی معلومات

---

(1)۔ صفحہ ۳۰۲ جلد دوم۔ عہد و پیان کے لئے دیکھئے باب چہارم اسماعیلیہ کے عقائد۔

(2)۔ یہ کتاب بھی کمیاب تھی۔

(3)۔ یہ کراچی میں صرف ایک یا دو لائبریریوں میں ہے۔

ہیں جو عام تاریخوں میں نہیں پائی جاتیں اور یہی تاریخیں اسماعیلیوں کے پاس بہت معتبر ہیں۔ میں نے ان کی مدد سے اپنی تالیف میں استفادہ کیا ہے ۔(1)۔"

ڈاکٹر زاہد علی نے ایک اور جگہ لکھا ہے :۔

"اسماعیلیہ سے متعلق کوئی ایسی کتاب نہیں جو چوتھی ہجری سے قبل لکھی گئی ہو ۔(2)۔"

ڈاکٹر صاحب کے ان بیانات سے P.J.Vatikiotis نے بھی اتفاق کیا ہے ۔(3)۔

تاریخ ائمہ اسماعیلیہ جلد سوم میں بھی اسی قسم کا اعتراف ہے۔

"جہاں تک "الموت" کی اسمٰعیلی ریاست کی تاریخ کا تعلق ہے ہمارے پاس کوئی ٹھوس اسماعیلی مآخذ نہیں ہے ۔(4)۔"

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ نے شیعہ کی مستند کتابوں کی کمیابی کی وجہ بھی تحریر فرمائی ہے :

"طباعت کے دور سے پہلے یہ کتابیں صرف خاص خاص شیعہ علماء کے پاس ہی ہوتی تھیں اور وہ ائمہ معصومین کے تاکیدی حکم کتمان کی تعمیل میں دوسروں کو نہیں دکھلاتے تھے بلکہ ان کی ہوا بھی نہیں لگنے دیتے تھے ۔(5)۔"

۔(1) جلد اول صفحہ ۲۴

۔(2) جلد دوم صفحات ۲۷۶۔۲۷۷

(3) "The Fatimid Theory of State" (Second Revised Edition)

۔(4) شائع کردہ ایچ آر ایچ دی آغا خان اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے کراچی پاکستان صفحہ ۵۷ (مرتبہ شیخ دیدار علی و مسز زواہر موئر)

۔(5) ایرانی انقلاب اور شیعیت صفحہ ۲۴۔۲۵ کتمان۔ اپنے اصل عقیدہ و مذہب و مسلک کو چھپانا، دوسروں پر ظاہر نہ کرنا۔

عوام اور خواص کی اسماعیلیہ سے ناواقفیت کی یہی وجہ ہے۔ الحمد للہ اب کچھ عرصہ سے کسی قدر جدوجہد کے بعد اردو میں امامیہ (اسماعیلیہ) سے متعلق کتابیں ملے گی ہیں لیکن مستند کتابیں بیشتر انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں یا گجراتی زبانوں میں ہیں جن کا دائرہ بہت محدود ہے۔ ان مشکلات کے باوجود اسماعیلیہ سے متعلق جو معلومات پیش کی جارہی ہیں جو زیادہ تر شیعی / اسماعیلی مصنفین کی کتابوں سے لی گئی ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں'

اردو :۔

(۱) ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام از ڈاکٹر زاہد علی

(۲) تاریخ فاطمیین مصر جلد اول و دوم از ڈاکٹر زاہد علی

(۳) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ جلد اول' دوم' سوئم و چہارم شائع کردہ شیعہ امامیہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن کراچی

(۴) تاریخ تفسیر و مفسرین از پروفیسر غلام احمد حریری

(۵) آب کوثر از شیخ محمد اکرام۔ آئی۔ سی۔ ایس

(۶) تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

(۷) شیعیت و باطنیت کا منفی کردار از شمس تبریز خاں صاحب

(۸) ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت از مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ'

(۹) رحمتہ للعالمین از مولانا محمد سلیمان سلمان منصورپوریؒ

(۱۰) نظام حکومت اسلامیہ از مولانا ابوالکلام آزاد

(۱۱) تقویم تاریخی از مولانا عبدالقدوس ہاشمی

(۱۲)زید شہید — از مولانا محمد عباس قمر زیدی

(۱۳)مذاہب الاسلام — از محمد نجم الغنی خاں رام پوری

انگریزی :۔

(1) A Short History of the Saracens از امیر علی۔

(2) The Spirit of Islam (1965 Ed) از امیر علی۔

(3) Shorter Encyclopaedia of Islam (1961 Ed)

مقالہ اسمعیلیہ۔

(4) SHI'A از علامہ سید محمد حسین طباطبائی۔ ترجمہ: سید حسین نصر۔

5) Encyclopaedia Britannica - AGA KHAN-1

6) Von/Hammer-The History of the Assasins (English Translation)

7) P.J. Vatikiotis "The Fatimid Theory of State".

8) T. P. Hughes - A Dictionary of Islam.

9) John Norman Hollister The Shia of INDIA.

تالیف کا مقصد :۔

اس کوشش کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے دینی بھائیوں کو اسماعیلیہ سے متعلق صحیح معلومات حاصل ہو جائیں تاکہ ان معلومات کی روشنی میں وہ خود ان کے عقائد اور انسانیت کے نام پر خدمت خلق سے خصوصی دلچسپی سے متعلق کوئی رائے قائم کر سکیں۔ نیز ہمیں یقین ہے کہ اگر اسماعیلی حضرات اس کتاب ک

مطالعہ کریں گے تو ان کو حق اور باطل میں تمیز کرنے میں قطعی دشواری نہ ہوگی۔ یوں تو صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ مذہب یا مسلک یا عقیدہ جو اس قدر اخفاء میں رکھا جائے۔ اور جس کے اظہار پر پابندی لگائی جائے بجائے خود اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ عوامی محاسبہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اس میں ہمہ گیر ہونے کی صلاحیت اور اہلیت ہی نہیں۔ کسی بھی قسم کا عقیدہ ہو چھپانے کے لئے نہیں ہوتا پھیلانے کے لئے ہوتا ہے۔ چند دماغوں یا سینوں میں بند رکھنے کے لئے نہیں ہوتا۔(1)

قرآن پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: اے رسول ﷺ جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے آپ ﷺ سب پہنچا دیجئے۔ اور اگر آپ ﷺ ایسا نہ کریں گے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ (سورۃ المائدہ/۶۷)

آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ عقائد و مقاصد کی بلاخوف و خطر اشاعت و وضاحت ایک دینی فریضہ ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے بدرجۂ اتم ادا کیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے بعد اللہ کے ہزارہا نیک بندوں نے بہ نوک شمشیر ادا کیا ہے۔ دینی تعلیمات کے علاوہ کسی بھی قسم کی تعلیمات ہوں جنکا مقصد بنی نوع انسان کی فوز و فلاح ہو اس کو کسی قدر بھی اخفاء میں رکھنا اور جان بوجھ کر خواص

---

(1) ورنہ اس کی حیثیت ایک انڈر گراؤنڈ جماعت کی سی ہو جاتی ہے جو کبھی منصۂ شہود پر آجاتی ہے۔ کبھی پھر زیر زمین۔ کبھی اس ملک میں کبھی اس ملک میں۔

تک محدود رکھنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ اسماعیلی دعوت کے مرتب کرنے والوں سے جو عقل و دانش کی اولین سطح کے مدعی ہیں یہ بعید ہے کہ وہ اتنی معمولی سی بات نہ سمجھتے ہوں کہ اس طرح ان کی تعلیمات عام نہیں ہو سکتیں۔ تو پھر ان کا مقصد عامتہ المسلمین میں فکری و نظری انتشار پیدا کرنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ تاریخ اس کا جواب اثبات میں دے رہی ہے۔

اسماعیلیوں میں عرصہ سے بیداری کے آثار نمایاں ہیں جیسا کہ خود نزاری اسماعیلیوں کے امام ہز رائل ہائنس سلطان محمد شاہ المعروف بہ آغا خاں سوم نے اپنی یادداشتوں میں اعتراف کیا ہے۔(1)۔ اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ حقیقت کو احسن طریقہ سے واضح کیا جائے۔ اسماعیلیہ سے یا کسی اور فرقہ سے بے جا پرخاش اور ناروا تعصب اس کتاب کا موضوع نہیں۔ ہمیں قوی امید ہے کہ ناظرین کرام اگر ٹھنڈے دل سے افراط و تفریط سے بالاتر ہو کر اس کا مطالعہ کریں گے تو مندرجات کو صحیح اور درست پائیں گے۔ ہم صمیم قلب سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک اس مختصر کتاب کو ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔

---

(1) اسلام میرے موروثوں کا مذہب۔ شائع کردہ شیعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن کراچی صفحہ ۳۰۔

باب دوم

اسمٰعیلیت کی ابتداء

اسماعیلیت جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا "شیعہ" کا ایک فرقہ ہے لہذا اسماعیلیت کی ابتدا کے ذکر سے پہلے شیعیت کا سمجھنا ضروری ہے۔

اسلام میں شیعیت کا آغاز :۔ (1)

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں قریب قریب پورا جزیرۃ العرب اسلام کے زیر اقتدار آگیا تھا۔ عہد صدیقی اور خلافت فاروقی میں اسلامی دعوت اور عسکری فتوحات کا سلسلہ تیزی سے جاری رہا۔ یہی صورت قریب قریب حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی رہی۔ اس مدت میں مختلف ملکوں، علاقوں، قوموں اور طبقوں کے بے شمار لوگ اپنے قدیم مذاہب وادیان کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ عام طور سے وہی تھے جنہوں نے اسلام کو دین حق اور وسیلۂ نجات سمجھ کر دل سے قبول کیا تھا لیکن ان میں کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو مسلمانوں میں شامل کیا تھا اور ارادہ

---

(1) اس کا بیشتر حصہ "ایرانی انقلاب" صفحات ۱۰۴ تا ۱۰۷ سے لیا گیا ہے۔

یہ تھا کہ جب بھی کوئی مناسب موقع ملے گا مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ اس طبقہ میں سے ایک یہودی عالم عبداللہ ابن سبا؀ (1) تھا بعد میں اس کے کردار سے یہ واضح ہوا کہ وہ اسی ناپاک ارادے سے اسلام لایا تھا اس نے سابقہ امتوں کی گمراہی سے یہ سبق سیکھا تھا کہ کسی مذہبی گروہ کو صراط مستقیم سے ہٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی نظر میں مقدس و محبوب ترین شخصیت کے بارے میں غلو اور افراط کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اس نے پہلے تو نبی اکرم ﷺ کا تقابل حضرت عیسیٰؑ سے کیا اور یہ خیال پیش کیا کہ حضور ﷺ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اس خیال کی (جو قرآنی تعلیم کے بالکل خلاف تھا) پذیرائی حجاز، شام اور عراق میں نہ ہو سکی تو وہ مصر چلا گیا۔ مصر اس کام کے لئے موزوں نکلا حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اس نے حضرت علیؓ کی طرف توجہ دی اور ان سے جناب رسالت مآب ﷺ سے قریبی تعلق و قرابت کی بنیاد پر آپؓ کے ساتھ غیر معمولی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے ان کو ایک مافوق البشر ہستی باور کرانے کی کوشش کی اور تدریجی طور پر حضرت علیؓ کے بارے میں ایسے ہی خیالات رکھنے والے معتقدین کا حلقہ پیدا کر لیا اور پھر ایک مرحلہ پر ان کا یہ ذہن بنا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت و امامت و حکومت کی سربراہی دراصل حضرت علیؓ کا

؀ (1) کہا جاتا ہے کہ "عبداللہ ابن سبا نے حضرت علیؓ کو "انت انت" کہا تھا۔ یعنی تم خدا .... آپؓ نے اسے مدینہ منورہ سے شہر بدر کر کے مدائن بھجوا دیا۔ کیوں کہ یہ یہودی تھا اس لئے حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشع بن نون کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ عبداللہ ابن سبا کے پیرو سبائیہ کہلائے۔ سبائیہ کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ امام عارضی طور پر غیبت اختیار کر سکتا ہے لیکن وہ ایک روز ظاہر ہو گا۔ (تاریخ فاطمیین مصر صفحہ ۲۷۳ حصہ دوم)

حق تھا کیوں کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوا اور وصی ہی نبی کے بعد اس کی امت کا سربراہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصی حضرت علیؓ تھے مگر ان کو ان کا حق نہ مل سکا یہ صورت حال اس وقت شروع ہوئی جب حضرت عثمان غنیؓ کے نظم و نسق کے متعلق شکایات ہو رہی تھیں۔ اس طرح ابن سبا کی سازش کے لئے یہ وقت سازگار تھا۔ آگے چل کر اس گروہ کی ریشہ دوانیوں سے جو کچھ ہوا وہ تاریخ کا ایک تکلیف دہ باب ہے۔ بہر حال حضرت عثمانؓ کی خلافت سے متعلق اختلافات ختم نہ ہو سکے۔ خود ان کی مظلومانہ شہادت ہوئی۔ جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئیں۔ ہزاروں افراد کام آئے پھر حضرت علیؓ بھی شہید ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت حسنؓ کے خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد حالات میں کسی قدر ٹھہراؤ پیدا ہوا۔ اس دور میں حضرت علیؓ کے حقوق سے متعلق جو دعوت و تحریک خفیہ طریقوں سے چلائی جارہی تھی اس کے داعی جس سے جو بات اور جتنی بات کہنا مناسب سمجھتے وہی کہتے اور اتنا ہی کہتے اور اگر وہ قبول کر لیتا تو بس وہی اس کا عقیدہ بن جاتا۔ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس تحریک کی ابتداء میں بغض معاویہؓ کو بھی دخل تھا۔ ان میں سے ایسے بھی تھے جو حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد امام اور وصی رسول مانتے تھے اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ان کی اولاد کو خلافت اور امامت کا حقدار سمجھتے تھے۔ کیونکہ انکو یہ باور کرایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی طرح رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امامت کا سلسلہ قائم فرما دیا ہے تاکہ بندوں کی ہدایت و رہنمائی اور سربراہی کیلئے ان پر حجت قائم ہو سکے۔ لیکن اس وقت تک نظریہ امامت کچھ لوگوں کے ذہنوں میں پرورش پا رہا تھا۔ کوئی ایک بات کہتا کوئی

دوسری (اس نظریہ امامت کا جو بعد میں کیسانیہ / ہاشمیہ یا زیدیہ 'امامیہ اثنا عشری یا امامیہ (اسماعیلیہ) نے تشکیل دیا مطلقاً کہیں وجود نہ تھا)۔ اس پس منظر میں حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو اپنی جانشینی کیلئے آگے بڑھایا۔ (ہو سکتا ہے ان کو اسکی ترغیب نسبی بنیاد پر حق خلافت / امارت / امامت کے دعوئی سے ہوئی ہو) اس کی ابتدا حضرت حسنؓ کی زندگی کے آخری ایام میں ہوئی۔ یہ سلسلہ قریباً دس سال جاری رہا۔ اس مدت میں نام نہاد محبان اہل بیت کو زرین موقع ملا اور انہوں نے بنی ہاشم میں اقتدار سے محرومی کا احساس پیدا کر دیا جیسا کے بعد کے حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ (1) ۶۱ھ / ۶۸۰ء میں واقعہ کربلا پیش آیا۔ اس واقعہ نے سازشیوں کو اپنی تحریک مؤثر بنانے کیلئے ایک اور بنیاد فراہم کی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کربلا کے میدان میں تو حضرت علیؓ کی فاطمی اور غیر فاطمی اولادیں سب شریک تھیں لیکن اسکے بعد ان میں ہی نہیں بلکہ حسنی و حسینی سادات میں بھی اتفاق نہ رہا۔

شیعی مورخ سید امیر علی لکھتے ہیں:

"یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ ظلم و ستم شیعوں کو متحد رکھ سکے گا لیکن گو سب اس امر پر متفق تھے کہ خلافت / امارت اہل بیت کا حق ہے ان میں سے بہت سے خاندان کے مسلمہ سربراہوں (ائمہ اہل بیت) سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے آپ کو خاندان کے دوسرے افراد سے وابستہ کر لیا۔ (2)۔' یعنی دیگر افراد کو امام تسلیم کر لیا۔

---

(1) بنی ہاشم میں ایسے افراد کی تعداد کافی ہے جنہوں نے اموی و عباسی دور خلافت میں امامت کا دعوئی کیا۔ اور لوگوں نے اس کو تسلیم بھی کیا۔ خروج کرنے والوں میں قریب قریب گیارہ حسنی اور سات حسینی ہیں۔

(2) صفحہ ۳۲۰ .... (The spirit of Islam)

سید امیر علی کی ان چار سطور میں ڈھائی سو سال کے واقعات پوشیدہ ہیں بہر حال چند اہم اختلافات کا ذکر کیا جاتا ہے کیوں کہ اسماعیلیت کی ابتدا سمجھنے کے لئے ان سے واقفیت اشد ضروری ہے۔

پہلا اختلاف :۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل بیت کے عقیدت مندوں کے ایک گروہ نے حضرت امام حسینؓ کے بیٹے حضرت علی السجاد / زین العابدینؒ کو امام تسلیم کیا جب کہ ایک گروہ نے حضرت علیؓ کی ایک اور زوجہ محترمہ کے بیٹے محمد بن الحنفیہؒ کو امام تسلیم کر لیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت امام حسینؓ کے بعد امامت حضرت علیؓ کے اس وقت موجود سب سے بڑے بیٹے محمد بن الحنفیہؒ کا حق ہے۔(1)۔ یہ لوگ کیسانیہ / ہاشمیہ کہلائے [آگے چل کر اس سلسلہ کی بیعت حضرت عباسؓ کے پڑپوتے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کو ۹۸ / ۹۹ھ / ۷۱۸ء میں منتقل ہو گئی جس کے نتیجہ میں ۱۳۲ھ / ۷۵۰ء میں عباسی خلافت وجود میں آئی۔

دوسرا اختلاف :۔

جس گروہ نے حضرت علی السجاد / زین العابدینؒ بن حضرت امام حسینؓ کو امام تسلیم کیا تھا ان میں تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت علی السجاد / زین العابدینؒ کی جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا۔ اس گروہ کے ایک ٹکڑے نے حضرت امام محمد الباقرؒ (پانچویں امام) کی جگہ انکے بھائی حضرت زید شہیدؒ کو (پانچواں) امام

---

(1) ظاہر ہے کہ یہ گروہ امامت کو صرف بنی فاطمہ کا ہی حق نہیں سمجھتا تھا۔ حضرت محمد بن الحنفیہؒ کا انتقال ۸۱ھ میں ہوا۔

تسلیم کر لیا۔ یہ وہ حضرات تھے جو اگر ضرورت ہو تو بزور شمشیر اپنا حق تسلیم کرانے کو جائز سمجھتے تھے۔ ان میں حسنی سادات پیش پیش تھے جب کہ حضرت امام زین العابدینؒ اور ان کے بیٹے حضرت امام باقرؒ نے خاموشی کا راستہ اپنا لیا تھا۔ حضرت زید شہیدؒ اموی فوجوں کے مقابلہ میں شہید ہوئے(1)۔ انکے متبعین زیدیہ کہلائے۔ زیدیہ کے نظریۂ(2) امامت سے متعلق چند نکات قابل ذکر ہیں :

(۱) امت مسلمہ کو بنی فاطمہؓ میں سے خود اپنا قائد مقرر کرنے کا اختیار ہے۔

(۲) افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہے۔

(۳) امام ایسا شخص ہونا چاہئے جو اپنا حق حاصل کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔

(زیدیہ عصمت ائمہ کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ وہ (۲) کے تحت حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کو جائز قرار دیتے ہیں اور ان سے اظہار برات نہیں کرتے۔ انکا ایک فرقہ (جارودیہ) ملت کے سربراہ کے تقرر کیلئے انتخاب کو درست قرار دیتا ہے۔)

تیسرا اختلاف :۔

اس گروہ میں جس نے حضرت امام زین العابدین کے بعد حضرت امام محمد الباقرؒ کو اور ان کے بعد حضرت امام جعفر الصادقؒ کو چھٹا امام تسلیم کیا تھا دوسرا اختلاف

---

(1)۔ اموی فوجوں سے مقابلہ میں حضرت زید شہیدؒ کو حضرت امام حسینؓ کی طرح چھوڑنے والے ان کے الفاظ کے مطابق "روافض" کہلائے۔ اور بیشتر مورخین نے شیعوں کو "روافض" ہی لکھا ہے اور شیعوں میں اسماعیلیوں کو ان کی باطنی تعلیم کی وجہ سے روافض باطنیہ کہا گیا ہے۔

(2)۔ تاریخ تفسیر و مفسرین صفحہ ۸۵ و The spirit of Islam صفحہ ۳۲۱۔

نوٹ :۔ زیدیہ نظریہ امامت بہت اہم و معنی خیز ہے اس پر ایک علیحدہ باب میں گفتگو کی گئی ہے۔

حضرت امام جعفرؒ کے جانشین کے سلسلہ میں ہوا۔ حضرت امام جعفر الصادقؒ نے ابتداً میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو اپنا جانشین یعنی ساتواں امام نامزد کیا تھا یا شیعی اصطلاح میں حضرت اسماعیل پر نص کی تھی لیکن حضرت اسماعیل ۱۴۳ھ میں حضرت امام جعفر الصادقؒ کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے۔(1)۔ حضرت امام جعفر الصادقؒ نے حضرت اسماعیل کے انتقال کے بعد اپنے تیسرے بیٹے حضرت موسیٰ الکاظمؒ کو اپنا جانشین امام نامزد کیا حضرت امام جعفر الصادقؒ کے متبعین اس موقع پر دو حصوں میں بٹ گئے ایک گروہ کا یہ خیال تھا کہ ایک مرتبہ کی ہوئی نص واپس نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر حضرت اسماعیل کا انتقال ہو گیا ہے تو چونکہ نص باپ سے بیٹے پر منتقل ہوتی ہے ساتواں امام حضرت اسماعیل کے بیٹے محمد کو ہونا چاہیے۔ اس دلیل کے بعد انہوں نے حضرت اسماعیل کے نوعمر بیٹے محمد کو امام تسلیم کر لیا اس طرح حضرت اسماعیل پر کی ہوئی نص برقرار رہی۔ اور یہ لوگ حضرت اسماعیل بن امام جعفر الصادقؒ کی نسبت سے اسماعیلی۔(2) کہلائے۔ اور آئندہ امامت کا سلسلہ محمد بن اسماعیل کی اولاد میں جاری ہوا (جو حکومت کے حصول کے بعد امام محمد بن اسماعیل کے خلفاء کہلائے اور عباسی خلفاء کے مقابل ان کو فاطمی خلفاء کہا گیا)۔

اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ جن لوگوں نے حضرت موسیٰ الکاظمؒ کو ساتواں امام تسلیم کیا وہ "موسویہ" کہلائے اور ۲۶۰ھ / ۸۷۳ء میں بارہویں امام محمد المہدی کی غیبت کے بعد اثناء عشری (Twelvers) کہلائے اور ان کے

---

(1)۔ حضرت اسماعیل بن جعفر الصادقؒ کے متعلق متعدد اور دلچسپ روایات ہیں۔

(2)۔ اسماعیلیوں کے اور بھی نام ہیں۔ نوٹ: امامیہ (اثنا عشریہ) نے نص کی تبدیلی کا جواز اپنے عقیدہ 'بداء' کے تحت پیش کیا ہے۔ بداء کا عقیدہ یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ موقع و محل کے اعتبار سے اپنا ارادہ تبدیل کر دیتا ہے۔

مقابل اسماعیلی سبعیہ (Seveners) کہلائے۔(1)۔

اس باب کی تکمیل سے قبل یہ ضروری ہے کہ امامیہ (اثناء عشری) عقیدۂ امامت بھی اجمالی طور پر بیان کر دیا جائے تا کہ ناظرین کے سامنے پورا منظر ہو۔

عقیدۂ امامت (اثناء عشری) کا اجمالی بیان :۔

۱۔ جناب نبی کریم ﷺ کے بعد ان کے جانشین و خلیفہ 'امام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء و مرسلین (جن کا انتخاب امت یا قوم نہیں کرتی) کی طرح مقرر اور نامزد ہوتے ہیں۔

۲۔ وہ نبی ہی کی طرح معصوم ہوتے ہیں۔

۳۔ دنیا کبھی امام سے خالی نہیں ہوتی خواہ وہ ظاہر ہو یا غائب۔

۴۔ انبیاء و مرسلین ہی کی طرح ان کی اطاعت امت پر فرض ہوتی ہے۔

۵۔ انکا درجہ رسول اللہ ﷺ کے برابر اور دوسرے سب نبیوں سے بالاتر ہوتا ہے۔

۶۔ وہی امت کے دینی و دنیوی سربراہ اور حاکم ہوتے ہیں۔

۷۔ امت پر بلکہ ساری دنیا پر حکومت کرنا ان کا اور صرف ان کا حق ہے۔

۸۔ ان کے علاوہ جو بھی حکومت کرے وہ غاصب و ظالم اور طاغوت ہے۔

۹۔ امامت بغیر نص کے قائم نہیں ہوتی۔

۔(1) سبعیہ کہلانے کی اور بھی وجوہات ہیں۔ ۲۔ ایرانی انقلاب صفحہ ۲۸

نوٹ: ان روایات کے جن میں نبی کریم ﷺ یا (حضرت) علیؓ سے بارہ اماموں کے نام معہ تفصیلات زندگی نقل کیے گئے ہیں بعد میں وضع شدہ ہونے کیلئے اس غیر یقینی کیفیت سے بجز کسی ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی جو (امامیہ) میں مسلسل تفریق در تفریق پر منتج ہوئی کیونکہ اس کیفیت میں نہ تو راہ عمل کا تعین ہو سکا اور نہ یہ کہ کس کی پیروی کی جائے۔ (شیعان ہند' جو ہن نارمن ہو سٹر صفحہ ۸۰)

۱۰۔ امام وقت کا جاننا واجب ہے۔

۱۱۔ امام حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے سکتا ہے۔

اسماعیلیہ کا عقیدہ امامت :۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے امامیہ (اثنا عشری) اور امامیہ (اسماعیلیہ) میں شخصیتوں کی بنیاد پر اختلاف ہوا اس وجہ سے ان دونوں کے یہاں حضرت امام جعفر الصادقؒ کے بعد امامت کے سلسلے مختلف ہو گئے۔ لیکن عقیدہ امامت میں گو کوئی بنیادی فرق نہیں ہوا مگر اس کو علم حقیقت (عالم روحانی و عالم جسمانی کی ابتدا و انتہا) کے ساتھ ایسا وابستہ کر دیا کہ اسماعیلیہ کا امام اثناء عشریوں کے امام سے بلند ہو کر الوہیت کے درجہ پر پہنچ گیا جیسا کہ "باب اسماعیلی عقائد" میں بیان کیا جائے گا۔

اسماعیلیہ کے مختلف نام

اسماعیلی :۔ اسماعیل بن حضرت جعفر الصادقؒ کو امام تسلیم کرنے کی وجہ سے اسماعیلی کہلائے۔

باطنیہ :۔ اسماعیلیہ نے آگے چل کر قرآن پاک کے مطالب و معانی کے متعلق یہ عقیدہ پیش کیا کہ آیات قرآنی کے ایک معنی ظاہری ہیں اور ایک باطنی، باطنی معنی کا علم صرف امام کو ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اسماعیلیہ کو باطنیہ کہا گیا۔ دوسرے یہ لوگ خفیہ طریقے سے گھروں میں چھپ چھپ کر دعوت دیتے تھے اس لئے بھی باطنی کہلائے۔

سبعیہ :۔ سات کو ماننے والے' اسماعیلیوں کے یہاں سات کا عدد خصوصی اہمیت رکھتا ہے جیسا کہ آگے چل کر اسماعیلی عقائد کے باب میں بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ ان میں سے ایک گروہ کے عقائد کی رو سے حضرت اسماعیل / یا ان کے بیٹے محمد المکتوم ساتویں امام ہیں۔ لہذا یہ لوگ سبعیہ یعنی (seveners) کہلائے اور ان کے مقابل اثناء عشری (twelvers) کہلائے۔ سبعیہ کہلائے جانے کی اور بھی وجوہات بتلائی گئی ہیں۔

محمرہ :۔ بابک خرمی ؎(1) کی بغاوت کے دور میں یہ لوگ سرخ لباس ؎(2) پہنتے تھے اس لئے محمرہ کہلائے۔ بابک خرمی نے تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں بغاوت کی تھی۔

تعلیمیہ :۔ مخلوق کو امام معصوم کی تعلیم کی طرف بلانے کی وجہ سے ان کو "تعلیمیہ" کہا گیا۔

میمونیہ :۔ حمدان قرمط کے بھائی میمون نے فارس میں اسماعیلی دعوت دی لہذا قرامطہ کو فارس میں میمونیہ بھی کہا گیا۔

بعض مورخین نے اسماعیلیہ کا ذکر "روافض باطنیہ" کے عنوان سے کیا ہے۔ بعض نے ملاحدہ' کے تحت کیا ہے۔ (تاریخوں میں اور بھی کئی نام آتے ہیں)

؎(1) بابک خرمی نے تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں بغاوت کی۔

؎(2) ان میں مزدکی یعنی اشتراکی فکر کا بھی غلبہ تھا۔ ہو سکتا ہے موجودہ دور میں اشتراکیوں کا سرخ لباس "محمرہ" سے مستعار ہو۔ بہر حال فی زمانہ اشتراکیوں کا طریقہ کار بھی اسماعیلیوں کے نظام دعوت سے ملتا جلتا ہے۔

اسماعیلیہ اقتدار کے مختلف ادوار

اسماعیلیوں میں مزید فرقوں میں تقسیم اور عقائد میں ردوبدل سمجھنے کے لئے اسماعیلیوں کے دنیاوی اقتدار کے مختلف ادوار پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ مغربی افریقہ مصر، شام و حجاز ۲۹۷ھ تا ۵۶۷ھ / ۹۰۹ء تا ۱۱۷۱ء اس دور کو فاطمی دور خلافت کہا جاتا ہے۔ اسماعیلیوں نے سیاسی اقتدار کے حصول کے بعد اپنے امام کو خلیفہ بھی کہا اور عباسی خلفاء کے بالمقابل فاطمی خلفاء کہلوایا کیوں کہ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ صحیح النسب فاطمی ہیں۔ انھوں نے اپنے القاب بھی عباسیوں کے طرز پر رکھے۔

۲۔ شمالی ایران اور ملحقہ علاقہ ۴۸۳ھ تا ۶۵۴ھ / ۱۰۹۰ء تا ۱۲۵۶ء۔

۳۔ محدود علاقوں میں مختصر مدتوں تک بالخصوص یمن میں، عراقی پہاڑیوں اور شام کے ساحلی علاقوں میں۔

۴۔ ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں بغداد پر ایک سال تک اسماعیلی (فاطمی) قبضہ رہا۔

فاطمی امام / خلیفہ

۱۔ ابو محمد عبداللہ المہدی باللہ ۲۹۷ھ / ۹۰۹ء

۲۔ ابوالقاسم محمد القائم بامر اللہ ۳۲۲ھ / ۹۳۴ء

۳۔ ابو طاہر اسماعیل المنصور باللہ ۳۳۴ھ / ۹۴۵ء

۴۔ ابو تمیم معد المعز لدین اللہ ۳۴۱ھ / ۹۵۲ء

۵۔ ابو منصور نزار العزیز باللہ ۳۶۵ھ / ۹۷۵ء

۶۔ ابو علی الحسین الحاکم بامر اللہ   ۳۸۶ھ / ۹۹۶ء

۷۔ ابو معد علی الظاہر (لاعزاز دین اللہ) ۴۱۱ھ / ۱۰۲۰ء

۸۔ ابو تمیم معد المستنصر باللہ   ۴۲۷ھ / ۱۰۳۵ء

۹۔ ابو القاسم احمد المستعلی باللہ   ۴۸۷ھ / ۱۰۹۵ء

۱۰۔ ابو علی منصور الآمر باحکام اللہ   ۴۹۵ھ / ۱۱۰۲ء   ۵۲۴ھ / ۱۱۳۰ء

امام طیب کے نائبین

ابو المیمون عبد المجید الحافظ لدین اللہ ۵۲۴ھ / ۱۱۳۰ء

ابو منصور اسماعیل الظافر لاعداء اللہ ۵۴۴ھ / ۱۱۴۹ء

ابو القاسم عیسیٰ الفائز بامر اللہ   ۵۴۹ھ / ۱۱۵۴ء

ابو محمد عبد اللہ العاضد لدین اللہ   ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء   ۵۶۷ھ / ۱۱۷۲ء

نوٹ :۔ فاطمیوں کو عبید اللہ المہدی کی نسبت سے "مہدویہ" بھی کہا گیا۔ او

عباسیوں کے سیاہ لباس کے مقابل سفید لباس اختیار کرنے کی وجہ سے "مبیضہ

بھی کہا گیا۔

باب سوم

اسماعیلیہ کی شاخیں

قرامطہ :۔

اسماعیلیوں نے قریباً سو سال تک (۱۳۳ھ تا ۲۴۲ھ / ۷۵۱ء تا ۸۵۶ء) محمد بن اسماعیل کے نام پر اپنی خفیہ دعوت (یعنی دینی و دنیاوی رہنمائی و حکومت کا حق بنی فاطمہ میں صرف محمد بن اسماعیل کا ہے) کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کی دعوت کا مرکز شام میں سلمیہ اور ایران میں نہاوند رہا۔ ان کے ائمہ موسویوں کے برخلاف قطعی طور پر مستور رہتے تھے۔ تھوڑے وقفہ کے بعد اپنی جائے قیام بدلتے رہتے تھے۔ ان کا عوام سے رابطہ صرف داعیوں کے ذریعہ ہوتا تھا۔ براہ راست کوئی ان سے نہ مل سکتا تھا۔ اس لئے ان کو ائمہ مستورین کہا جاتا ہے۔ ان کے عقیدت مندوں میں پہلا اختلاف امام احمد بن امام عبداللہ بن امام محمد بن اسماعیل کے ۲۴۲ھ / ۸۵۶ء میں انتقال کے بعد ہوا۔ ایک گروہ نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ امام محمد بن اسماعیل ساتویں اور آخری امام ہیں۔(1)۔ جو قیامت سے قبل ظاہر ہوں گے جب کہ دوسرا گروہ ائمہ مستورین کا سلسلہ محمد بن اسماعیل کی اولاد میں جاری رہنے کا قائل تھا۔ پہلے گروہ کا قائد داعی حسین

---

(1) Shorter Encyclopaedia of Islam میں ایوانو Ivanow نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ محمد بن اسماعیل کے انتقال کے بعد ہی یہ عقیدہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ ساتویں اور آخری امام ہیں جو روز آخرت ظاہر ہوں گے۔ یہی لوگ تیسری صدی کے اواخر میں قرامطہ کہلائے۔

اہوازی تھا یا حمدان قرمط، حمدان قرمط پستہ قد تھا اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھتا تھا۔
وجہ سے یہ قرمط کہلایا جانے لگا۔ حمدان قرمط کی آنکھیں سرخ تھیں۔ ا
شخص کو نبطی زبان میں کرمینہ کہتے ہیں جو رفتہ رفتہ قرمط ہو گیا۔ بہر حال حم
داعی کے لقب کی بنیاد پر اس سے اتفاق کرنے والے "قرمطی" کہلائے
قرامطہ جمع ہے قرمطی کی۔ اس عقیدے میں اختلاف کے بعد حمدان قرمط
ایک دوسرے داعی عبدان کے ساتھ ۲۶۸ھ / ۸۸۱ء میں کوفہ سے
علیحدہ دعوت کا آغاز کیا۔ اس طرح قرمطیوں کا سلسلہ اسماعیلیوں کے مرکز
سے کٹ گیا اور یہ ایک علیحدہ گروپ کی حیثیت سے کچھ عرصہ تک ز
رہے۔(1)

فاطمی (مغربی اسماعیلی) :۔

اسماعیلیہ کا دوسرا گروہ جو محمد بن اسماعیل کی اولاد میں امارت جاری ر
قائل تھا اور جس کا مرکز سلمیہ تھا رفتہ رفتہ زور پکڑتا گیا۔ ان کے داعی دور
تک اسلامی ممالک میں خفیہ طریقوں سے فاطمی دعوت کے لئے کام کر
رہے۔ ابتداء میں ان کو یمن میں کامیابی ہوئی۔ لیکن پہلی سیاسی کامیابی
افریقہ (مراکش اور برکہ کے درمیان) میں ہوئی جہاں وہ حکومت قائم کر

---

(1) "بعض مورخوں کو دھوکا ہوا ہے کہ قرامطہ سے اسماعیلی نکلے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسماعیلیو
کئی شاخیں ہوئیں جن میں پہلی اہم قرامطہ ہے۔" ڈاکٹر زاہد علی تاریخ فاطمیین مصر صفحہ ۴۲
دوم۔

میں کامیاب ہو گئے۔ ان کا پہلا حکمران ابو محمد عبداللہ المہدی باللہ ہوا۔(1)۔
جو اسماعیلیہ کا گیارہواں امام اور خلیفہ بھی تھا۔ اس سلسلہ کے حکمرانوں نے
عباسی خلفاء کے مقابلہ میں خود کو فاطمی خلفاء کہلوایا اور یہ لوگ فاطمی کہلائے
اگرچہ یہ کوئی علیحدہ شاخ نہ تھی۔ ائمہ مستورین کے مقابلہ میں ان حکمرانوں کو
ائمہ ظاہرین کہا گیا۔

فاطمیوں کی شاخیں۔ دروزیہ / حاکمیہ :۔

فاطمیوں میں ائمہ ظاہر کا جو سلسلہ ۲۹۷ھ / ۹۰۹ء سے شروع ہوا تھا وہ
برابر چلتا رہا۔ ان میں پہلا اختلاف قریباً سو سال بعد ۴۱۱ھ / ۱۰۲۰ء میں امام و
خلیفہ الحاکم بامر اللہ کے انتقال کے بعد ہوا۔ فاطمیوں کے ایک گروہ نے حاکم کو
(نعوذ باللہ) خدا مانا۔ ان کے قائد مشہور عجمی داعی حسین بن حیدرہ فرغانی، حمزہ بن
زوزنی اور محمد بن اسماعیل درازی تھے۔ محمد بن اسماعیل ایران میں ایک مقام "دراز"
کا رہنے والا تھا اگرچہ اس فرقہ کا حقیقی بانی حمزہ بن زوزنی تھا لیکن محمد بن اسماعیل
درازی کی نسبت سے یہ لوگ درازی کہلائے جو رفتہ رفتہ "دروزی" ہو گیا۔
انحراف عقائد کے بعد یہ لوگ مصر سے لبنان چلے گئے اور وہی ان کا صدر مقام ہو
گیا اور ان کا تعلق اس زمانہ میں ہی مرکزی اسماعیلی دعوت سے کٹ گیا۔ دروزی
آگے چل کر دو حصوں میں بٹ گئے۔ عقال اور جہال، جہال مذہبی پابندیوں سے

---

(۱) مہدی کا اصل نام عبداللہ تھا مگر یہ عبیداللہ کے نام سے مشہور ہوا حتیٰ کہ اس سلسلہ کے
حکمران "عبیدیون" کہلائے۔ اور اصل نام کا انکشاف بعد میں ہوا۔ اس نے تقیہ کے طور پر اپنا نام
عبیداللہ کو لیا تھا۔ (تاریخ فاطمین مصر جلد اول صفحہ ۲۸)

آزاد ہیں ۔ (موجودہ کیفیات علیحدہ باب میں بیان کی گئی ہیں)

نزاریہ یا نزاری (مشرقی اسماعیلی) :۔(1)

فاطمیوں میں دوسرا اور شدید اختلاف ان کے امام /
المستنصر باللہ کے انتقال کے وقت ۴۸۷ھ میں ہوا۔ المستنصر کے بیٹوں
اور مستعلی میں حق امامت سے متعلق اختلاف ہوا۔ اس کشمکش میں نزار اور ا
ایک بیٹا قتل ہوئے جب کہ نزار کے ایک بیٹے (الہادی یا المہتدی) کو مشہور
حسن بن صباح پوشیدہ طریقہ سے ایران لے آیا۔ ایران میں اس کی پرورش ہو
نزار اور اس کے بیٹے کے متعلق بہت سی روایات ہیں اور اختلاف کی نوعیت با
ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت امام جعفر الصادقؓ کے زمانہ میں حضرات اسماعیل
موسیٰ کاظم میں ہوئی تھی۔ بہر حال نزار اور اس کے بعد اس کی اولاد میں امامـ
سلسلہ جاری رہنے کا عقیدہ رکھنے والے "نزاری" کہلائے اور ان کا مرکز ا
(قلعہ الموت ۔(2)) ہو گیا۔ ایران سے شام میں بھی اسماعیلی (نزاری) دعوت
سلسلہ جاری رہا اور شام میں بھی نزاریوں کی خاصی تعداد رہی اگرچہ وہ آگے چل
ایرانی مرکز سے علیحدہ ہو گئے۔ ایرانی نزاریوں میں بھی کچھ عرصہ کے بعد اختلا
ہوا۔ ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی میں نزاری امام شمس الد

موجودہ کیفیات علیحدہ باب میں دیکھیے۔

۔(1) ان کو حشیشین بھی کہا گیا جس سے انگریزی لفظ Assasins نکلا۔ دیکھیے ڈکشنری Twentieth Century Chamber جس کے مختصر معنی یہ ہیں "قتل کرنے والا"۔ دیکھیے The History of the Concise Oxford Assasins از فان ہمر (ترجمہ) چارلس

۔(2) یہ قلعہ قزوین کے شمالی میں ضلع رودبار میں واقع تھا۔ اس کو "شکرے کا گھونسلا" gle's nest کہا جاتا تھا۔ بعض نے اس کو "گدھ کا گھونسلا" بھی کہا

محمد کے زمانۂ امامت میں نزاری دو حصوں میں بٹ گئے۔ کچھ نزاریوں نے امام شمس الدین کے بیٹے قاسم شاہ کو امام تسلیم کیا اور باقی نزاریوں نے قاسم شاہ کے بھائی مومن شاہ کی اولاد میں محمد شاہ کو امام مانا۔ پہلا گروہ قاسم شاہی کہلایا اور دوسرا محمد شاہی۔ نزاری امامت (قاسم شاہی) کا سلسلہ ایران میں جاری رہا۔ ان کی دعوت کے مراکز آذربائجان، بابک، کہک، انجدان، کرمان، یزد اور محلات رہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں اس سلسلہ کے امام حسن علی خاں المعروف بہ آغا خاں اوّل ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء -(1) میں افغانستان ہوتے ہوئے ہندوستان آئے۔ ان کا حلقۂ اثر ممبئی و نواحی علاقوں میں رہا۔ آج کل اس سلسلہ کے ۴۹ ویں امام کریم الحسینی المعروف بہ آغا خاں چہارم ہیں۔ نزاریوں کے حاضر امام صاحب الزماں کہلاتے ہیں۔

خوجے :۔

ایران کی نزار امامت کے داعیوں نے ایران و شام کے علاوہ شمالی ہندوستان کے صوبوں کشمیر، پنجاب نیز گجرات میں بھی سرگرمی دکھلائی اس سلسلہ میں کئی نام آتے ہیں مثلاً نور الدین شاہ جو "نورست گردو" کے نام سے مشہور ہوئے، پیر شمس سبزواری (جن کا مزار ملتان میں ہے) اور پیر صدر الدین اور ان کے بیٹے جنہوں نے ہندوؤں کے اصول اختیار کئے۔ ان داعیوں کی کوششوں سے جو لوگ اسماعیلی ہو گئے ان کو خواجہ کہا گیا جو بگڑ کر "خوجہ" یا "کھوجہ" ہو گیا۔ ان لوگوں

-(1) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ جلد چہارم صفحہ ۲۵ (آغا خاں کا خطاب امام حسن علی خاں کو ایران کے حکمراں فتح علی شاہ قاچار نے دیا تھا)

میں سے بیشتر نے آگے چل کر یا تو اہل سنت کے عقائد اختیار کر لئے یا اثناء عشریوں میں شامل ہو گئے۔ جو باقی رہ گئے ان میں سے اکثر پنجاب' سندھ اور شمالی پاکستان میں موجود ہیں مگر یہ لوگ ممبئی و نواح کے خوجوں سے بالکل مختلف ہیں۔(1)۔

امام شاہی / ست پنتھی :۔

یہ نزاری سلسلہ کے ایک اور مبلغ سید امام الدین کے پیرو ہیں جن کی وفات ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء میں ہوئی ان کا نام شاہی / ست پنتھی طریقہ کبیر پنتھی اور نانک پنتھی سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔ ان کی جماعت ایک شخص کے ہاتھ میں ہے جو "کاکا" کہلاتا ہے جو عرصہ سے ہندو ہوتا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ باطنی طور پر مسلمان ہے۔ ان میں کچھ ظاہری طور پر ہندو ہوتے ہیں جن کو "گپتی" (پوشیدہ) کہا جاتا ہے اور جو ظاہری طور پر مسلمان ہوتے ہیں ان کو مومنہ کہا جاتا ہے۔ یہ زیادہ تر گجرات (ہندوستان) میں ہیں اور نزاریوں کے دوسرے سلسلے یعنی آغا خانی جماعت کے سلسلہ امامت کے پابند نہیں۔

مستعلویہ یا اسماعیلیہ (طیبی) :۔

فاطمیوں کے وہ افراد جنہوں نے ۴۸۷ھ / ۱۰۹۵ء میں نزار کی بجائے المستنصر باللہ کے دوسرے بیٹے احمد المستعلی باللہ کو امام و خلیفہ تسلیم کیا وہ نزاریہ کے مقابل مستعلویہ کہلائے۔ آگے چل کر مستعلویوں کے آخری امام / خلیفہ ابو علی

---

(1) آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام صفحہ ۳۵۰۔۳۵۱۔ ایضاً

منصور الآمر باحکام اللہ کو (اس اختلاف کی بنا پر جو چلا آرہا تھا) نزاریوں نے قتل کر دیا اور اس کے کمسن بیٹے کو غائب کر دیا گیا یا مستعلی اصطلاح میں اس نے غیبت اختیار کرلی۔ اس طرح مستعلویہ میں دوبارہ دور ستر شروع ہو گیا جو تاحال جاری ہے۔ مستعلویہ میں بھی انتشار پیدا ہوا اور فاطمی خلافت مصر کے خاتمہ سے قبل ہی ان کو اپنی دعوت کا مرکز یمن منتقل کرنا پڑا۔ ان میں اگرچہ امام غیبت ~(1) میں ہے لیکن دعوت کا سلسلہ داعیوں کے ذریعہ جاری ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اگرچہ امام طیب غائب ہو گئے ہیں لیکن ان کی اولاد میں امامت کا سلسلہ برابر جاری ہے اگرچہ وہ امام وقت ہم کو نظر نہیں آتے۔ مستعلویہ کو یمن میں مختصر مدت کے لئے اقتدار بھی ملا لیکن وہ قریباً پانچ سو سال تک یمن میں خاموش زندگی گزارتے رہے۔ ان کی دعوت کو اس درمیان میں ہندوستان میں کامیابی ہوئی اور ان کا مرکز ۹۴۶ھ / ۱۵۴۰ء میں احمد آباد (گجرات) منتقل ہو گیا' ہندوستان میں پہلا داعی یوسف بن سلیمان ہے۔ احمد آباد میں ۲۶ ویں داعی داؤد بن عجب شاہ کے انتقال کے وقت ۹۹۹ھ / ۱۵۹۱ء میں مستعلویہ دو حصوں میں بٹ گئے۔ ان کی اکثریت نے داؤد بن قطب شاہ کو ۲۷ واں داعی مانا۔ داؤد بن قطب شاہ کو داعی تسلیم کرنے والے "داؤدی" کہلائے جب کہ سلیمان بن حسن کو داعی تسلیم کرنے والے سلیمانی کہلائے۔ یمن میں سلیمانی داعی موجود ہے اسی طرح برصغیر ہندوپاک میں ۵۲ ویں داؤدی داعی سیدنا برہان الدین ہیں۔ یہ لوگ کلیتہً تجارت سے متعلق ہیں

~(1) امام کی غیبت میں مصر میں نائبین نے ۵۲۴ھ سے ۵۶۷ھ / ۱۱۳۰ء سے ۱۱۷۲ء تک حکومت بھی کی۔

اس لئے بوہرے کہلاتے ہیں۔ بوہرہ کے معنی تاجر کے ہیں۔ ان میں داؤدی و سلیمانی بوہروں کے علاوہ علیہ اور مہدی باغ والے بھی ہیں ان کی زبان گجراتی ہے۔ (اس باب کا زیادہ تر حصہ تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم فصل ۳۱ سے لیا گیا ہے)

نزاریوں (آغاخانیوں) میں حالیہ اختلاف :۔

۱۹۵۷ء میں نزاریوں کے ۴۸ ویں امام سلطان محمد شاہ (آغا خاں سوئم) کے انتقال کے بعد ان کے جانشین کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا۔ ایک طبقہ نے جو باپ کے بعد بیٹے کی امامت کے قائل ہیں کریم الحسینی کو جو آغا خاں سوئم کے پوتے ہیں ۴۹ واں امام تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ گروہ آغا خاں سوئم کے بعد ان کے بیٹے علی سلمان خاں کو (جو شہزادہ علی خاں کے نام سے مشہور تھے) ۴۹ واں امام مانتا ہے اور انکے انتقال کے بعد ان کے دوسرے بیٹے امین الحسینی کو پچاس واں امام مانتا ہے (واضح رہے کہ اس اصول کو قائم رکھنے کے لئے نزاری حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ کی بجائے حضرت حسینؓ کو امام مانتے ہیں)۔

باب چهارم(1)

اسماعیلیہ کے اعتقادات (ابتدائی دور میں)

اگرچہ اس تالیف کا مقصد اسماعیلیہ کا تاریخی نقطۂ نظر سے تعارف کرانا ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اسماعیلیوں کے اعتقادات کا ذکر بھی ضروری ہے تاکہ ان کے تاریخی کردار کا پس منظر بھی سامنے آسکے۔ اس غرض سے ہم تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے صرف اہم ترین امور پر اکتفا کریں گے۔ ان امور میں سب سے پہلے اسماعیلی علوم آتے ہیں جن سے ان کے عقائد اس حد تک وابستہ ہیں کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

اسماعیلی علوم :۔

علم تاویل :۔ شرعی احکام کی تاویل کو علم تاویل کہتے ہیں۔ اس علم کی بنیاد اس فکر پر ہے کہ تمام انبیاء کی شریعتیں رموز و ممثولات پر مبنی ہیں جو تاویل میں بیان کی جاتی ہیں۔ یعنی جو شریعت کوئی نبی وضع کرتا ہے اس کے احکام میں ایسے امور کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو اس کا مقصود اصلی ہوتا ہے۔ تاویل کو شریعت کی حکمت' دین کا راز اور علم روحانی اور علم باطنی بھی کہتے ہیں نبی کا فریضہ ہے کہ وہ

۔(1) یہ پورا باب تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم کے ابواب ۳۲' ۳۳' ۳۴ اور ۳۵ سے لیا گیا ہے۔

لوگوں کو شریعت کے ظاہری احکام بتائے اور وصی کا کام یہ ہے کہ وہ ان کو ان کی تاویلوں سے آگاہ کرے۔ تاویلات کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان علماء کو بھی ہوتا ہے جو علم میں راسخ ہوتے ہیں یعنی انبیاء' اوصیا اور ائمہ' تاویلات میں یکسانیت ضروری نہیں یعنی ایک حکم کی تاویلات ایک سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں کیوں کہ تاویلات بیان کرتے وقت سامع کی لیاقت' تقاضائے وقت اور حد امکان کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے' اسی لئے علم تاویل خاص درجہ والوں کو سکھایا جاتا ہے ہر ایک کو نہیں۔

تاویل کے چند نمونے

نماز (ظاہر یا مثل)	باطن یا ممثول
(۱) نماز پڑھنا	داعی کی دعوت میں داخل ہونا۔ یا حضرت رسول خدا ﷺ کا اقرار کرنا کیوں کہ صلوٰۃ اور محمد ﷺ میں چار چار حروف ہیں۔
(۲) قبلہ کی طرف متوجہ ہونا	امام کی طرف متوجہ ہونا۔
(۳) ظہر کی نماز	رسول خدا ﷺ کی دعوت میں داخل ہونا کیونکہ آپ کے نام محمد ﷺ میں چار حرف ہیں اور ظہر کی بھی چار رکعتیں ہیں۔
(۴) عصر کی نماز	حضرت علیؑ یا صاحب القیامہ کی دعوت میں داخل ہونا۔

(۵) مغرب کی نماز	آدمؑ کی دعوت میں داخل ہونا، کیونکہ لفظ آدم میں تین حرف ہیں اور مغرب کی بھی تین رکعتیں ہیں
(٦) عشاء کی نماز	چار نقیبوں کی دعوت میں داخل ہونا جو بارہ نقیبوں میں بڑی فضیلت والے ہیں۔
(۷) فجر کی نماز	مہدی اور ان کی حجت کی دعوت میں داخل ہونا۔
(۸) تکبیرۃ الاحرام (یعنی دونوں ہاتھوں کو چہرے کے مقابلے میں لانا جس میں ساتھ منافذ ہیں)	امام حجت اور سات ناطقوں کا اقرار کرنا اور ان کے درمیان فرق نہ کرنا۔
(۹) قیام کی حالت میں (ارسال الیدین ہاتھ پر ضم نہ کرنا)	حجت کو امام سے نہ امام کو حجت سے چھپانا
(۱۰) رکوع و سجود	حجت اور امام کی معرفت اور اطاعت۔

لا الٰہ الا اللہ کی تاویل

(۱) لا الٰہ (فصل اوّل)	حدود سفلیہ (اس لئے کہ اس میں نفی ہے)
(۲) الا اللہ (فصل دوم)	حدود علویہ (اس لئے کہ اس میں اثبات ہے)
(۳) لا (کلمۂ اول)	اساس
(۴) الٰہ (کلمۂ دوم)	ناطق
(۵) الاّ (کلمۂ سوم)	لوح

(۶) اللہ (کلمۂ چہارم)	قلم
(۷) سات فصلیں	سات ناطق یا امام
لا۔ا۔لہ۔ا۔لا۔ا۔للہ	

محمد رسول اللہ ﷺ کی تاویل

(۱) تین کلمے	محمد رسول اللہ ﷺ اسرافیل، میکائیل، جبریل یا امام، حجت لاحق۔
(۲) چھ فصلیں محمد۔ر۔سو۔ل۔ا۔للہ	چھ ناطق جو اولوالعزم ہیں (نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور آنحضرت ﷺ)
(۳) بارہ حروف م۔ح۔م۔د۔ر۔س۔و ل۔ا۔ل۔ل۔ہ	بارہ لواحق یعنی حجتیں جو زمین کے بارہ جزائر میں بھیجے جاتے ہیں۔
	جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اس نے تمام دعوت کے حدود (ارکان) کا اقرار کرلیا۔

(داعی، امام، حجت، ناطق، اساس، لاحق وغیرہ اسماعیلی دعوت کے ارکان ہیں۔ ان سے متعلق نقشہ آئندہ صفحات میں دیا جارہا ہے۔ اسی طرح لوح و قلم کا تعلق علم حقیقت سے ہے جس کا ذکر اسی باب میں کیا گیا ہے)۔

نوٹ :۔ اسماعیلیہ مکمل قرآن پاک کی تاویلات مرتب نہ کرسکے کیوں کہ ایسا ممکن ہی نہ تھا۔(1)

---

(1)۔ تاریخ تفسیر و مفسرین صفحہ ۴۶۳ [تاریخ تفسیر و مفسرین میں اسماعیلیہ (باطنیہ) سے متعلق پورا باب مطالعہ کے قابل ہے]

اسماعیلی تاویلات کے مآخذ :۔

تاویلات جن کے نمونے اوپر پیش کیے گئے ہیں وہ اسماعیلی داعیوں کی مرتب کردہ کتابوں میں محفوظ ہیں۔ اس سلسلہ میں کئی کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ کتابیں تیسری اور چوتھی صدی ہجری کی ہیں۔ بعض کے صرف حوالے ملتے ہیں بعض موجود ہیں۔ ان کتابوں کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان کو بلا اجازت امام نہیں پڑھا جاسکتا تھا۔ فارسی زبان میں حکیم ناصر خسرو علوی (جو مشہور اسماعیلی داعی تھا) کی کتاب "وجہ دین" تاویلات ہی سے متعلق ہے دراصل اس کتاب سے ہی اسماعیلی تاویلات کا علم ہو سکا۔ ورنہ یہ علم بھی ائمہ کی طرح مستور ہی رہتا۔ کیوں کہ اسماعیلیہ کے یہاں کشف المستور کو ایمان کی کمزوری سمجھا جاتا ہے۔

تاویلات سے متعلق "ایوانو" کی رائے :۔ (1)

اسماعیلی تاویلات سے متعلق ایک معروف کتاب "اساس التاویل" ہے اس کے متعلق ایوانو نے لکھا ہے :

It is remorkable for its monotony and lack of origi-

"nality

ترجمہ : اس کی خصوصیت تکرار ہے اور اس میں ندرت کا فقدان ہے۔ ایک اسماعیلی فاضل خود اقرار کرتا ہے (2) :

This sort of hair splitting which they call 'tawil' .

---

(1)۔ (2) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۹۲

and 'Haqiqat' is inattractive and incomprehen-sible for a European reader"

ترجمہ: اس قسم کی موشگافیاں جس کو وہ تاویل اور حقیقت کہتے ہیں یورپی ناظرین کے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتیں اور ان کے لئے ناقابل فہم ہیں۔ اسماعیلی فاضل کے اس اعتراف سے تاویلات کی نوعیت اور جو چیز سمجھ سے بالاتر ہو اس کی افادیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

تاویلات کے اثرات خود اسماعیلیوں پر:۔

اگرچہ تاویلات بیان کرنے کے لئے یہاں تک احتیاط برتی جاتی تھی کہ داعیوں کو یہ ہدایت تھی کہ ابتدا میں رمزو اشارہ سے کام لیا جائے (اس کا اصطلاحی نام حد الرضاع' تھا) تاکہ آہستہ آہستہ مقاصد کی تصریح کی جاسکے۔ لیکن اس کے باوجود تاویلات کا علم جیسے ہی لوگوں کو ہوا تو انہوں نے ظاہری اعمال ترک کر دیئے مثلاً جب یہ معلوم ہوا کہ "جنت" سے مراد "دعوت" ہے اور اعمال شریعت کے ممثولات "دعوت" کے ارکان ہیں تو ارکان کو تسلیم کر کے ظاہری اعمال سے فراغت حاصل کرلی۔ اس اثر سے خود اسماعیلی داعی بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ ڈاکٹر زاہد علی دو معروف داعیوں کے متعلق لکھتے ہیں۔(1) کہ جب ان کو "شراب" کے باطن کا علم ہوا تو انہوں نے شراب کو حلال سمجھ لیا۔ مختصراً تاویلات کی صحیح حیثیت کے اخفاء سے خود اسماعیلی کئی فرقوں میں بٹ گئے۔(2)۔

1،2۔ تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۹۴

تاویلات کی حیثیت :۔

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اسماعیلی اعتقادات کے اعتبار سے نبی کا کام صرف ظاہری شریعت بیان کرنا ہے اور تاویل بیان کرنا وصی یا ائمہ کا کام ہے۔ لہذا صاف واضح ہے کہ ائمہ کی اپنی حیثیت سے بیان کردہ تاویلات کی سند براہ راست احادیث نبوی میں تلاش کرنا عبث ہے۔ اس صورت میں ایک سیدھے سادے مسلمان کے لئے بھی اسماعیلی تاویلات کی حیثیت کے تعین میں کوئی مشکل نہیں رہتی۔

علم حقیقت

عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتداء و انتہاء' رسالت' وصایت' امامت' قیامت' بعث و حشر سے متعلق بیان کو علم حقیقت کہتے ہیں ان حقائق کا اختصار قریب قریب ناممکن ہے کیوں کہ ایک بیان دوسرے بیان سے اس طرح وابستہ ہے کہ جب تک پہلی بات تفصیلی طور پر سمجھ میں نہ آئے دوسری بات کا سمجھ میں آنا ممکن ہے دوسرے اس میں اس قدر پیچ در پیچ ہیں کہ ان کو ذہن نشین کرنا ہی مشکل ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے لیکن ہم کوشش کریں گے کہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند چیزوں سے متعلق حقائق پیش کر کے علم حقیقت کا تعارف کرا سکیں۔

عالم روحانی کی ابتداء :۔

عالم لبداع :۔ مبدع تعالیٰ نے ابتداء میں اپنی قدرت سے بے انتہا نورانی صورتیں آن واحد میں پیدا کیں جو حیات، علم، قدرت میں یکساں تھیں۔ ان کا جلال، شرف، فضل وکمال انتہائی تھا۔ ان صورتوں کا نام "عالم لبداع" ہے۔

عقل اول :۔ ان میں ایک صورت نے بغیر کسی تعلیم اور الہام ۔(1) کے اپنے مبدع کی وحدانیت کی گواہی دی اور اسے "علم ماکان ویکون" کی دولت مل گئی۔ عقل اوّل کے دوسرے نام مبدع لوّل۔ "سابق"۔ "قلم" ہیں۔

عقل ثانی و ثالث یا عقل عاشر :۔ دو اور صورتوں نے پہلی صورت (عقل اول) کو دیکھ کر یکے بعد دیگرے وحید کا اقرار کیا۔ ان دو صورتوں میں پہلی صورت کو سبقت کی وجہ سے علم وماکان ویکون مل گیا۔ اس کے نام منبعث اول یا نفس کلی اور "لوح" ہوئے۔ تیسری صورت میں (دو میں سے دوسری) نے عقل ثانی کی سبقت کا اعتراف نہ کیا (یہ گناہ ہوا) لہٰذا اس کو کوئی درجہ نہ ملا۔ اس کو عقل ثالث کہا گیا لیکن گناہ کے اعتراف کے بعد "عقل عاشر" کہلائی۔

دوسری سات عقلیں :۔ عقل اول اور ثانی کی دعوت پر سات عقلوں نے دعوت کا جواب دیا۔ ہر عقل کے ساتھ صورتوں کی ایک بڑی جماعت ان کی پیروی کرتی تھی۔

۔(1) بغیر کسی تعلیم اور الہام کے قابل غور ہے۔

ہیولیٰ اور جسم کلی :۔ عقل عاشر نے (معافی گناہ کے بعد) ان صورتوں کو توحید کی دعوت دی جو اس کے اتباع میں گمراہ ہوئی تھیں۔ ان گمراہ صورتوں کا نام ہیولیٰ ہے۔ مگر یہ گمراہ صورتیں راہ راست پر نہ آئیں اور ان میں تاریکی بڑھتی گئی۔ ان کی پہلی' دوسری اور تیسری حرکت سے ان کی ذات میں طول و عرض و عمق پیدا ہوا اور یہ صورتیں مجسم ہو کر جسم کلی کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ یہ سب کچھ عقل عاشر کے ارادے سے ہوا اس لئے عقل عاشر کو عالم طبیعت کا مدبر کہتے ہیں۔

تخلیق زمین و آسمان و شخص بشری کو ظہور

عقل عاشر نے ان گناہ گار صورتوں سے افلاک و کواکب بنائے' ان ہی سے عناصر یعنی پانی' مٹی' ہوا اور آگ تیار کی اور ان صورتوں کے ایک گروہ سے صخرہ بنایا جو بہت سخت پتھر کا گولہ ہے اور افلاک کا مرکز ہے جس کے گرد وہ گھومتے ہیں۔ صخرہ کو ہم زمین کہتے ہیں' افلاک و سیاروں کی حرکت سے عناصر میں تبدیلیاں ہوئیں اور موالید ثلاثہ یعنی معدنیات' نباتات اور حیوانات ظہور میں آئے۔ ہر سیارے کے دور میں لوگوں کے خمائر (جمع خمیر) تیار ہوئے تقریباً پچاس ہزار سال میں انسان وجود میں آیا۔ وہ اس طرح کہ مختلف مراحل سے گذر کر دو تخم کے پانی ملنے سے ۹ ماہ بعد ایک شے بن گئی جو انسان کہلایا ابتداءً نر بچے تیار ہوئے پھر مادہ بچے پیدا ہوئے اور دنیا کے تمام جزیروں میں انسان پیدا ہونے لگے۔

دنیا میں ۲۸ بہترین اشخاص اور صاحب جثۂ لبداعیہ

بہترین انسان سراندیپ (لنکا) میں پیدا ہوئے جن کی تعداد ۲۸ ہے ان میں سے ایک شخص کو بغیر کسی تعلیم اور الہام[1] کے اپنے خالق کا خیال پیدا ہوا یہ باقی ۲۷ کا سردار رہتا۔ یہ ۲۷ اولوا العلم کہلائے۔ (اسماعیلی دعوت کے بھی ۲۷ ارکان ہیں جن کا ذکر ہم آگے کریں گے)

ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اب تک بیان کیا ہے اگرچہ وہ حد درجہ مختصر ہے اس کے باوجود اس قدر نامانوس ہے کہ اس سے ناظرین کی طبیعتوں پر گرانی ہوئی ہوگی لہذا صاحب جثۂ لبداعیہ سے آگے سلسلہ کو منقطع کر کے حضرت آدم تک پہنچنے کے لئے علم حقیقت کے اعتبار سے مختلف ادوار کا ذکر کرتے ہیں:

دور کشف :۔ صاحب جثہء لبداعیہ کے زمانہ سے جو دور شروع ہوتا ہے وہ دور کشف کہلاتا ہے۔ اس دور میں امام ظاہر ہوتا ہے۔ تمام زمین پر اس کی حکومت ہوتی ہے۔ علم باطن چھپایا نہیں جاتا۔ بلکہ کھلم کھلا بیان کیا جاتا ہے۔ لوگ متقی اور پرہیز گار نکلتے ہیں اس دور کی مدت پچاس ہزار سال ہے۔ اس دور میں جو امام ظاہر ہوتا ہے وہ جثہء لبداعیہ کی نسل سے ہوتا ہے اور "مستقر امام" کہلاتا ہے۔

دور فترت :۔ دور کشف کے ختم پر دین میں آہستہ آہستہ کمزوری آتی جاتی ہے ائمہ کے اضداد کا غلبہ ہوتا جاتا ہے۔ تقریباً تین ہزار سال یہی صورت رہتی ہے۔ یہ دور فترت کہلاتا ہے۔

---

[1] بغیر کسی تعلیم اور الہام کے قابل غور ہے۔

دور ستر :۔ دور فترت کے بعد دور ستر شروع ہوتا ہے۔ اس میں امام مخفی ہو جاتا ہے۔ اس کے دشمن اس کا حق چھین لیتے ہیں۔ فسق و فجور بڑھ جاتا ہے یہ دور سات ہزار سال رہتا ہے۔ اس دور میں کبھی کبھی مستقر امام بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس دور کی ابتداء حضرت آدمؑ سے ہوئی جو اس دور (یعنی دور ستر) کے پہلے نبی ہیں۔

حضرت آدمؑ اور ان کی حقیقت :۔ دور فترت میں مستقر امام نے مخالفانہ حالات دیکھ کر خود کو بھی چھپایا اور علم باطن کو بھی عام لوگوں سے چھپایا۔ اور اپنی دعوت کے ارکان کے (جن کا ذکر ہم آگے کریں گے) ایک رکن کو جس کی مثال مٹی سے دی گئی ہے اپنا نائب بنایا اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ ظاہری شریعت کی طرف لوگوں کو بلائے لیکن علم باطن سوائے محققوں کے کسی کو نہ بتائے۔ یہی تفسیر حضرت آدمؑ کی پیدائش کی ہے۔ حضرت آدمؑ نے اپنے دشمن (شیطان) کی ترغیب پر علم باطن کے چند نکتے بیان کر دیئے۔ اس جرم کی سزا میں وہ جنت سے نکال دیئے گئے اور آنے والے دور ستر میں ظاہری دعوت کے صدر مقرر ہوئے۔

دور ستر میں مستودعین یعنی انبیاء کا قیام :۔ دور ستر میں مستقر امام خدا کے الہام سے حسب ضرورت اپنی جگہ پر اپنے نائب کو مقرر کرتا ہے جس کو مستودع یعنی نبی کہا جاتا ہے اور خود عوام کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے جب مناسب سمجھا جاتا ہے تو خود کبھی کبھی ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ مستقر امام بھی تھے اور نبی بھی۔ وہ ظاہری شریعت کے علاوہ علم باطن کے بھی مالک تھے ان کی (حضرت ابراہیمؑ

کی) ذریت میں مستقر اماموں کا سلسلہ عبدالمطلب تک پہنچا۔ ان کے دو فرزند ہو
ایک حضرت عبداللہ اور دوسرے ابو طالب حضرت عبداللہ کو عبدالمطلب نے (ج
مستقر امام تھے) ظاہری دعوت کا صدر بنایا اور حضرت ابو طالب کو باطنی صدر بنایا
حضرت عبداللہ کے قائم مقام حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابو طالب کے قائم مقام
حضرت علیؓ ہوئے۔ گویا رسول خدا ﷺ شریعت ظاہری کے مالک اور حضرت علی
دعوت باطنی کے صدر قرار پائے لہٰذا ان ہی کی نسل سے قیامت تک ائمہ قائم ہوں
گے۔ آخری امام قائم القیامہ ہو گا جو دور کشف کا پہلا امام ہو گا۔ اس کے بعد پھر دو
فترت اور اس کے بعد دور ستر واقع ہو گا جب تک کہ جسمانی عالم کے تمام گناہ گار نفو
نجات نہ پا جائیں گویا دنیا کے ختم ہونے تک پہلے انسان یعنی صاحب جثہ، لداعیہ ہی کی
نسل میں امامت کا سلسلہ باقی رہے گا۔

نبوت سے متعلق بیان کے بعد ہم ارتقاء نفوس مطیعہ (نیکوکار) اور انحطاط نفوس
عاصیہ (گناہ گار) یعنی نیکوں اور گناہ گاروں کے انجام کے متعلق صرف اتنا کہیں گے کہ
وہ بہت حد تک ہنود کے فلسفہ تناسخ سے ملتا جلتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ بیان کا
طویل ہے۔ ہم اس میں صرف گناہ گاروں کا انجام بیان کرتے ہیں:

"گناہ گار کا نفس انتقال کے وقت جسم سے علیحدہ نہیں ہوتا بلکہ جسم میں شائع ہو
جاتا ہے یعنی پھیل جاتا ہے۔ دفن کے بعد اس کے جسم کے اجزاء عناصر اربعہ میں مل
جاتے ہیں۔ مدبر عالم ان کی حفاظت کرتا ہے۔ پھر یہ بخار کی شکل میں اوپر چڑھتے ہیں او
پانی بن کر برستے ہیں ان سے نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو ایسے آدمی کھاتے ہیں ج
وحشی ہوتے ہیں اور جن میں تہذیب کم ہوتی ہے۔ پھر یہ آدمی مرتے ہیں ان کے اجسا
مٹی میں تحلیل ہو کر برے حیوانات نباتات اور معدنیات کے مختلف برازخ (ج

برزخ) طے کرتے ہیں۔ پھر ترقی کرتے کرتے معدنیات سے نباتات ' نباتات سے حیوانات اور حیوانات سے انسان بنتے ہیں۔ یہ سب عذاب کے قمص (قمیص) یعنی لباس کہے جاتے ہیں۔ انسان بننے کے بعد پھر یہ ایمان کی طرف بلائے جاتے ہیں اگر انھوں نے ایمان کی دعوت قبول کی تو خیر 'ورنہ انھیں پھر وہی پرانا عذاب بھگتنا پڑتا ہے۔ اس طریقہ کا نام "نسخ" اور "مزاج" و "ممتزج" رکھتے ہیں۔

ائمہ کے اوصاف بالخصوص خدا کے اوصاف سے متصف ہونا :۔

(۱) امام علم خدا کا خازن اور علم نبوت کا وارث ہے۔

(۲) اس کا جوہر سماوی اور اس کا علم علوی ہوتا ہے۔

(۳) اس کے نفس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیوں کہ اس کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے۔

(۴) اس میں اور دوسرے بندگان خدا میں وہی فرق ہے جو حیوان ناطق اور غیر حیوان ناطق میں ہے۔

(۵) ہر زمانے میں ایک امام کا وجود ضروری ہے۔

(۶) امام ہی کو دنیا پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔

(۷) امام معصوم ہوتا ہے اس سے خطا نہیں ہو سکتی۔

(۸) ہر مؤمن پر امام کی معرفت واجب ہے۔

(۹) امام کی معرفت کے بغیر نجات ناممکن ہے۔

(۱۰) باری تعالٰی کے جو اوصاف قرآن مجید میں وارد ہیں ان سے حقیقت میں ائمہ موصوف ہیں۔

(۱۱) ائمہ کو شریعت میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار ہوتا ہے۔(1)

قائم القیامہ اور اس کا ظہور :۔ صاحب جثہ ابداعیہ کا نفس انتقال کے بعد عقل عاشر (مدبر عالم جسمانی) کا خلیفہ بنتا ہے۔ عقل عاشر عقل تاسع کی جگہ لے لیتی ہے۔ اس طرح سات عقول ترقی پا کر منبعث اول کے دائرے میں داخل ہوتی ہیں۔ صاحب جثہ، ابداعیہ کے ترقی پانے کے بعد اس کا بیٹا اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اس بیٹے کا نفس اور اس کی نسل سے جتنے امام ظاہر ہوتے ہیں ان کے نفوس صاحب جثہ، ابداعیہ کے ضمن میں ٹھیرتے ہیں اور مختلف مراحل طے کر کے عقل عاشر بنتے جاتے ہیں اس طرح ہر دس ہزار برس میں ایک قائم القیامہ کا ظہور ہوتا ہے جو انتقال کر کے عقل عاشر کا خلیفہ بنتا ہے اور آئندہ ترقی پاتا ہے۔

علم حقیقت کے مآخذ :۔ علم حقیقت کے مآخذ اخوان الصفا کے رسائل ہیں ان رسائل کے متعلق ہم آئندہ باب میں گفتگو کریں گے۔ یہاں صرف اتنا کہیں گے کہ آج تک یہ فیصلہ نہ ہو سکا کہ یہ کس نے ترتیب دیے ہیں۔ ان کے زمانے میں بھی اختلاف ہے۔ بہر حال ان کو اسماعیلی تسلیم کیا گیا ہے اور یہ کہ ان کا زمانہ تیسری صدی ہجری کا کہا جا سکتا ہے۔ قریب قریب ہر محقق نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان رسائل کے مندرجات یونانی' ہندی' مجوسی اور عیسائیوں کے فلسفوں پر مبنی ہیں۔

علم حقیقت سے متعلق محققین اور مستشرقین کے تاثرات سے قبل ہم "اخوان الصفا" کے اخلاقی نظام سے ایک ٹکڑا پیش کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر

۱۔ "شیعہ" از علامہ سید محمد حسین طباطبائی صفحہ ۸۳

ہو گا کہ انکے فلسفہ کے اعتبار سے ایک اکمل بااخلاق انسان کون ہو سکتا تھا۔

"انسان وہ ہے جو مشرقی ایرانی نسل سے ہو۔ عربی دین رکھتا ہو۔ عربوں کا سازو فہم ہو۔ چال چلن میں مسیح کے پیروں کا سا ہو۔ خلق، زہد اور ورع میں مثل شامی درویشوں (ابدالوں) کے ہو۔ اہل یونان کی طرح علوم سے باخبر ہو۔ اہل ہنود کی طرح کشف و اسرار پر قدرت رکھتا ہو اور بالآخر خصوصیت کے ساتھ اس کی کل زندگی روحانی صوفی کی سی ہو۔"

(دنیائے اسلام میں کیا ہم کسی شخص کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس معیار پہ پورا اترتا ہے؟)

علم حقیقت کے دیومالائی انداز کے ثبوت میں مندرجہ بالا ٹکڑا ہی کافی ہے اور اس پر طرفہ تماشا یہ کہ اخوان الصفا کے رسائل میں جگہ جگہ اخفاء کی ہدایت ملتی ہے۔ "الشخص الفاضل" بار بار یہ کہتا نظر آتا ہے کہ ہم صراحت سے بیان نہیں کر رہے۔ اخفاء کی ایک حیرت انگیز مثال یہ ہے کہ اخوان الصفاء کے رسائل کے لئے ایک "سری کتابت" ایجاد کی گئی۔ ڈاکٹر زاہد علی لکھتے ہیں:

"ان رسالوں میں کتابت سریہ، یعنی مخفی تحریر استعمال کی گئی ہے۔ حروف کی بجائے علامتیں لکھی گئی ہیں مثلاً "الطلقاء" جو خاص اسماعیلی اصطلاح ہے۔ اس کی جگہ "۲لم ع ۷ ہے ۲" گویا ۲ علامت ہے "الف" کی اور لم علامت ہے لام کی۔ اسی طرح ہر حرف کے لئے ایک علامت مقرر کی گئی ہے تاکہ غیر اسماعیلی اسرار دعوت پر مطلع نہ ہو سکیں۔"

اسماعیلیہ کے علوم خصوصی کو سمجھنے کی کوشش کرنے والے جب اس اسٹیج پر

پہنچتے ہیں تو ہمت جواب دیتی نظر آتی ہے۔ مغربی محققین لائق تحسین ہیں کہ انہوں نے ہمت نہیں ہاری مگر وجوہات کی وضاحت بھی کی ہے۔

VATIKIOTIS لکھتا ہے:

"تاریخوں میں مطلق ذکر نہیں ہے کہ کب اور کس نے اسماعیلی دعوت کی ابتدا کی۔ دوسری طرف اسماعیلی اور فاطمی دعوت کے مطالعہ میں اس فرقہ کی عجیب و غریب خصوصیات سے تاریکی میں اضافہ ہوتا ہے۔ پہلی تو اس تحریک کا انداز ہی مخفی ہے۔ دوسری "ستر" اور "تقیہ" اسماعیلیہ کے یہاں اصول الدین و الایمان ہیں۔ کشف المستور کو ایمان کا ضعف اور کمزوری سمجھا جاتا ہے۔"

یہ صورت حال اب تک جاری ہے جس کا ذکر ہم پہلے ہی کر آئے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔

علم حقیقت میں ہندی فلسفہ کی نشاندہی :۔

(۱) ڈاکٹر زاہد علی علم حقیقت کے مطابق مختلف ادوار (دور کشف، دور فترت اور دور ستر) کے متعلق لکھتے ہیں:

"ان ادوار ثلاثہ کا مقابلہ ہندی فلسفہ کے چار یوگوں (۱) کریتا یوگا (۲) تریتا یوگا (۳) کالی یوگا سے کیا جا سکتا ہے۔ پہلے یوگا میں محض خیر ہی ہوتا ہے۔ گھٹتے گھٹتے کالی یوگا میں خیر کا صرف چوتھا حصہ رہ جاتا ہے۔ یعنی شر خیر پر غالب ہو جاتا ہے پھر کریتا یوگا شروع ہوتا ہے اسی طرح عالم کا نظام جاری رہتا ہے۔

(۲) عقول کی ایک درجہ سے دوسرے درجہ پر ترقی اور پھر واپسی کے متعلق ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"ہندو فلسفہ کے مطابق تمام روحیں ترقی کے مدارج طے کر کے بالآخر برہما میں داخل ہو جاتی ہیں جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں ہوتیں۔"

(تاریخ ہندی فلسفہ صفحہ ۸۰ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

(۳) گناہ گاروں کے انجام یعنی "تحیق" کی ہندی فلسفہ سے مطابقت اس طرح بتلائی ہے:

"جن لوگوں نے خیرات کے کام کیے مثلاً کنواں کھدوانا وغیرہ۔ مرنے کے بعد ان کی روح پہلے دھویں میں داخل ہوتی ہے پھر اندھیری راتوں سے گذرتی ہوئی چاند تک پہنچتی ہے اور جب تک اس کے نیک کام باقی رہتے ہیں وہاں مقیم رہتی ہے پھر اس کے بعد پتھر' ہوا' دھواں' کہر' بادل' بارش' نباتات' غذا اور تخم سے ہوتی ہوئی انسان کی غذا کی مطابقت سے رحم مادر میں داخل ہوتی ہے اور پھر پیدا ہو جاتی ہے۔"

(تاریخ ہندی فلسفہ از رائے شیو موہن لال صفحہ ۸۰ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

قدیم یونانی فلسفہ کی نشاندہی:۔

(۱) زمین و آسمان کی خلقت کے سلسلہ میں سیاروں کے دور میں انسان کے خمائر تیار ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

"اسی طرح اور دوسرے سیاروں کے ادوار میں مختلف خمائر بنے۔ ان کی تفصیلات قدیم یونانی فلسفہ سے دیکھی جا سکتی ہیں۔"

(۲) "قائم القیامہ" کے دس ہزار سال میں ظہور سے متعلق لکھتے ہیں:

"افلاطون کہتا ہے کہ ایک نفس کو تمام ترقی کے مدارج طے کرنے کیلئے دس ہزار

سال لگتے ہیں۔"

(Every Body's Book of Facts-by Dunbar P.354)

(۳) اخوان الصفا کے رسائل کے متعلق جو علم حقیقت کا سرچشمہ ہیں یہ عبارت تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۷۵ پر موجود ہے:

"ان رسائل کے علوم وفنون کا ماخذ اخوان الصفا کے قول کے مطابق یونانی فلسفہ ہے خصوصاً وہ حصہ جو ارسطو اور نوافلاطونی جماعتوں کی تعلیم سے تعلق رکھتا ہے۔"

اس بیان کی تصریح اس طرح کی گئی ہے:

"Plotinus (متوفی ۲۶۹ء) کہتا ہے کہ باری تعالیٰ پر لفظ "واحد" کا اطلاق کرنا بھی درست نہیں۔ وہ ان اوصاف سے اعلیٰ اور افضل ہے۔" [ارسطو کا مذہب، اولیری کی کتاب [Arabic Thought and ....]

ڈاکٹر زاہد علی کے علاوہ ڈبلو۔ ایوانو (W.IVANOW) نے، جسٹس امیر علی نے، واٹی کیوٹس (VATIKIOTIS) نے اسماعیلیوں کے علم حقیقت میں ایرانی، یونانی اور عیسوی اور دیگر فلسفوں کے غلبہ کے متعلق تفصیلی بحث کی ہے ان کی کتابوں سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

The most prominent element of this system is Neo-Platonic philosophy........Thus, the natural philosophy of Ismailism with its idea of organic and inorganic world, psychology, biology etc, is

to some extent based on Aris.otal and partly on Neo. Pythagorean and other ealy speculations. Traces of Mechanism are very faint .... Christianity is more strongly felt. W. IVANOW -Ismailia. (Shorter Encyclopaedia of Islam).

(2) Astrological beliefs, superstitious ideas about the mystical meaning of numbers and letters play a great part in their speculations, especially the number seven. W. Ivanow - Ismaila (Shorter encyclopaedia of Islam)

(۱) ترجمہ :۔ "اس نظام میں غالب ترین عنصر نو افلاطونی فلسفہ ہے..........اس طرح اسماعیلیت کا طبیعی فلسفہ اور عالم روحانی و عالم جسمانی سے متعلق تصورات' نیز نفسیات وحیاتیات وغیرہ کسی حد تک ارسطاطالیسی اور جزوی طور پر نوفیثا غورثی و دیگر قبل از اسلام تصورات پر مبنی ہیں مانویت کے اثرات معمولی ہیں البتہ عیسائیت کے غلبہ کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔"

(۲) ترجمہ :۔ "ستاروں سے وابستہ اعتقادات' اعداد اور حروف کے (بالخصوص سات سے متعلق) توہمات سے پر باطنی معانی اسماعیلی قیاسات میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔"

(3) He (Abdullah ibn Maimun) moulded his doc-

trines partly upon those actually taught by mani and partly upon those of the Muslim Mystics.

Amir Ali. (The spirit of Islam....p322)

(۳) ترجمہ :۔"اس (عبداللہ بن میمون) نے اپنے اصول جزوی طور پر مانی کی حقیقی تعلیمات پر مرتب کئے اور جزوی طور پر مسلمان صوفیا کی۔"

(4) Most of the Accounts, nevertheless, point to one safe conclusion, namely, the syncretic origin of the movement. Its development was gradual and varied, the evolution of the doctrine into radically extremist beliefs is further proof of the assimilation of non muslim cults and legends into its fold Pre-Islamic Judalo-Christian He llenistic and Persian pecu larities were slowly fused into what came to he known as the Batiniyya Movement.

(The Fatimid theory of state)P-3

(۴)ترجمہ :۔"زیادہ تر بیانات صرف ایک ہی قابل اعتماد نتیجہ کی طرف لے جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس تحریک (اسماعیلی مذہب) کی ابتداء مختلف النوع عقائد کے مجموعے سے ہوئی۔ اس نے بتدریج ترقی کی۔ اس تحریک کے انقلاب وانتہا پسند اصول اس امر کا مزید ثبوت ہیں کہ اس میں غیر اسلامی مسلکوں اور فرضی داستانوں کی شمولیت ہے۔ رفتہ رفتہ قبل از اسلام یونانی اور ایرانی نیز یہود و نصاریٰ کی خصوصیات کا ایک مرکب تیار

ہوا جسکا نام تحریک باطنی (اسماعیلی مذہب) ہوا۔(1)۔

اس باب کے اس حصہ کو ہم علامہ سید محمد حسین طباطبائی (معروف شیعی عالم) کے تاثرات پر ختم کرتے ہیں :

The Ismailies have a philosophy in many ways similar to that of Sabaens (star worshippers) cambined with Hindu gnosis. (SHIA)

ترجمہ :۔ "بہت سے مسائل میں اسماعیلیوں کا فلسفہ صابیوں (نجوم پرستوں) سے ملتا جلتا ہے جس میں ہندی فلسفہ بھی شامل کر لیا گیا ہے۔"

علم حقیقت میں تضاد و تناقص :۔

"اخوان الصفاء" کے رسائل کے متعلق جو علم حقیقت کے مآخذ ہیں ڈاکٹر زاہد علی جنہوں نے یقیناً ان کا گہرا مطالعہ کیا ہوگا لکھتے ہیں :

"بعض موقعوں پر "اخوان الصفاء" کی تعلیم میں تضاد و تناقص پایا جاتا ہے۔ عام طور پر تعلیم دی جاتی ہے کہ انسان کو اجتہاد کرنا چاہئے اور دین و دنیا میں اپنی کامیابی کے اسباب پیدا کرنے چاہئیں۔ اور ایک مقام پر کہا جاتا ہے کہ تمام حوادث جو فلک قمر کے نیچے واقع ہوتے ہیں وہ سب کواکب کے اثرات سے ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی اور بد قسمتی انہیں اثرات کے نتیجے ہیں۔ بعض باتیں جو محض اتفاقی ہیں ان کو اخوان الصفاء نے حقیقت کے پیرائے میں ظاہر کر کے ان سے عجیب عجیب استدلال کیا ہے چنانچہ حروف تہجی کی تعداد اٹھائیس ہے اس تعداد کا مقابلہ چاند کی منزلوں' انسان کی

---

(1)۔ VATIKIOTIS نے اپنی کتاب میں بہت پر معنی الفاظ استعمال کئے ہیں جن کے متبادل مفرد الفاظ اردو زبان میں نہیں ملتے۔ ۲۔ "شیعہ" صفحہ ۷۸

انگلیوں کے جوڑوں' پیٹھ کے مہروں وغیرہ میں بھی لایا گیا ہے۔"

ان تاثرات کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے اسماعیلی فاضل کے تاثرات جو بہ یک وقت علم تاویل و علم حقیقت کے متعلق ہیں پہلے ہی پیش کئے جا چکے ہیں۔ ان تاثرات میں کہا گیا ہے کہ علم حقیقت کی موشگافیاں اہل یورپ کی فہم سے بعید ہیں۔ اس صورت حال کے باوجود اسماعیلی عقیدت کا یہ حال ہے کہ جس کو اس دور میں علم و فضل کے مدعی یعنی اہل مغرب تک سمجھنے سے قاصر ہیں' جن کے مرتبین کا صحیح علم اب تک نہ ہو سکا ہے اور نہ ہونے کی امید ہے۔ اسی طرح جس کا صحیح زمانہ نہ اب تک متعین ہو سکا ہے اور نہ ہونے کی امید ہے ان رسائل کو "قرآن الائمہ" کہا جاتا ہے ۔(1)۔

کلام ربانی کے مقابل کلام انسانی!!
اور اس پر اسماعیلیہ کا دعویٰ مسلمانی

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے

۔(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۳۲ حوالہ المسائل السیفیہ۔

علم فقہ

اسماعیلی فقہ میں قیاس اور رائے کو دخل نہیں۔ ہر حکم نص قطعی کا محتاج ہے جس کے لئے ان کے یہاں ہمہ وقت امام / نائب امام موجود ہے۔ ان کے یہاں ارکان دین سات ہیں۔ (۱) ولایت (امام سے محبت اور اس کی اطاعت) (۲) طہارت (اتقا) (۳) صلوٰۃ (۴) زکوٰۃ (۵) حج (۶) روزہ اور (۷) جہاد۔ ان سب میں ولایت سب سے افضل ہے جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ان میں توحید و رسالت نہیں ہے۔ اس میں سب سے زیادہ نامور شخصیت قاضی نعمان بن محمد کی ہے ۔(1)۔

اسماعیلی دعوت کا نظام :۔

"دعوت" کے معنی بلانے کے ہیں اور داعی بلانے والے کو کہتے ہیں۔ عام طور پر ہر مسلمان کو داعی الی اللہ سمجھا جاتا ہے لیکن اسماعیلیوں نے اپنے یہاں ایک نظام دعوت ترتیب دیا جسکے ارکان 'مدارج' فرائض و ذمہ داریاں Status and Functions متعین شدہ نظر آتی ہیں۔ ان ارکان (جن کو اسماعیلی اصطلاح میں "حدود" کہتے ہیں) میں نبی و امام بھی شامل ہیں۔ ان نظام کی تشکیل بالکل اسی انداز پر نظر آتی ہے جیسے کسی انجمن یا سوسائٹی کی ہوتی ہے یہ نظام اسماعیلیوں کے

۔(1) حیرت ہے کہ قاضی نعمان بن محمد کو بھی صحیح العقائد اسماعیلی نہیں سمجھا گیا۔ کہا جاتا ہے وہ حقیقت میں اسماعیلی نہ تھے۔ (تاریخ فاطمین مصر حصہ اول صفحہ ۸۶)

علم تاویلات و علم حقیقت سے وابستہ ہے جسکے نمونے گزشتہ صفحات میں دیے جا چکے ہیں۔ اب دور ستر میں اسماعیلی دعوت کا نظام ۔(۱) پیش کیا جاتا ہے:

ارکان	عہدے	فرائض
صدر دعوت	(۱) نبی	ظاہری شریعت کی تعلیم
	(۲) وصی (نبی کے بعد) جس کا دوسرا نام صامت ہے۔	باطنی علوم کی تعلیم
	(۳) امام (وصی کے بعد)	ظاہری شریعت کی حفاظت اور باطنی علوم کی تعلیم۔
بارہ باطنی مددگار (ان میں امام کا خاص اور اول مددگار شامل ہے۔ جسے باب الابواب کہتے ہیں۔	لیلی حجتیں (حجت کو کفیل بھی کہتے ہیں۔	باطنی علوم کی تعلیم۔ یہ لوگ امام کے حضور میں رہتے ہیں اور ان پر جہاد فرض نہیں ہے۔
بارہ ظاہری مددگار	نہاری حجتیں	ظاہری شریعت کی تعلیم بارہ جزیروں میں زمین کو تقسیم کیا گیا ہے اور ہر جزیرے میں ایک حجت بھیجا جاتا ہے۔ نہاری حجتوں پر جہاد فرض ہے۔
مبلغین جو نبی یا وصی یا امام کی طرف سے تبلیغ	(۱) داعی البلاغ	ظاہری شریعت کی حفاظت اور باطنی علوم کی تعلیم۔

۔(۱) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحات ۲۱۲۔۲۱۳

...سے سمجھے جاتے ہیں	(۲) داعی مطلق	امام کی غیبت کے زمانہ میں امام کا قائم مقام ہے۔
	(۳) داعی الدعا	تمام داعیوں کا صدر۔
...ی کا اول مددگار	ماذون	مستجیب سے عہد و میثاق لینا (اذن کے معنی اجازت کے ہیں یعنی داعی نے ماذون کو عہد لینے کی اجازت دی ہے۔
...ی کا دوسرا مددگار	مکاسر	مستجیب کے پہلے مذہب کو باطل ٹھہرا کے اپنا مذہب ثابت کرنا۔ مکاسر کسر سے بنا ہے اور کسر کے معنی توڑنے کے ہیں۔ کیونکہ وہ باطل مذہبوں کو توڑتا ہے۔

نوٹ: حسب ضرورت نئے عہدے بھی قائم کئے جا سکتے ہیں (1)۔

اسماعیلی دعوت کے مدارج :۔

تاریخی اعتبار سے اسماعیلی دعوت کا مرتب ایرانی داعی ابو شاکر میمون القداح یا اس کا بیٹا عبداللہ ہے۔ یہ دونوں مختلف ادیان اور یونانی فلسفہ کے ماہر تھے میمون کا اصلی مذہب مجوسی تھا لیکن وہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتا تھا اور اہل بیت کی طرف دعوت دیتا تھا۔ انہوں نے خلیفہ ابو منصور (۱۳۶۔۱۵۸ھ) کے زمانہ میں قید خانہ میں اپنے مذہب کے ۹ مدارج مرتب کئے (2)۔ اسماعیلی روایات کے مطابق میمون القداح اور اس کا بیٹا اسماعیلی امام مستور محمد المکتوم بن اسماعیل اور ان کے بیٹے

---

(1) ہم آگے چل کر فان ہمیر اور امیر علی کا بیان نقل کریں گے کہ یورپ میں خفیہ انجمنوں کے ...صوقابرہ اور "الموت" سے جا ملتے ہیں۔ یہ نظام دعوت اس کا ثبوت ہے۔

(2) ایک بیان کے مطابق یہ ابتداء میں سات تھے۔ دو کا اضافہ بعد میں ہوا۔

ﺷﻬﺪ ائمہ المستور کے حجت (کفیل) تھے۔

خواجہ حسن نظامی نے مقریزی (مشہور مورخ) کے حوالہ سے اپنی کتا
"فاطمی دعوت اسلام" میں حسب ذیل مدارج نقل کئے ہیں۔(1):

پہلی دعوت :۔ داعی پہلی مجلس میں مدعو سے مشکل اور پیچیدہ سوالات
کے اس کو عاجز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے: "اے شخص اسرارِ د
پوشیدہ ہیں اور اکثر لوگ ان کے منکر اور ان سے جاہل ہیں اگر مسلمان
باتوں کو جان لیتے جو اللہ تعالیٰ ے ائمہ اہل بیت سے خاص کی ہیں تو ان م
اختلاف نہ ہوتا۔ گمراہی کا سبب ائمہ دین سے روگردانی ہے۔ حق یہ ہے کہ ائ
ہی تنزیل و تاویل قرآن سے آگاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم دین کو پردے میں
رکھا ہے۔"

اس کے بعد اس سے تاویلات سے متعلق باتیں بتلائی جاتی ہیں اور عہد و پیا
کی طرف راغب کیا جاتا ہے اور مدعو سے کچھ رقم امام کی نذر کے طور پر مانگی جا
ہے۔ اگر مدعو یہ رقم دے دیتا ہے تو دوسری مجلس یا نشست میں شرکت کا اہل
جاتا ہے۔

دوسری دعوت :۔ اس نشست میں مدعو کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ا
بندے سے اس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک وہ ائمہ حق کی پیروی
کریں۔ پھر ان امور کی شرح کی جاتی ہے جو (اسماعیلی مذہب) کی کتابوں میں مذ

---

(1) تاریخ تفسیر و مفسرین میں بھی ان مدارج کا ذکر ہے۔ صفحات ۳۶۱۔ ۳۶۲

ہیں اور یہ جاننے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مدعو کہاں تک آگے بڑھا ہے۔

تیسری دعوت :۔ تیسری مجلس میں ائمہ حق سے روشناس کرایا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں :

(۱) حضرت علیؓ (۲) حضرت حسنؓ (۳) حضرت حسینؓ (۴) حضرت زین العابدینؒ (۵) حضرت محمد الباقرؒ (۶) حضرت جعفر الصادقؒ اور ساتویں قائم صاحب الزماں جو بعض کے نزدیک محمد المکتوم بن اسماعیل ہیں۔ اور بعض کے نزدیک خود اسماعیل بن جعفر الصادقؒ۔ صاحب الزماں کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ وہ علم باطنی و مخفی کا حامل ہوتا ہے اور وہی تاویل و تفسیر اور تاویل تاویلات کا ماہر ہوتا ہے۔ دعاۃ (داعی کی جمع) ان کے وارث ہوتے ہیں۔

چوتھی دعوت :۔ اس میں بتایا جاتا ہے کہ شرائع کے مجدد سات ہیں۔ ہر ایک کو ناطق کہا جاتا ہے اور ہر ناطق کے ساتھ ایک وصی ہوتا ہے جس کو صامت کہتے ہیں۔ یہ اس طرح ہیں :

ناطق	صامت	ناطق	صامت
(۱) آدم	شیث	(۲) نوح	سام
(۳) ابراہیم	اسمعیل	(۴) موسیٰ	ہارون
(۵) عیسیٰ	شمعون	(۶) رسول خدا ﷺ	علیؓ

(۷) محمد بن اسماعیل صاحب الزماں جن پر علوم اولین و آخرین تمام ہوئے۔

حضرت نوحؑ نے حضرت آدم کی، حضرت ابراہیم نے حضرت نوحؑ کی، حضرت موسیٰ نے حضرت ابراہیم کی اور حضرت عیسیٰ نے حضرت موسیٰ کی اور حضرت

محمد ﷺ نے حضرت عیسیٰ کی شریعت کو منسوخ کر دیا۔ یہ ناطق سات ہیں اسی طرح سے وہ چیزیں گنائی جاتی ہیں جو سات ہیں مثلاً آسمان، ہفتے کے دن، زمینیں، کواکب اور سیارے وغیرہ وغیرہ۔

پانچویں دعوت :۔ اس میں مدعو کو بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک صامت کے ساتھ بارہ مددگار (حجتیں) بارہ مہینوں، برجوں اور چار انگلیوں کے بارہ ٹکڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔

چھٹی دعوت :۔ اس میں بتلایا جاتا ہے کہ اعمال شریعت (نماز، روزہ، حج وغیرہ) سب رموز ہیں اور عام سیاست کی مصلحت کے لئے جاری کئے گئے ہیں تاکہ ان میں مصروف ہو کر آپس میں فتنہ و فساد نہ پھیلائیں اور حاکم وقت سے وفادار رہیں ورنہ فی الحقیقت ان سے مراد ان کی تاویلیں ہیں۔

جب مدعو کے دل میں یہ بات جم جاتی ہے تو اس کو یونانی فلاسفروں افلاطون ارسطو و فیثاغورث کے اقوال سمجھائے جاتے ہیں۔

ساتویں دعوت :۔ اس میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ کس طرح عقول کو پیدا کیا گیا اور شریعت میں صادر اول اور عقل اول کو قلم کہتے ہیں اور اسکے مددگار کو لوح۔

آٹھویں دعوت :۔ اس دعوت میں سات عقول کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اجرام فلکی کی حرکتیں اور ان کے ذریعہ جمادات، نباتات، حیوانات کا وجود میں آنا، انسان اول کا ظہور، ناطقوں کا قیام وغیرہ سے متعلق گفتگو کی جاتی ہے۔

نویں دعوت :۔ اس نشست میں مدعو کو یونانی فلاسفروں کی کتابیں پڑھنے او

علوم الٰہی و طبیعی سے واقفیت حاصل کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ اور یہ بتلایا جاتا ہے کہ "وحی" صرف نفس کی صفائی کا نام ہے اور نبی یا رسول کا کام ہے کہ جو بات اس کے دل میں آتی ہے اور اسے بہتر معلوم ہوتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیا کرتا ہے اور اس کا نام کلام الٰہی رکھتا ہے تا کہ لوگوں کے دلوں میں یہ قول اثر کر جائے اور اسے مان لیں تا کہ سیاست اور مصلحت عام میں انتظام رہے۔"

جب مدعو (مستجیب) دعوت میں داخل ہونے کو تیار ہو جاتا ہے تو داعی اس سے حسب ذیل معاہدہ لیتا ہے۔ جس کو "عہد الاولیاء" کہا جاتا ہے مورخین مقریزی و بغدادی نے جو معاہدہ نقل کیا ہے اس کا اختصار یعنی اہم نکات یہ ہیں :

(۱) داعی جس مستجیب سے عہد لیتا ہے اسے خدا کی قسم کھلا کر کہتا ہے کہ تم نے اپنے نفس پر خدا کا وہ عہد و میثاق اور رسول، انبیاء، ملائکہ اور کتابوں کا وہ ذمہ واجب کر لیا ہے جو خدا نے انبیاء سے لیا۔ تم نے جو کچھ میرے متعلق، یا اس شہر میں جو امام مقیم ہیں ان کے متعلق یا ان کے اہل بیت اور اصحاب وغیرہ کے متعلق سنا ہے یا سنو گے جانا ہے یا جانو گے اسے چھپاؤ گے۔ اور اس میں سے کسی بات کو خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ظاہر نہ کرو گے۔ بجز اس بات کے کہ جس کی اجازت میں دوں۔

(۲) اس عہد کی محافظت اس بات پر منحصر ہے کہ ہم نے تم سے جن باتوں کا معاہدہ لیا ہے ان میں سے کسی بات کو بھی تم ظاہر نہ کرو گے نہ ہماری زندگی میں نہ ہماری وفات کے بعد۔

(۳) اگر تم نے جان بوجھ کر کچھ بھی مخالفت کی تو تم اللہ اور اس کی جماعت سے خارج ہو جاؤ گے۔ تمہارا ٹھکانہ اس جہنم میں ہو گا جس میں کوئی رحمت نہ ہو گی اور خدا تم پر وہ لعنت بھیجے گا جو اس نے ابلیس پر بھیجی۔

(۴) اور جتنے تمہارے غلام ہوں خواہ مرد یا عورت تمہاری مخالفت کی وجہ سے تمہاری وفات تک خدا کی راہ میں آزاد تصور کئے جائیں گے اور تمہاری موجودہ بیوی اور وہ بیویاں جو تمہارے انتقال کے وقت تک تمہارے نکاح میں آئیں گی مطلقہ شمار کی جائیں گی۔"

ہم نے خود مورخ مقریزی کے بیان کردہ عہد نامہ سے صرف اہم باتیں طوالت کے خوف سے پیش کی ہیں۔ یہ عہد نامہ کس قدر طویل ہوگا سمجھ سے باہر ہے کیوں کہ مقریزی لکھتا ہے:

"اس کے علاوہ ان کی بہت سی وصیتیں ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ہم نے چھوڑدیا ہے اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ عاقل کے لئے کافی ہے۔"

دعوت کی یہ مجالس ہمیشہ خفیہ ہوتی تھیں حتیٰ کہ فاطمی خلافت کے قیام کے بعد خلیفہ کے قصر میں ایک مخصوص جگہ ان کا انعقاد ہوتا تھا۔ ان کو "مجلس حکمت" کہا جاتا تھا۔

نظام دعوت اور عہد نامے سے متعلق ہم بھی مورخ مقریزی کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں کہ "عقلمند را اشارہ کافی است" مقریزی ہے بھی بالکل صحیح اور حق بجانب اس لئے کہ دعوت کے مدارج اور عہد وپیان کے نکات خود اپنے منہ سے کہہ رہے ہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمیں کس غرض سے ترتیب دیا گیا ہے۔

اسماعیلی دعوت کے اثرات :۔

بہر حال اس دعوت کے اثرات سے متعلق چند فضلاء کے تاثرات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱)ڈاکٹر زاہد علی لکھتے ہیں ۔(1) :

"جن کو سلسلہ سے طے کرنے کے بعد آدمی معطّل اور اباجی ہو جاتا ہے یعنی اعمال شریعت کو چھوڑ دیتا ہے اور محرمات کو مباح سمجھتا ہے۔"

(۲)ایوانو(IVANOW)نے حسب ذیل خیال ظاہر کیا ہے ۔(2) :

"When de Sacy and others first discovered information about these degrees, they rather credulously suggested a parallel with masonic lodges, but the only parallel that is suitable is the Papacy and the organization of the Roman Catholic Church. (The Rise of the Fatimids)

ترجمہ : ڈی۔ ساسی وغیرہ کا خیال ہے کہ اسماعیلیہ کے نومدارج کے اصولوں کا مقابلہ فری میسنوں سے کیا جا سکتا ہے مگر میرے خیال میں ان کے اصول رومن کیتھولک چرچ کے پاپائی نظام سے ملتے جلتے ہیں۔

۔(1) تاریخ فاطمیین مصر حصہ اول صفحہ ۷۷

۔(2)ایضاً حصہ دوم صفحات ۲۲۵۔ ۲۲۶

(۳) لین پول کہتا ہے۔(1):

"وہ یقیناً ذہن رسا رکھنے کے ساتھ ساتھ ایسے ہی بددیانت بھی تھے جیسے "جیسویٹ" (سولہویں صدی عیسوی کی عیسائی تنظیم کے افراد) قرامطہ کی غارت گریوں میں ان کی کامیابی کی جھلک نظر آتی ہے۔"

ایوانو اور لین پول ایک دوسرے سے متفق نظر آتے ہیں۔ ایک مسلمان تو تاریخی نقطۂ نظر سے یہی کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ اور صحابہ کرامؓ کی تبلیغی مساعی کا تو کیا ذکر اسماعیلی نظام دعوت اور اس سے متعلق عہد و پیمان جیسی چیزوں کا نام و نشان بعد کے مسلمان (غیر اسماعیلی) مبلغوں کے یہاں بھی نہیں ملتا کیوں کہ اس نوعیت کی دعوت اور عہد و پیمان کا تعلق قرآن و سنت سے دور کا بھی نہیں۔

اسماعیلی عقائد میں ایرانی اثرات :۔

ڈاکٹر زاہد علی تسلیم کرتے ہیں:

"خود عبداللہ بن میمون القداح (جس کو اسماعیلی نظام دعوت کا مرتب کہا جاتا ہے) کرج (ایران) کا باشندہ تھا اس کے (عبیداللہ المہدی) ظہور کے زمانہ میں جو بڑے بڑے داعی گذرے ان میں اکثر ایرانی تھے۔ ان میں مشہور احمد الدین الکرمانی' المؤید الشیرازی' ابو یعقوب السجستانی' ابو حاتم الرازی' احمد بن ابراہیم النیشاپوری ہیں۔(2)۔"

۔(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۲۶

۔(2) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۸۶

ڈاکٹر زاہد علی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"یہ بھی کہا جاتا ہے کہ (عبید اللہ) مہدی اور اس کے بعد کے چند اماموں نے اسماعیلیت کو فروغ دینے کی کوشش تو بہت کی لیکن اس میں ناکام ہونے کے باعث دوبارہ اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ صرف سیاسی قوت پر قانع رہے...... حلول، تناسخ، آسمانی حق، موروثی حکومت وغیرہ کے سے عقیدوں کو ایران میں جیسی مقبولیت ہوئی ویسی مغرب، مصر اور بلاد عرب میں نہ ہو سکی یہی وجہ ہے کہ شیعی فرقوں کے اکثر بانی ایرانی ہوئے۔ اسماعیلیوں میں چند داعیوں کے سوا اکثر بڑے بڑے داعی ایرانی تھے۔(1)۔"

مغربی مستشرقین میں ڈی ساسی، براؤن جیسے معروف محققین کے علاوہ اور بھی بہت سوں نے اسماعیلی مذہب میں شدید ایرانی اثرات کا ذکر کیا ہے۔ وانی کیونس ان سب کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور پتہ کی بات لکھتا ہے:

"It world be safer to adopt the view that a feeling of revenge urged the Persian people to join and support the Ismailia movement in the hope of political success.

(The Fatmid Theory of State). P-15.

"ایک محتاط رائے یہ ہو سکتی ہے کہ ایرانیوں نے سیاسی کامیابی کے لئے

(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۳۰۱

انتقامی جذبات کے تحت اسماعیلی تحریک میں شمولیت اختیار کی ہے۔"

اسماعیلیہ کی خصوصیات :۔

اب ہم اسماعیلیت سے متعلق محققین کے افکار و آراء کا نچوڑ پیش کرتے ہیں :

(۱) امامیہ کی ایک شاخ کی حیثیت سے اسماعیلیت دوسری صدی کے وسط میں نمودار ہوئی۔ اس میں ابتداء ہی سے غیر اسلامی فلسفوں کی آمیزش شروع ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فلسفہ نے مذہب پر غالب آکر تشریعی حیثیت اختیار کر لی۔

(۲) اسماعیلی مذہب میں قرآنی تعلیمات کو جملہ قدیم (قبل از اسلام) فلسفوں کو متحد کرنے کی کوشش کا مقصد ان تمام عناصر کو مطمئن کرنا تھا جو اسلام تو لے آئے تھے مگر ان کے دل و دماغ پر سابق ادیان کا فلسفہ غالب تھا اور وہ اس کے اثرات و نشانات فکری و عملی طور پر اسلامی تعلیمات کی شکل میں دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کو نامکمل سمجھ کر ایک عالمگیر مذہب کی تشکیل مقصود تھی۔

(۳) فلسفہ کے غلبہ سے اسماعیلی مذہب خواص کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا اور ان میں بھی ان کے لئے جو فلسفیانہ مزاج رکھتے ہوں۔ عوام سے اس کا کوئی تعلق نہ رہا۔

(۴) اسماعیلی مذہب کی دعوت کے خصوصی نظام سے مقصد وفاداروں اور عقیدت مندوں کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا تھا جو آزادی فکر و عمل کو قربان کر

---

(1)۔ The Fatimid Theory of state صفحہ ۱۵۔

ے مفید ہو لایت کے تحت کٹھن سے کٹھن منزل طے کرنے کو تیار ہو۔

(۵) علم باطن کو اخفاء سے اتنا پر اسرار بنا دیا گیا کہ تبعین کی خود سوچنے کی قوتیں مفلوج ہو کر رہ گئیں۔

(۶) اخفاء اور رازداری بلکہ تقیہ اور کتمان کے اصول دین ہونے سے یہ صورت ہو گئی کہ خود اپنے بھی اپنوں سے انکشاف حقیقت کرنے سے معذور ہو گئے۔ اور بعض ایسے مسائل کھڑے ہو گئے جو ہزار سال گزرنے کے بعد بھی لاینحل ہیں۔ یہی نہیں کوئی بھی شخص قابل اعتبار نہ رہا۔

(۷) امام کو ایسی مرکزی حیثیت دی گئی کہ ہر چیز امام کے گرد گھومتی نظر آتی ہے حتیٰ کہ باری تعالیٰ کی ہستی بھی پس منظر میں چلی گئی۔

(۸) ائمہ میں امام محمد المکتوم بن اسماعیل کو وہ مرتبہ دیا گیا کہ انبیاء بھی پیچھے رہ گئے۔

(۹) دوسری اہم ترین چیز سات کا عدد ہے جو ہر فکر میں کارفرما نظر آتا ہے۔

اسماعیلیہ کے بنیادی عقائد :۔

اسماعیلیہ کے عقائد کی تعداد سو بتلائی جاتی ہے۔ ان میں بہت سوں کا علم تو ان کے خصوصی علوم اور نظام دعوت سے ہو گیا ہو گا۔ اب ہم صرف ان عقائد کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق اللہ تبارک و تعالیٰ، نبی کریم ﷺ اور قرآن پاک سے ہے تاکہ ان تینوں سے متعلق جو کیفیت ابھرتی ہے وہ واضح ہو جائے۔

توحید :۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے مگر وہ کسی صفت سے موصوف یا کسی نعت سے منعوت نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر لفظ واحد (1) کا اطلاق کرنا بھی درست

---

(1) قرآن پاک میں لفظ "واحد" بار بار آیا ہے اور اسی طرح "احد" بھی۔

نہیں۔ تمام صفات حقیقت میں اس مبدع اول پر واقع ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ جس کا دوسرا نام عقل اول یا امر یا کلمہ ۔(1) ہے۔ عالم جسمانی میں یہ صفات امام پر صادق آتی ہیں۔ کیوں کہ وہ عقل کے مقابل قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہست بھی نہیں کہا جا سکتا۔

رسالت :۔ انبیاء و مرسلین کو لواً مستقر امام کا نائب یا مستودع کہا گیا ہے۔ اس کے بعد اس نبی کو ناطق بتلایا ہے جو خدا کی طرف سے شریعت لاتا ہے۔ اس حیثیت سے اس کا فرض صرف شریعت کے ظاہر کا اظہار ہے جبکہ باطن کی ذمہ داری "صامت" کی ہے اور باطن ہی مقصود اصلی ہے۔ آگے چل کر کہا گیا ہے کہ ایک ناطق اپنے سابق کی شریعت کو منسوخ کرتا چلا آیا ہے اور یہ سلسلہ امام محمد بن اسماعیل بن جعفر صادقؒ تک پہنچا جو ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا اور باطن کو کشف کیا عالم الطبائع کو ختم کیا یہی یوم آخر میں قائم القیامہ ہیں۔

قرآن پاک :۔ نبی یا رسول کا کام یہ ہے کہ وہ جو بات اس کے دل میں آتی ہے اور بہتر معلوم ہوتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیتا ہے اور اسکا نام کلام الٰہی رکھتا ہے تا کہ لوگوں کو یہ قول اثر کر جائے اور اسے مان لیں تا کہ سیاست اور مصلحت عام میں انتظام رہے۔ یہ تو رہی ایک عمومی (general) بات۔ قرآن پاک کے متعلق خصوصی بات ہے کہ نبی

۔(1) ڈاکٹر زاہد علی نے اس سے متعلق حسب ذیل صراحت کی ہے :

The LOGOS of Alexandrian philosophers. The external world, calld SPHOTA which is the True cause of the world is in fact Brahmin.

مفہوم : اس کی مطابقت یونانی فلسفوں کے "لوگوس" سے ہوتی ہے جو دراصل ہندی فلسفہ سے مستعار ہے۔ (تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۵۲)

کریم ﷺ نے اسکا ظاہر بیان کیا جب کہ حضرت علیؓ نے بہ حیثیت 'صامت' کے اس کا باطن بیان کیا۔ باطن کے متعلق یہ بتلایا جا چکا ہے کہ وہ مقصود اصلی ہے۔

اسماعیلیہ کے ان بنیادی عقائد کے بیان کے بعد مزید عقائد سے متعلق بیان غیر ضروری ہو جاتا ہے کیوں کہ :

خشت اول چوں نہد معمار کج　　تا ثریا می رود دیوار کج

ہم نے اس باب میں طوالت کے احساس کے باوجود اسماعیلیوں کے بنیادی عقائد کو ان کے علوم کی روشنی میں بیان کرنا ضروری سمجھا کیونکہ ہم ناظرین کو ذرا سی بھی تاریکی میں نہیں رکھنا چاہتے، اب اسمٰعیلیوں کی فکر و نظر اس قدر صاف ہو کر سامنے آگئی ہے کہ ان کے عقاید کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کی اَ ب ' ت جاننے والا بھی خود ان کے اعتقادات کے متعلق رائے قائم کر سکتا ہے۔

(ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی)

لہذا

ایک اسماعیلی (سابق ہی سہی۔(1)) کی رائے پیش کی جاتی ہے :

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسلام کے سدا بہار درخت پر ایرانی، نصرانی، یونانی اور ہندی درختوں کی بے جوڑ قلمیں لگائی گئیں ہیں۔ اصل اور قلم کا امتیاز ایسا ظاہر اور نمایاں ہے کہ سرسری نظر سے بھی نہیں چھپ سکتا۔ فروعات میں اختلاف ہوتا تو خیر کوئی بات نہ تھی لیکن افسوس ہے کہ اصول ہی کچھ ایسے ایجاد کئے جو اسلام کے اصول سے الگ ہو گئے۔

(مقدمہ "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" صفحہ ج)

۔(1) ڈاکٹر زاہد علی جو اولاً اسماعیلی تھے۔

باب پنجم

اسماعیلی فرقوں کی موجودہ کیفیات

اسماعیلی مذہب/دعوت کو تقریباً بارہ سو سال گذر چکے ہیں۔ اس طویل مدت میں ان کے یہاں کئی مذہبی اور سیاسی دور ہوئے جسکی وجہ سے اسماعیلیوں میں مختلف فرقے پیدا ہوئے جنکا ذکر ہم گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی طور پر ائمہ کی شخصیتوں اور حیثیتوں سے متعلق اختلاف ہوا جو آگے چل کر عقائد پر اثرانداز ہوا اور علیحدہ فرقے وجود میں آئے گئے جن میں مرکز سے لاتعلقی کے بعد نئی نئی باتیں پیدا ہوتی چلی گئیں جنھوں نے رفتہ رفتہ عقائد کی شکل اختیار کر لی۔ اگرچہ اسماعیلیہ کے ابتدائی دور کے عقائد کے بیان کے بعد اسماعیلیوں کے فرقوں کی موجودہ کیفیات کی اہمیت نہیں رہتی کیوں کہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں:

خشت اول چوں نہد معمار کج تاثریا می رود دیوار کج۔(1)

یعنی تفصیلات کو جانے بغیر یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ دیوار کی کجی میں اضافہ ہی ہوگا لیکن ناظرین کو ضروری معلومات فراہم کرنے کی غرض سے ہم اس باب میں اسماعیلیہ کے قابل ذکر فرقوں کے عقائد نے جو رخ اختیار کیا اس سے متعلق اہم امور بیان کریں گے۔

---

(1) اگر معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھتا ہے ثریا (آسمان) تک دیوار ٹیڑھی ہی جاتی ہے۔

دروزیہ :۔

جیسا کہ باب سوئم میں بیان کیا گیا ہے دروزیہ نے الحاکم بامراللہ (۳۸۶ھ/۹۹۶ء۔۴۱۱ھ/۱۰۲۰ء) کے بعد ایک علیحدہ فرقہ کی شکل اختیار کی۔ ان کے مشہور داعی حسن بن حیدرہ فرغانی' حمزہ بن زوزنی اور محمد بن اسماعیل درازی ہیں۔ مصر سے نکالے جانے کے بعد ان کو لبنان کے علاقہ میں فروغ ہوا اور یہ تاحال اسی علاقہ میں محدود ہیں۔

دروزیہ کا مذہب :۔

دروزیہ کے اکثر داعی ایرانی تھے لہذا دیگر اسماعیلی (باطنی) فرقوں کی طرح ان کے عقائد بھی یونانی فلسفہ اور قدیم ایرانی مذاہب کی تعلیم سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً "حلول" کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ کروڑوں برس کے بعد "حاکم" کی شکل میں ظاہر ہوا۔ رعیت سے ناراض ہو کر غائب ہو گیا ہے۔ قیامت کے روز پھر انسان کی شکل میں ظاہر ہو گا۔ اور تمام دنیا پر حکومت کرے گا۔ اس کے حکم سے ایک آگ اترے گی جو کعبہ کو جلا دے گی پھر مردے زمیں سے اٹھیں گے ۔(1)......'

دروزیوں کی کتابیں :۔

داعی حمزہ بن زوزنی اور اس کے چار مددگاروں نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ کلام اللہ کے مانند مقدس مانی جاتی ہیں اور خلوتوں میں پڑھی جاتی ہیں ان کو سوائے عقال کے کوئی چھو نہیں سکتا۔ غالباً یہ وہی کتابیں ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان میں کلام مجید کی نقل اتارنے کی کوششیں کی گئی ہیں لیکن یہ اس کی فصاحت

۔(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۶۵ بحوالہ Springett

وبلاغت کو نہیں پہنچیں۔(1)۔

دروزیوں کے مذہبی اصول :۔ دروزیوں کے چار بڑے اصول یہ ہیں :

(۱) خدا کا علم خاص کر شکل انسانی کے مظاہر میں۔

(۲) عقل کا علم جو سب سے اعلیٰ موجود ہے اس کا نام حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں (Lazarus) لزارس ہے۔ حضرت رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں سلمان فارسی اور حاکم کے زمانہ میں حمزہ بن زوزنی۔

(۳) چار روحانی موجودات کا علم۔ یہ چار موجودات اسماعیلؒ، محمدؒ (بن اسماعیل)، (2)۔ سلمان اور علیؓ کی شکلیں ہیں۔

(۴) سات اخلاقی احکام کا علم جن میں سے ایک تقیہ ہے۔

دروزیہ تناسخ کے بھی قائل ہیں اور مذہبی معاملات کو پوشیدہ رکھنے پر زور دیتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اپنے خلوت خانوں میں شرمناک اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں اور خفیہ طور پر گائے کے بچے کے سر کی پوجا کرتے ہیں ان کے لٹریچر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ (دروزی) اعمال شریعت کے قائل نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حاکم کو خدا ماننے کے بعد تمام اعمال بیکار و فضول ہیں۔ انکے اصول کے مطابق ظاہری شریعت کے پابند مسلمان ہوتے ہیں اور صرف باطن کے پابند مومنین جب کہ ظاہر اور باطن دونوں نہ ماننے والے "موحدین" جن کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ ہمیشہ مسلح رہنا ان کا مذہبی فریضہ ہے۔(3)۔ ان لوگوں کی آبادی میں مسجدیں نہیں ہوتیں کیوں

---

(1)۔ تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۹۵ بحوالہ Springett

(2)۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے خصوصی تعلقات ایرانی اثرات کا ثبوت ہے۔

(3)۔ آج کل "دروز" ملیشیا ایک معروف فوجی تنظیم ہے' یہ غالباً اسی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

کہ یہ نماز نہیں پڑھتے۔ مسجد کی جائے ایک معمولی سا مکان ہوتا ہے جس میں ہر جمعرات کو مجلس ہوتی ہے۔ کیوں کہ جمعرات کو "حاکم" غائب ہوا تھا۔ اس مجلس میں حمزہ زوزنی کی تصانیف پڑھی جاتی ہیں اور اس میں صرف عقال ہی شریک ہوتے ہیں۔

عقال اور جہال :۔ عقال کی جماعت میں شریک ہونے والے دروزیوں کو چند شرائط پوری کرنا ہوتی ہیں یہ شرائط کچھ ایسی نوعیت کی ہیں جیسی کہ فری میسوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں اور بہت سی باتیں فری میسوں سے ملتی جلتی ہیں۔ دوسری جماعت جہال کی ہے جن پر مذہب کی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں۔ کہا جاتا ہے کے جہال ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلاء پائے جاتے ہیں۔ دروزیوں نے اپنے مذہب کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔

نزاریہ :۔

جیسا کہ باب سوئم میں ذکر کیا گیا ہے اسماعیلیوں میں امام / خلیفہ المستنصر باللہ (۴۲۷ھ / ۱۰۳۵ء۔ ۴۸۷ھ / ۱۰۹۵ء) کے جانشین پر اختلاف ہوا۔ اسماعیلیوں کے ایک گروہ نے المستنصر باللہ کے بڑے بیٹے نزار کو اس کا جانشین امام تسلیم کیا جب کہ دوسرے گروہ نے المستنصر کے دوسرے بیٹے احمد المستعلی باللہ کو امام / خلیفہ مانا۔ نزار کے پیرو نزاریہ کہلائے اور مستعلی کے مستعلویہ۔ نزاریوں کو مستحکم کرنے والا داعی حسن بن صباح تھا جس کا تعلق ایران سے تھا۔ حسن بن صباح جس کا ذکر ہم اگلے ابواب میں کریں گے۔ ۴۸۳ھ / ۱۰۹۰ء میں شمالی ایران میں قلعہ "الموت" پر قابض ہو گیا۔ چونکہ مصر میں حکومت المستعلی کے حصہ میں آچکی تھی لہذا نزاریوں کا مرکز "الموت" قرار پایا۔ اس طرح نزاریوں کا تعلق مصر سے کٹ گیا اور انہوں نے

"مستعلویہ" کے مقابل اسماعیلیوں کی ایک اہم شاخ کی حیثیت اختیار کر لی۔ اسی وجہ سے نزاریوں کو مشرقی اسماعیلی بھی کہا گیا۔ نزاریوں کی زیادہ شہرت ان کے داعیوں سے ہوئی جو خداوند "الموت" کہلائے جاتے تھے ان میں حسن بن صباح کی حیثیت نمایاں ہے جو تاریخ میں "شیخ الجبال" کے نام سے معروف ہے اور نزاریہ سلسلہ کا بانی مانا جاتا ہے۔

اعمال شریعت سے متعلق نزاریوں کے عقائد :۔

نزاری ائمہ میں سب سے مشہور امام حسن علی ذکرہ السلام ہیں ان کا زمانہ امامت ۵۵۷ھ / ۱۱۶۲ء۔ ۵۶۱ھ / ۱۱۶۶ء ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۵۵۹ھ / ۱۱۲۳ء میں انہوں نے تمام اسماعیلیوں کو جمع کیا اور قلعہ الموت سے متصل منبر پر کھڑے ہو کر ایک خطبہ ۔(1) دیا جس سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

"قائم القیامہ میرے ذریعہ سے ہے۔ میں امام زماں ہوں اور امر و نہی صرف شریعت کے رسم و رواج ہیں اور ان کی تکلیف کو میں اہل دنیا سے بالکل اٹھا لیتا ہوں چونکہ یہ زمانہ قیامت کا ہے۔" اس دن الموت کے تمام اسماعیلیوں نے بڑا جشن منایا اور یہ دن تاریخ میں "عید القیام" کے طور پر مشہور ہوا ہے۔ پھر حضرت امام نے قیامت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا "آج میں تم کو تمام شریعت کی تکلیفوں سے نجات دیتا ہوں۔ آج تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ میں نے تم سب کو شریعت اور قیامت کے اسرار سے مطلع کیا ۔(2)۔"

یہ اقتباس نزاری فاضل علی محمد جان محمد چنارا کی کتاب "نور مبین حبل اللہ متین"

۔(1) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ جلد سوئم میں صرف خطبہ دینے کا ذکر ہے۔ خطبہ کا متن نہیں دیا گیا جس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ ان کو تاریخ میں خداوند "الموت" ہی کہا گیا ہے۔

۔(2) تاریخ فاطمین مصر صفحہ ۱۷۶

سے ہے۔ چنار اصاحب اسی کتاب میں مزید لکھتے ہیں :

"حضرت امام حسن علیٰ ذکرہ السلام نے ان لوگوں کو تاویلی علم سکھایا اور بتایا کہ دنیا قدیم ہے۔ زمانہ جادوانی ہے۔ قیامت صرف روحانی ہے۔ بہشت و دوزخ معنوی (باطنی) ہیں۔ ہر ایک شخص کی قیامت اس کی موت ہے۔ باطن میں خلقت کو خدائے تعالیٰ کخدمت میں رہنا چاہئے اور ظاہر میں صوانی طور پر زندگی بسر کرنی چاہئے جس کے لئے شریعت کے اعمال کی ساری پابندی اور بدشین مخلوق سے اٹھائی جاتی ہیں۔(1)۔"

فان ہمر نے بھی عید قیام اور امام حسن علیٰ ذکرہ السلام کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ جو قریب قریب وہی ہے جیسا کہ اوپر چنار اصاحب نے بیان کیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فان ہمر نے عید قیام پر عام شراب نوشی کا بھی ذکر کیا ہے۔(2)۔

امام حسن علیٰ ذکرہ السلام کی نسبی حیثیت :۔ اسماعیلیہ کے یہاں نسب سب سے اہم ہے لیکن فان ہمر نے امام حسن کے نسب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ اس قدر شرمناک ہے کہ ہم اس کو نقل کر کے اپنی کتاب کی سنجیدگی مجروح کرنا پسند نہیں کرتے صرف اس کے تاثرات پیش کرتے ہیں :

"The honour of the mother was sac rificed to the ambition of the son; and because adultery offorded grounds to his pretensions, the sancirity of the harem was forced to give place to the merit of ambition".(3)

۔(1) تاریخ فاطمین مصر صفحہ ۱۷۷

۔(2) History of the Assasins صفحہ ۱۳۱

۔(3) ایضاً صفحہ ۱۳۳

ترجمہ: ماں کی ناموس کو بیٹے کی آرزو یا حوصلہ مندی پر قربان کر دیا گیا اور چونکہ خیانت عصمت سے اس کے دعوے کو استحکام ملتا تھا لہذا ذاتی خواہش کی تکمیل کے لئے حرم کے تقدس کو بھی پامال کر دیا گیا۔"

صورت حال جو بھی رہی ہو یہ بات اسماعیلی کے یہاں نئی نہیں ہے خود پہلے فاطمی خلیفہ اور پہلے اسماعیلی امام (ظاہر) یعنی عبید اللہ المہدی کا نسب گیارہ سو سال سے بحث کا موضوع بنا ہوا ہے جیسا کہ ہم آئندہ کسی باب میں ذکر کریں گے۔

اعمال شریعت کی طرف واپسی:۔ اعمال شریعت چھوڑ دینے کے منفی اثرات کا ذکر ہم نے گزشتہ باب میں کیا ہے۔ نزاریوں کے اعمال شریعت چھوڑ دینے کے اثرات بھی حسب توقع برے ہوئے اور شورش ہو گئی۔ لہذا امام حسن علی ذکرہ السلام کے پوتے امام جلال الدین حسن نے (۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء ـ ۶۱۸ھ/۱۲۲۱ء) نے ظاہر شریعت کے طریقہ کو جاری کیا۔ لیکن اس نوعیت کی کوششوں کا جو نتیجہ ہوا تھا وہ ظاہر ہے۔ علی محمد چنارا صاحب اس صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حضرت امام چونکہ اہل دنیا کے مالک ہیں۔ اس لئے زمانے کی موافقت کے لحاظ سے بندوبست ان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اکثر اماموں کے عہد میں ایسی حرکتیں ظہور میں آئی ہیں اور پھر قرار پا گئی ہیں مگر بیرونی اسباب کو دیکھ کر اکثر لوگ حضرت امام کے مخصوص مطلب کو نہ سمجھ کر من مانی باتیں کرتے رہتے ہیں۔"

نزاری فاضل کی مندرجہ بالا وضاحت کی حیثیت ضرور اہم ہوتی لیکن ظاہری شریعت کی پابندی سے فراغت اور شراب نوشی تو اسماعیلیہ کے یہاں کوئی نئی بات نہیں۔ اس سلسلہ میں ہم ایک دلچسپ تاویل پیش کرتے ہیں جو بہ یک وقت

اسماعیلیہ کے یہاں اور امر و نواہی کی پابندی کی حیثیت اور تاویل کے ذریعہ ہر معاملہ اور ہر واقعہ کا جواز پیش کرنے کی بہترین مثال ہے : کہا جاتا ہے کہ اولاً حضرت امام جعفر الصادقؑ نے اپنے بڑے بیٹے اسماعیل پر اپنی جانشینی کے لئے نص کی تھی لیکن حضرت اسماعیل خلاف شرع عمل (شراب نوشی) کے مرتکب ہوئے اور ان کے والد بزرگوار نے ان پر کی ہوئی نص اپنے دوسرے بیٹے حضرت موسیٰ الکاظمؑ کے حق میں بدل دی۔ اس کے خلاف شرع عمل کی تاویل کے متعلق ایک محقق اس طرح لکھتا ہے :

"اور یہ تاویل کی کہ اسماعیل کا ایسا عمل کرنا (شراب نوشی) ان کی اعلیٰ روحانیت کا ایک ثبوت ہے کیوں کہ وہ ظاہر شریعت کے پابند نہ تھے بلکہ باطن کے قائل تھے۔ یہ شیعوں کے اس رجحان کی ایک مثال ہے جو تاویل یعنی باطن شریعت کی طرف ہے۔(1)۔"

(D. B. Macdonald, Devil of Muslim Theology etc. (P. 2).

اس صورت حال کے بعد کسی کو کسی بھی معاملہ میں کیا کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اقبال نے کس قدر صحیح کہا ہے :

قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

ایران میں نزاری اقتدار کا خاتمہ :۔ ایران میں نزاری اقتدار جس کی ابتداء ۴۸۳ھ / ۱۰۹۰ء میں ہوئی تھی ایک سو ستر (۱۷۰) سال بعد

۔(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ اول صفحہ ۲۱

۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء میں تاتاریوں کے ہاتھوں ختم ہو گیا مگر اسماعیلی مذہب ایران میں مقبول نہ ہو سکا۔ لہذا اسماعیلی دعوت کے مرکز بدلتے رہے۔ کبھی کہیں کبھی کہیں۔ اس درمیان میں نزاری دو حصوں میں بٹ گئے۔ قاسم شاہی اور محمد شاہی' قاسم شاہی سلسلہ کے امام آغا خاں اول ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں ایران سے ہندوستان آئے یہ کیفیات ایران سے متعلق تھیں اب ہم آئندہ تسلسل کے لئے برصغیر میں نزاری داعیوں / پیروں کا کردار بیان کریں گے جس کی نوعیت خصوصی ہے۔

برصغیر میں نزاری داعیوں / پیروں کا کردار :۔ برصغیر پاک و ہند میں اسماعیلی مذہب کے داعیوں کا ذکر نویں صدی عیسوی میں ملتا ہے۔ یہ لوگ قاہرہ' عراق اور یمن سے سندھ اور پنجاب یعنی مغربی پاکستان میں آنے شروع ہوئے۔ اور آہستہ آہستہ سیاسی اقتدار حاصل کر لیا۔ یہ لوگ قرامطہ کہے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ محمود غزنوی کی مہموں کا مقصد قرامطہ کی بیخ کنی بھی تھا چونکہ قرامطہ قتل و غارت کے لئے بدنام ہو چکے تھے۔ شہاب الدین غوری نے بھی ان کے خلاف یورشیں کیں اور آخر کار قرامطہ کا غلبہ ختم ہو گیا۔(1)۔ اس میں اسلامی حکومت کے استحکام اور سنی خیالات کی اشاعت کو بھی دخل تھا۔ اگرچہ تیرہویں صدی عیسوی کے بعد قرامطہ کا ذکر ہندوستانی تواریخ میں نہیں ملتا لیکن ان کے جانشین وہ لوگ ہوئے جن کو شمالی ایران کی اسماعیلی (نزاری) ریاست "الموت" سے بھیجے ہوئے داعیوں / پیروں نے اسماعیلی مذہب کی طرف راغب کیا۔ ان لوگوں کو ابتداء خواجہ کہا گیا جو بگڑ کر "خوجہ" یا "کھوجہ" ہو گیا اس طرح کشمیر' پنجاب و سندھ میں "نزاری" خواجہ کہلائے ان نزاری

---

(1)۔ Shorter encyclopeadia of Islam کے مطابق ان میں کچھ اپنے سابق مذہب پر لوٹ گئے اور کچھ اہل سنت والجماعت میں شامل ہو گئے۔ مقالہ "اسماعیلیہ"

داعیوں / پیروں کے مختصر حالات پیش کیے جاتے ہیں :

(۱) نورالدین یا نور شاہ :۔

برصغیر میں نزاری داعیوں کا سلسلہ نورالدین یا نور شاہ ۔(1) سے شروع ہوتا ہے انہیں "الموت" سے بارہویں صدی میں بھیجا گیا تھا۔ ان کی دعوت کا علاقہ گجرات اور نوساری تھا۔ انہوں نے اپنا نام ہندوانہ رکھا اور بہت سے افراد کو جن کا تعلق نیچ ذاتوں سے تھا اسماعیلی مذہب میں شامل کیا۔ یہ "نورست گرو" کہلائے جاتے تھے (انہوں نے ۶۳۴ھ / ۱۲۳۷ء میں سلطانہ رضیہ کی حکومت کو غیر مستحکم دیکھ کر اسماعیلی جھنڈا لہرانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے)۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی طریقہ تبلیغ سے قطعی ہٹ کر ہندو شعار اپنانے میں پہل کی۔

(۲) پیر شمس (شاہ شمس الدین) ۶۴۲ھ۔ ۷۵۷ھ / ۱۲۴۱ء۔ ۱۳۵۶ء :۔

سید شمس الدین کو "الموت" میں نزاری سلسلہ کے امام قاسم شاہ (۷۰۱ھ۔ ۷۷۱ھ / ۱۳۰۱ء۔ ۱۳۷۰ء نے پیر کا لقب دے کر ایران سے باہر تبلیغ کرنے کی ہدایت کی۔ اس وجہ سے یہ پیر شمس کہلائے۔ انہوں نے کشمیر و پنجاب کے علاقہ میں اسماعیلی مذہب کی دعوت دی۔ انکی پیدائش سبزوار میں ہوئی تھی اسلئے شمس ۔(2)

۔(1) نورالدین یا نورست گرو کا ذکر تاریخ ائمہ اسماعیلیہ میں نہیں ملتا۔ شیخ محمد اکرام نے "آب کوثر" میں خاصی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ دیکھئے صفحات ۳۴۔ ۳۴۳ شیخ محمد اکرم نے آرنلڈ کی دعوت اسلام اور بمبئی گزیٹیر جلد نہم حصہ دوم کا حوالہ دیا۔ تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم میں ڈاکٹر زاہد علی نے بھی نورالدین کا ذکر کیا۔

۔(2) پنجاب کی ایک جماعت جو بظاہر ہندوؤں میں شامل ہے اور خوجوں کے موجودہ امام آغاخاں کو اپنا دیوتا تسلیم کرتی ہے۔ اپنے آپ کو شاہ شمس کے نام پر شمسی کہتی ہے :(آب کوثر صفحہ ۳۴۴)

سبزواری کہلاتے ہیں۔ انکا مزار ملتان میں ہے۔ پیر شمس نے بہت سے "گنان" لکھے۔

گنان کیا ہے ؟ :۔ "گنان" کا ذکر آئندہ بھی آئے گا لہذا اس کی تعریف ضروری ہے۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ میں "گنان" کے متعلق لکھا ہے :

"گنان" سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی روحانی علم کے ہیں۔ یہ منظوم کلام تیرھیوں اور چودھیوں صدی کی مروج زبانوں میں پائے جاتے ہیں جن میں سندھی، پوربی، مرہٹی، سرائیکی، گجراتی، پنجابی اور ہندی سے ملتے جلتے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ یہ کلام دین کی تعلیم دیتے ہیں جن میں خاص طور پر ذکر، عبادت، مرشد کامل اہل بیت امام کی شناخت وغیرہ کے موضوعات پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مروج ہندو وشنو پنتھ کے عقائد اور مذہبی بیان اور واقعات کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔"(1)

پیر شمس نے متعدد گنان لکھے ہیں جن کے نام نہ صرف دلچسپ ہیں بلکہ ان کی فکر و نظر کے آئینہ دار ہیں مثلاً "من سمجھانی، گربی گنان، چندربان، برہم پرکاش" وغیرہ وغیرہ۔ پیر شمس نے ایک چھوٹا دس "اوتار" بھی لکھا۔ ان گنانوں سے متعلق علی جاہ شیخ دیدار علی مرتب تاریخ ائمہ(2) اسماعیلیہ لکھتے ہیں :

"پیر کا کلام زیادہ تر صوفیانہ ہے جس میں دین کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دعوت کے نادر نمونے بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ہندو مت کو اسلامی رنگ میں پیش کیا ہے۔"

(۳) پیر دوائی صدر الدین (۷۰۰ھ ـ ۸۱۹ھ / ۱۳۰۰ء ـ ۱۴۱۶ء) :۔

آپ کا اصل نام محمد تھا اور لقب "بارگر، سودیو، ہر یشچندر، حاجی صدر شاہ اور صدر الدین"

---

(1) شائع کردہ شیعہ امامی اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان۔ کراچی صفحہ ۱۲۶ ـ ۱۲۷ حصہ سوئم۔

(2) ایضاً صفحہ ۱۳۰۔

تھے۔ ہندو انہیں مچھر ناتھ کہتے تھے۔ پیر شمس آپ کے پردادا تھے المؤتی امام اسلام شاہ (۷۷۱ھ۔۸۲۷ھ / ۱۳۷۰ء۔۱۴۲۳ء) نے آپ کو پیر کا لقب دے کر ہندوستان روانہ کیا۔ انہوں نے بہت سے گنان لکھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ "آرلو بوجھ" "ترنجن" ونود' اتھروید' باون گھائی' دعا گٹ پاٹ' کھٹ درشن' کھٹ ترنجن" وغیرہ ان کے گنانوں کی تعداد ۲۵۰ بتلائی جاتی ہے۔(1)۔ گنان لکھنے کے علاوہ پیر صدر الدین نے ہندوستان میں اسماعیلیوں کی تین جماعتیں منظم کیں۔ جن کے منتظم پنجاب مکھی سیٹھ شام داس لاہوری' کشمیر میں مکھی سیٹھ تکسی داس اور سندھ میں مکھی ترکیم تھے۔(2)۔ پیر صدر الدین نے ایک دس لوتار بھی لکھا۔ یہ بھی پیر شمس کی طرح ہندوؤں میں رہتے تھے۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

"انہوں نے ہندو مذہب کے بعض عقائد کو صحیح تسلیم کیا تاکہ اسماعیلیہ مذہب کی اشاعت میں آسانی ہو۔ انہوں نے ایک کتاب دس لوتار کے نام سے لکھی یا رائج کی جس میں رسول اکرم ﷺ کو برہما' حضرت علیؑ کو وشنو اور حضرت آدمؑ کو شیو سے تعبیر کیا ہے۔ یہ کتاب خوجہ قوم کی مقدس کتاب سمجھی جاتی ہے اور مذہبی تقریبوں پر اور نزع کے وقت مریض کے بستر کے قریب پڑھی جاتی ہے۔(3)۔"

(۴) پیر کبیر الدین (۷۴۳ھ۔۸۵۳ھ / ۱۳۴۱ء۔۱۴۴۹ء):۔

کبیر الدین' پیر صدر الدین کے بیٹے تھے ان کو بھی المؤتی امام اسلام شاہ (۷۷۱ھ ۔۸۲۷ھ / ۱۳۷۰ء۔۱۴۲۳ء) نے پیر کا لقب دیا اور ہندوستان میں دعوت کے کام

۔(1) شائع کردہ شیعہ امامیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان۔ کراچی صفحہ ۱۳۶ حصہ سوئم

۔(2) آب کوثر صفحہ ۳۴۵ حوالہ اسماعیلیوں کی تاریخ از مسٹر اے ایس پکلے۔

۔(3) آب کوثر صفحات ۳۴۶۔۳۴۷ شیخ محمد اکرام سندھ گزیٹر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ کتاب "دس لوتار" کی تصنیف میں پیر صدر الدین نے ایک عالم برہمن سے مدد لی۔

کی نگرانی پر مامور کیا۔ پیر کبیر الدین یا پیر حسن کبیر الدین نے بھی متعدد گنان لکھے۔ ان کے نام ملاحظہ ہوں۔ اننت اکھاڑو 'برہم گاونسری اننت کے نو چھگے 'اننت کا دیوا' سگر نور کا دیوا' وغیرہ وغیرہ۔

(۵) سید امام شاہ (سن ۸۳۴ھ۔ سن ۹۲۶ھ / سن ۱۴۳۰ء۔ سن ۱۵۲۰ء :۔

پیر کبیر الدین کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ انہوں نے بھی متعدد گنان لکھے جن کے حسب دستور عجیب عجیب نام ہیں مثلاً گھو گھری گنان 'بھائی بڑائی گنان' مول گا تیری' جنکار وغیرہ۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ کے اعتبار سے ان میں "ہندومت کا زیادہ ذکر ملتا ہے۔"

نزاری پیروں کی خصوصیات :۔

ہم نے اسماعیلی (نزاری) پیروں کا ذکر بہت مختصر کیا ہے۔ جو چیز ان سب میں مشترک ہے وہ ان کی فکر و نظر پر ہندومت کا غلبہ ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے ہندو مت کے بعض عقائد کو صحیح تسلیم کیا۔ ہندوانہ نام رکھے حتیٰ کہ اپنی دعوت کے ارکان کے نام بھی ہندوانہ رکھے مثلاً مکھی 'کامڑیا وغیرہ۔ مقامی تہذیب و تمدن کی برتری تسلیم کرنے میں بھی تامل نہیں کیا۔ اور اس طرح ایک ناداں دوست کا کردار ادا کیا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ پیر کبیر الدین کے بعد ان کے بیٹے کو الموتی امام کی جانب سے پیر کا لقب نہیں ملا۔ بلکہ الموتی امام کے نمائندوں کو وکیل کہا جانے لگا۔ (1)۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیلی داعی ہندومت کے مقامی دباو کا مقابلہ نہ کر سکے حتیٰ کہ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ کے مطابق امام شاہ یا امام الدین کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سید نر محمد شاہ نے جن کو نور محمد

---

(1)۔ سندھ گزیٹیر یا نائب پیر خواجہ داؤد (یا دادو) کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ میں اس کو وکیل کہا گیا ہے۔ اس کے پیرو بھی ہندوانہ نام رکھتے تھے۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ جلد سوم صفحات ۲۰۔ ۲۱۵۔

شاہ بھی کہتے ہیں اپنا تعلق الموتی امام سے توڑ لیا اور ایک ست پنتھی یا امام شاہی فرقہ وجود میں آیا جو اسماعیلی خوجوں کی نسبت کبیر پنتھی اور نانک پنتھی طریقوں سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔(1)۔ اس کا ذکر ہم گزشتہ باب میں کر آئے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے کہ اسماعیلی دعوت کا باقاعدہ سلسلہ بہت کمزور پڑ گیا۔ اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے الموتی امام عبدالسلام م ۸۸۰ھ۔ ۸۹۹ھ / ۱۴۷۵ء۔ ۱۴۹۳ء نے ایک کتاب "پندیات جوانمردی" تصنیف کی جسے "پیر" کا درجہ دیا گیا۔(2)۔ بہر حال اسماعیلیوں میں سے کچھ نے اپنے آپ کو شیعوں (اثناء عشریہ) میں شامل کر لیا۔ کچھ سنی ہو گئے اور کچھ ہندو مت پر واپس ہو گئے یہ نتیجہ نکلا تین سو سالہ اسماعیلی (نزاری) تبلیغ کا۔

نزاری پیر اور تقیہ :۔

ان نزاری داعیوں / پیروں کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ کبھی اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے تھے کبھی شیعی کبھی کسی صوفی سلسلہ سے وابستہ ظاہر کرتے تھے۔ کبھی برسوں ہندو مندروں میں پوجا پاٹ کرتے تھے۔ تاریخ اوچ میں مولوی حفیظ الرحمان خوجوں کے متعلق لکھتے ہیں:

"اوچ کے اسماعیلی خوجے بالعموم اب اثناء عشری ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ کے بزرگ بطور تقیہ اپنے آپ کو سہروردی سلسلہ سے منسوب ہونے کے مدعی ہیں۔(3)"

ایک حیرت انگیز تقیہ (جو چار سو سال تک راز رہا) :۔

اس سلسلہ میں آغا خاں اول کا انکشاف ناظرین کے لئے حیرت کا باعث

---

(1)۔ آب کوثر صفحہ ۳۵۰۔ (2) آب کوثر صفحہ ۳۵۱۔ (3) آب کوثر صفحہ ۳۴۹

ہو گا۔ شیخ محمد اکرام آب کوثر میں لکھتے ہیں :

"اسلامی حکومت کے دوران میں نزاری عام مسلمانوں کے ساتھ گھلے ملے ہوئے تھے۔ ان کی تجہیز و تکفین اور بیاہ شادی کی رسمیں سنی علماء ادا کرتے (اگرچہ وہ اپنے دیوانی جھگڑے اپنی پنچائیت سے طے کراتے) مغربی پنجاب میں کئی اسماعیلی سنی پیروں کے مرید تھے بلکہ پیر صدر الدین کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ سنی مسلمان تھے لیکن جب انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں آغا خان ہندوستان آگئے تو جماعت کو زیادہ منظم اور جداگانہ طریقے پر ترتیب دیا گیا۔ ایک تو وہ لوگ جو خوجوں سے باہر ہیں (مثلاً پنجاب کے شمسی اور گجرات کے ست پنتھی) انہیں بھی آغا خان کی قیادت میں منسلک کرنے کی کوشش کی گئی اور ہو رہی ہے اور دوسرے آغا خان اول نے حکم دیا کہ ان کے پیرو بیاہ شادی، تجہیز و تکفین اور وضو طہارت میں اپنی جماعت کی پیروی کریں۔ بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کی بلکہ ممبئی ہائی کورٹ میں اس مسئلے پر ۱۸۶۴ء میں ایک اہم مقدمہ لڑا گیا۔ جس میں ان لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ پیر صدر الدین سنی تھے اور شروع سے ان کے پیرو بیاہ شادی وغیرہ میں سنی علماء کو بلاتے رہے ہیں۔ آغا خان اول کی طرف سے کہا گیا کہ یہ سب باتیں تقیہ میں داخل تھیں اور پیر صدر الدین کو اسماعیلی (نزاری) امام وقت شاہ اسلام شاہ نے اس لئے داعی بنا کر بھیجا تھا کہ وہ اسماعیلی عقائد پھیلائیں۔ عدالت نے آغا خاں اول کا یہ دعویٰ قبول کر لیا۔ جس پر بعض خوجے ان سے علیحدہ اور اعلانیہ طور پر سنی ہو گئے۔ (1)۔"

---

(1) آب کوثر صفحات ۳۵۱، ۳۵۲۔

اسماعیلی مذہب کی مندرجہ بالا انداز میں تبلیغ اور اس کے اثرات وہی ہوئے جو ہونے چاہئیں تھے۔ یعنی ہندوستانی نزاریوں کے اعتقادات تضادات کا مجموعہ ہو کر رہ گئے جن کو کسی بھی ایک مذہب سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ آغا خاں اول کی ہندوستان میں آمد کے بعد رفتہ رفتہ نزاری آغا خانی کہلائے جانے لگے۔ ان میں وہ چند خاندان بھی شامل ہیں جو ایران سے آغا خاں اول کے ساتھ آئے اور ہندوستان میں سکونت پذیر ہو گئے۔

آغا خانیوں / نزاریوں کی مذہبی کتابیں :۔

(۱) جو گنان پیروں نے (جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے) لکھے ان گنانوں کے مختلف مجموعے ممبئی میں اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے بھارت / انڈیا نے شائع کئے ہیں۔

(۲) پندیات جوانمردی' اس کتاب کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں نصیحتیں اور عالی ہمتی کے اصول درج ہیں۔

(۳) دس اوتار : یہ ایک نقشہ (Chort) سا ہے جس میں اوتار گنائے گئے ہیں۔

(۴) حاضر امام (آغا خاں) کے فرامین : آغا خاں یعنی حاضر امام جو فرمان جاری کرتے ہیں۔ ان کا مجموعہ۔

ان کتابوں سے نمونے پیش کئے جاتے ہیں :

ا۔ گنان کا نمونہ [1] :۔

(۱) "شاہ (یعنی امام) رام چندر کے روپ میں آیا۔ کرشن کے روپ میں آیا......"

---

[1] (1) دیکھئے آغا خانیت کیا ہے؟ شائع کردہ سواد اعظم اہل سنت پاکستان۔

(گنان ۱۷۳ مجموعہ گنان از پیر صدر الدین۔ شائع کردہ اسماعیلیہ ایسو سی ایشن برائے بھارت ممبئی)

(۲) "اس کلجگ میں خداوند عالم کا مظہر ظہور انسانی جسم میں ہے اور وہ ساری روحوں کا شہنشاہ ہے یعنی حاضر امام۔"

(گنان برہم پرکاش از پیر شمس الدین۔ مقدس گنان کا مجموعہ۔ شائع کردہ اسماعیلیہ ایسو سی ایشن ممبئی)

(۳) جو لوگ علی کو دل سے اللہ مانیں گے.......... (نعوذ باللہ)

(گنان مومن چیتا منی۔ از امام شاہ۔ مقدس گنانوں کا مجموعہ)

۲۔ پندیات جوانمردی

امام نے فرمایا:

"مومن وہ ہے کہ جس کا قول ایک ہو۔"

"مومن وہ ہے جو حق اور ناحق کو پہچانتا ہو۔"

۳۔ دس اوتار (اول تا پنجم نقل کے لائق بھی نہیں)

(۶) چھٹا اوتار شاہ نے "رام" کے روپ میں لیا اور دس سر والے راون کو ہلاک کیا.........."

(۸) آٹھواں اوتار شاہ نے "کرشن" کے روپ میں لیا.........."

(۹) نواں اوتار شاہ نے "بدھ" کے روپ میں لیا.........."

(۱۰) آج کل دسویں اوتار میں "علی" کے روپ میں شاہ ظہور میں ہیں۔"

۴۔ فرامین :۔

"اسماعیلیوں کے پاس رہبری کیلئے کوئی مخصوص کتاب نہیں مگر زندہ امام ہے۔"
ہم نے نمونے محض تعارف کے لئے دیئے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اسماعیلیہ کے بنیادی عقائد معلوم ہونے کے بعد نہ ان ذیلی تحریروں کی کوئی حیثیت باقی رہتی ہے اور نہ ان کے کسی بھی عمل کی۔

اسلامی شعار اور آغا خانی :۔

آغاخانیوں کے دو اصول ہیں :

(۱) "جو معاملات خدا کے ہیں انہیں خدا سے اور جو قیصر کے ہیں انہیں قیصر سے متعلق رکھو۔(1)۔"

(Bible-Mark-12:17)

(۲) "جہاں رہو یعنی جس ملک و ملت میں رہو اس کا شعار اختیار کرو۔"

ہم اس سلسلہ میں آغا خاں سوم کی خود نوشت سوانح عمری سے اقتباسات پیش کریں گے :

(۱) "میں نے عورتوں کی آزادی اور تعلیم کی ہمیشہ ہمت افزائی کی ہے۔ میرے دادا اور والد کے زمانہ پردہ ترک کرنے کے سلسلے میں اسماعیلی دوسرے فرقوں سے بہت آگے تھے حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جو بہت زیادہ رجعت پسند تھے میں نے پردہ بالکل ختم کر دیا ہے۔ اب آپ کسی اسماعیلی عورت کو نقاب ڈالے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔(2)۔"

---

(1) اسلام میرے مورثوں کا مذہب صفحہ ۱۴۱۔ (2) ایضاً

(۲) "جہاں تک میرے پیروؤں کے طرز زندگی کا تعلق ہے تو میری یہ کوشش رہی ہے کہ میں ان کو جو نصیحتیں کرتا ہوں جو مشورے دیتا ہوں انھیں اس ملک اور حکومت کے مطابق بدلتا رہتا ہوں جس میں وہ زندگی گذارتے ہیں۔ چنانچہ مشرقی افریقہ کی برطانوی نوآبادی میں انھیں میری یہ تاکید ہے کہ وہ انگریزی کو اپنی اولیں زبان بنائیں اپنے خاندان اور اپنی گھریلو زندگی کی بنیاد انگریزی طریقوں پر رکھیں اور شراب و تمبا کو نوشی کو مستثنیٰ کر کے عام طور پر برطانوی اور مغربی رسم ورواج اختیار کریں۔(1)۔"

نزاریوں (آغا خانیوں) کے دیگر اعمال :۔

کافی عرصہ سے آغا خانیوں کی مذہبی کمیٹی ایک اشتہار بعنوان "آغا خانی مذہبی عبادات کا پیغام" کے ذریعہ اپنی مذہبی عبادات سے روشناس کرا رہی ہے۔ اس اشتہار کے مندرجات بڑے دلچسپ ہیں۔ اس پیغام میں بعض اعمال شریعت کی تاویلات بتلا کر ان پر عمل نہ کرنے کا جواز پیش کیا گیا ہے۔ اور کس طرح حاضر امام کو رقومات کی ادائیگی سے عبادات معاف کرائی جا سکتی ہیں۔ ناظرین اس اشتہار کو ضمیمہ میں ملاحظہ کرلیں۔ ہم اس کے متعلق کچھ عرض کرنا کار عبث سمجھتے ہیں

حاضر امام کو رقومات کی ادائیگی :۔

آغا خانیوں کے لئے مقررہ رقومات کی ادائیگی کے لئے باقاعدہ جماعتی نظام ہے۔ ان ادائیگیوں کے کئی نام ہیں جن میں زیادہ معروف دسوند (آمدنی کا آٹھواں حصہ) اور "ناندی" ہیں۔ اس نوعیت کی ادائیگیوں کی کل رقم لاکھوں روپیہ تک ہو جاتی ہے جس کو حاضر امام کا حق سمجھا جاتا ہے۔ اس قسم کی ادائیگیوں کے خلاف آغا خانیوں میں کبھی

۔(1) اسلام میرے مورثوں کا مذہب صفحہ ۴۶۔

کبھی آواز بھی اٹھائی جاتی ہے مگر بے سود۔ اسی طرح کا ایک واقعہ سید امام الدین کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ سید امام الدین نے (جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے) امام وقت کے لئے دسوند لینے کی مذمت کی۔ اس پر امام وقت (المولی) آغا عبدالسلام نے انہیں جماعت سے خارج کر دیا اور ہندوستان کے لئے پیر یا نائب پیر نامزد کرنے کا سلسلہ بند کر دیا۔ بہر حال موجودہ دور میں اس نوعیت کی ادائیگیاں باعث حیرت ہیں۔

آغاخانیوں کا حکومت برطانیہ سے خصوصی تعلق:۔

۱۲۵۸ / ۱۸۴۲ء میں نزاریوں کے امام حسن علی شاہ، آغا خان اول نے ہندوستان منتقل ہونے کے بعد برطانوی حکومت کو سندھ میں اقتدار حاصل کرنے میں بہت مدد دی۔ حکومت برطانیہ نے اس وفاداری کے صلہ میں ان کو ہز ہائینس (His Highness) کا اعزاز عطا کیا۔ حکومت برطانیہ سے وفاداری کا یہ سلسلہ قائم رہا اور آغا خان سوم سلطان محمد شاہ کو حکومت نے سر کا خطاب عطا کیا۔ ان ائمہ نے حکومت سے وفاداری کا یہ فائدہ اٹھایا کہ وہ ہندوستان اور برطانیہ کے زیر اثر علاقوں میں اپنی جماعت کو اطمینان سے منظم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یہی نہیں بلکہ سرزمین مصر سے بھی تعلق قائم کرنے میں کامیابی ہوئی کیوں کہ نزاریوں کا دعویٰ ہے کہ وہ مصر میں فاطمی خلافت کے جائز وارث ہیں حکومت برطانیہ کی وساطت سے وہ مصر میں خود کو دوبارہ روشناس کرا سکے وہ اس لئے کہ مصر بھی کچھ عرصہ قبل تک حکومت برطانیہ کے زیر اثر رہا ہے اس کے نتیجے میں سر سلطان محمد شاہ، آغا خاں سوئم کو ۱۹۵۹ء میں حکومت برطانیہ کے توسل سے اسوان (مصر) میں دفن کیا گیا۔

مستعلویہ (بوہرے) یا اسماعیلی (طیبی) :۔

جیسا کہ باب سوئم میں ذکر کیا گیا ہے امام المستنصر باللہ (۴۲۷ھ۔ ۴۸۷ھ / ۱۰۳۵ء۔ ۱۰۹۵ء) کے انتقال پر فاطمیوں میں ان کے جانشین پر اختلاف ہوا اور المستنصر کے بڑے بیٹے نزار کو جائز جانشین ماننے والے نزاریہ اور المستنصر کے دوسرے بیٹے المستعلی کو امام / خلیفہ تسلیم کرنے والے مستعلویہ کہلائے اس اختلاف کی وہی نوعیت و صورت تھی جو حضرت جعفر الصادقؑ کے جانشین کے سلسلہ میں ان کے بڑے بیٹے اسماعیل اور ایک دوسرے بیٹے موسیٰ الکاظم کے متعلق پیدا ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں اسماعیلیہ فرقہ وجود میں آیا تھا۔ بہر حال مستعلویہ (موسویوں / اثنا عشریوں کی طرح) خود کو "اصل" کہتے ہیں اور اسماعیلی مذہب کے صحیح عقائد کے مدعی ہیں۔ ان کے آخری امام طیب تھے جنھوں نے کمسنی میں ۵۲۴ھ / ۱۱۳۰ء میں غیبت اختیار کر لی اس وقت سے ان کے یہاں دور ستر کا آغاز ہوا یعنی امام مستور ہے مگر دعوت کا سلسلہ داعیوں کے ذریعہ جاری ہے۔

فاطمی / مستعلویہ اور ظاہری شریعت :۔

ظاہری شریعت کی پابندی کا مسئلہ اسماعیلیوں میں ابتداء سے ہی بہت دلچسپ بلکہ مختلف فیہ رہا۔ ڈاکٹر زاہد علی ~(1) نے اس بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے جس کا لب لباب انہیں کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے :

"بہر حال امام معز (۳۴۱ھ۔ ۳۶۵ھ / ۹۵۲ء۔ ۹۷۵ء) کی دعاؤں اور ان کے باب الابواب جعفر بن منصور الیمن کی کتابوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگلے اور قدیم اسماعیلیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ امام بن اسماعیل کے عہد سے ظاہری اعمال اٹھ گئے اور

~(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحات ۲۵۴۔ ۲۶۴۔

علم باطن کا دور شروع ہوا چنانچہ بعض قدیم اسماعیلی فرقے مثلاً قرامطہ اور نزاری (خوجے) یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ امام مہدی (عبید اللہ المہدی) اور اس کے جانشینوں (فاطمی خلفاء / وائمہ) نے اس قسم کے عقیدے ظاہر نہیں کئے۔ اس کی وجہ مستشرق "اولیری" نے یہ بتائی ہے کہ ان حکمرانوں کو بلاد مغرب۔ مصر اور شام وغیرہ پر مستقل حکومت کرنے کا موقع ملا اور ان ممالک میں اکثریت اہل سنت کی تھی۔ اس لئے انھوں نے صرف ایسے عقیدے ظاہر کئے جو ان کی رعایا سے ملتے تھے ۔(1)۔"

واضح رہے کہ اسماعیلیوں کے یہاں امام / خلیفہ ابو تمیم معد المعز الدین اللہ (۳۴۱ھ - ۳۶۵ھ / ۹۵۲ء - ۹۷۵ء) جملہ فاطمی ائمہ میں ایک خصوصی حیثیت کے مالک سمجھے جاتے ہیں وہ زیادہ تر مولانا معز کہے جاتے ہیں ان کی دعائیں اسماعیلیوں کے یہاں بہت معتبر اور متبرک مانی جاتی ہیں ۔(2)۔ ڈاکٹر زاہد علی نے ان کی دعاؤں سے وہ عربی متن بھی دیا ہے جس کی رو سے ظاہری اعمال کی پابندی اٹھ گئی ہے۔ مگر اس صریح بیان کے بعد بھی ایک دلچسپ تاویل پیش کی گئی جس پر مستشرق ایوانو سے ضبط نہ ہو سکا اس کے تاثرات ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوں گے :

"Sayyidna Idris obviously tries here as on many other occasios to avoid falling between two stools, without any convincing result. This is one of the examples of that mystic vision, in which two contradictory statements are both admitted as true at one

---

(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۶۳۔

(2) یہ دعائیں سات ہیں جو اتوار سے شروع ہوتی ہیں۔ آخری دعا شنبہ (سنیچر) کی ہے۔ اتوار سے دعاؤں کا شروع ہونا نصرانی اثرات کا ثبوت ہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۵۵)

and the same. In such cases the student is required to possess strong confidence in the honesty of the author to treat statments seriously, and not to take it for ordinary. foolishness. (The Rise of the Fatimids P-244).

ترجمہ: حسب سابق اس مرتبہ بھی سیدنا ادریس نے تذبذب کا شکار ہو کر غلط راستہ اختیار کرنے سے بچنے کی کوشش کی ہے لیکن نتیجہ غیر اطمینان بخش رہا۔ یہ عارفانہ تصورات کی بہت سی مثالوں میں ایک ہے جن میں دو متضاد بیانات کو ایک ہی وقت میں درست قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے حال میں حقیقت کے متلاشی کو مصنف کی دیانت پر اعتماد کامل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اس کے بیانات کو سراسر حماقت سمجھنے کے بجائے درخور اعتناء سمجھ سکے۔"

متذکرہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ فاطمیوں نے اگر ظاہری شریعت کی پابندی کی تو اس وجہ سے کی کہ ان کی حکومت میں اہل سنت والجماعت کی کثرت تھی اور ان کے لئے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ ان کو یعنی اہل سنت کو مطمئن رکھنے کے لئے ظاہری شریعت کی پابندی کریں۔ یہ پابندی مصر میں فاطمی اقتدار کے دران مصلحت وقت کے تحت برقرار رہی اور اسماعیلی مرکز دعوت کے ۵۶۷ھ / ۱۱۷۲ء میں یمن منتقل ہونے پر مستعلویہ نے اس کو قائم رکھا کیوں کہ یمن میں ان کے ارد گرد اثناء عشری اور زیدیہ تھے جن کے یہاں اعمال شریعت کو اولین حیثیت حاصل ہے۔

مستعلویہ میں یمن سے ۹۴۶ھ / ۱۵۴۰ء میں ہندوستان منتقل ہونے کے بعد بھی ظاہری شریعت کی پابندی برقرار رہی۔ کیوں کہ مصر کی طرح ہندوستان میں اہل سنت

کی اکثریت ہے اور اثناء عشری بھی ہیں۔

ہندوستان مرکز دعوت منتقل ہونے کے بعد مستعلویہ بوہرے کہلائے جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ۹۹۹ھ / ۱۵۶۰ء میں بوہرے دو حصوں میں بٹ گئے' ایک "داؤدی" دوسرے "سلیمانی" رفتہ رفتہ ان میں مزید فرقے پیدا ہو گئے جو "مہدی باغ والے" اور "علیہ" کے نام سے معروف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سلیمانیہ میں جو زیادہ تر یمن میں ہیں اور مہدی باغ والوں میں "قائم القیامۃ" کا ظہور ہو چکا ہے لہذا خیال کیا جاتا ہے کہ جیسا کہ اسماعیلیہ میں ہوتا رہا ہے وہ بھی ظاہری شریعت کی پابندی سے آزاد ہو گئے ہوں گے۔ البتہ داؤدی بوہرے مصلحت وقت کے تحت اعمال شریعت کے بدستور پابند نظر آتے ہیں۔

مستعلویہ کی مقدس کتابیں :۔

مستعلویہ کے یہاں چار کتابیں بہت مقدس سمجھی جاتی ہیں۔

(۱) رسائل اخوان الصفا جن کو قرآن الائمہ کہا جاتا ہے ان رسائل کا ذکر گزشتہ باب میں آچکا ہے۔

(۲) قاضی نعمان بن محمد متوفی ۳۶۳ھ / ۹۷۴ء کی کتاب دعائم الاسلام جو فقہ سے متعلق ہے۔

(۳) ہبۃ اللہ بن موسیٰ الشیرازی (المؤید فی الدین) متوفی ۴۷۰ھ / ۱۰۷۷ء کی مجالس المؤیدیہ جس میں قرآنی آیات اور چند فقہی احکام کی تاویلات بیان کی گئی ہیں۔

(۴) احمد حمید الدین الکرمانی ۴۰۸ھ / ۱۰۱۸ء کی راحۃ العقل جس میں توحید' عقل' نفس' رسالت' وصایت وغیرہ کا بیان ہے۔

موجودہ اسماعیلی فرقوں کے مجموعی اعتقادات :۔

موجودہ اسماعیلی فرقوں کی کیفیات بیان کرنے کے بعد ہم ان فرقوں کے مجموعی اعتقادات بیان کرتے ہیں تاکہ مکمل صورت سامنے آجائے۔

بنیادی عقائد ؎(1) :۔

توحید :۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے مگر وہ کسی صفت سے موصوف یا کسی نعت سے منعوت نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر لفظ واحد کا اطلاق کرنا درست نہیں۔ تمام صفات حقیقت میں اس مبدع اول پر واقع ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ جس کا دوسرا نام عقل اول یا امر یا کلمہ ہے۔ عالم جسمانی میں یہ صفات امام پر صادق آتی ہیں، کیوں کہ وہ عقل کے مقابل قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہست بھی نہیں کہا جاسکتا۔

رسالت :۔ انبیاء و مرسلین کو اولاً مستقر امام کا نائب یا مستودع کہا گیا ہے اس کے بعد اس نبی کو ناطق بتلایا ہے جو خدا کی طرف سے شریعت لاتا ہے۔ اس حیثیت سے اس کا فرض صرف شریعت کا اظہار ہے جب کہ باطن کی ذمہ داری "صامت" کی ہے اور باطن ہی مقصود اصلی ہے اور آگے چل کر کہا گیا ہے کہ ایک ناطق اپنے سابق کی شریعت کو منسوخ کرتا چلا آیا ہے اور یہ سلسلہ امام محمد بن اسماعیل بن جعفر صادقؒ تک پہنچا جو ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی شریعت ظاہر کو معطل کیا اور باطن کو کشف کیا عالم الطبائع کو ختم کیا یہی یوم آخر میں قائم القیامہ ہیں۔

قرآن پاک :۔ نبی یا رسول کا کام یہ ہے کہ وہ جو بات اس کے دل میں آتی ہے اور

؎(1) دیکھئے باب چہارم۔

بہتر معلوم ہوتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیتا ہے اور اس کا نام کلام الٰہی رکھتا ہے تاکہ لوگوں میں یہ قول اثر کر جائے اور وہ اسے مان لیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا ظاہر بیان کیا جب کہ حضرت علیؓ نے بہ حیثیت صامت' کے اس کا باطن بیان کیا جو مقصود اصلی ہے۔

نبی اور امام :۔ نبی کے مقابلہ میں امام کے اوصاف بھی پیش کئے جاتے ہیں :

(۱) امام علم خدا کا خازن اور علم نبوت کا وارث ہے۔ (۲) اس کا جوہر سماوی اور اس کا علم علوی ہوتا ہے۔ (۳) اس کے نفس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیوں کہ اس کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے۔ (۴) اس میں اور دوسرے بندگان خدا میں وہی فرق ہے جو حیوان ناطق اور غیر حیوان ناطق میں ہے۔ (۵) ہر زمانے میں ایک امام کا وجود ضروری ہے۔ (۶) امام ہی کو دنیا پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔

(۷) ہر مومن پر امام کی معرفت واجب ہے۔ (۸) امام معصوم ہوتا ہے اس سے خطا نہیں ہو سکتی۔ (۹) امام کی معرفت کے بغیر نجات نا ممکن ہے۔

(۱۰) باری تعالیٰ کے جو اوصاف قرآن مجید میں وارد ہیں ان سے حقیقت میں ائمہ موصوف ہیں۔ (۱۱) ائمہ کو شریعت میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار ہے۔

بنیادی اعتقادات کے بعد ہم معروف اسماعیلی فرقوں سے
متعلق دیگر امور بیان کرتے ہیں :

۱۔ اسماعیلیہ (قرامطہ) :۔

اب دنیا میں موجود نہیں۔ (بنیادی اسماعیلی عقائد سے منحرف ہو گئے تھے)

۲۔ اسماعیلیہ (فاطمی) (دروزیہ) :۔

(۱) امام / خلیفہ کو (نعوذ باللہ) خدا مانتے ہیں۔

(۲) حلول اور تناسخ کے قائل ہیں۔

(۳) اعمال شریعت کے قطعی پابند نہیں۔

(۴) مسجد کی جگہ جماعت خانہ ہے۔

گویا.......... بنیادی اسماعیلی عقائد سے بھی منحرف ہیں۔

۳۔ اسماعیلیہ (فاطمی) (مستعلویہ) :۔

(۱) ان کا ایمان ہے کہ امام طیب کی نسل سے برابر امام ہو رہے ہیں اگرچہ پوشیدہ ہیں لیکن داعیوں کو ان سے برابر ہدایات ملتی رہتی ہیں۔ مہدی آخر الزمان جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے وہ امام طیب کی نسل سے ہوں گے۔

(۲) ~(1) اعمال شریعت کے پابند ہیں مگر جمعہ کی نماز باجماعت نہیں پڑھتے۔

(ا) اعلانیہ سود لیتے ہیں۔

(ب) دیوالی کے موقع پر روشنی کرتے ہیں اور حساب وکتاب کی نئی کتابیں تبدیل کرتے ہیں۔ ہندی مہینوں کے اعتبار سے حساب رکھتے ہیں۔

(ج) عیدین و دیگر مبارک ایام کے لئے انکا کیلنڈر اپنا ہے۔

(د) مسجد، جماعت خانہ اور قبرستان وغیرہ سب علیحدہ ہیں۔

(ہ) کچھ عرصہ سے ان کی خواتین نے پردہ اختیار کر لیا ہے۔

(۳) وضع قطع اور لباس میں اگرچہ مسلمانوں سے قریب تر ہیں مگر ان سب کا انداز امتیازی ہے جس سے وہ آسانی سے پہچانے جاتے ہیں۔ اپنے اسلاف کی تقلید میں سفید لباس پہنتے ہیں۔

~(1) (۲) سے (۵) تک کے لئے دیکھئے "مذاہب الاسلام" از محمد نجم الغنی صفحات ۲۹۲ اور "آب کوثر" صفحات ۳۵۳۔۳۵۵۔

(۴) ان کا کلمہ یہ ہے۔ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ مولانا علی ولی اللہ وصی رسول اللہ۔

(۵) آذان میں اشھدان محمد رسول اللہ کے بعد اشھدان مولانا علیہ ولی اللہ اور حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل محمد و علی خیر البشر و عترتھاما خیرا العتر کا اضافہ کرتے ہیں۔

(۴) اسماعیلیہ (فاطمی) (نزاریہ) یا آغاخانی :۔

(۱) حاضر امام سب کچھ ہے۔ (۲) اعمال شریعت سے مکمل طور پر آزاد ہیں (مصلحت وقت کے اعتبار سے حاضر امام کے فرمان خصوصی کے تحت عمل کر لیتے ہیں۔)

(۳) مسجد کی جگہ جماعت خانہ ہے ~(1)۔ (۴) کلمہ حسب ذیل ہے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ و اشھد ان علی اللہ

(تیسرا حصہ غور طلب ہے)

(۵) شعار اسلامی کے قطعی پابند نہیں (صرف نام اسلامی ہوتے ہیں)۔

(۶) حاضر امام مغربی تمدیب کا نمونہ ہیں۔

(۷) ہر عبادت کا بدل روپیہ پیسہ ہے جو حاضر امام کا حق ہے۔

(۸) حاضر امام کا دیدار سب سے بڑی عبادت ہے۔

ہم نے اسماعیلیوں کے بنیادی اعتقادات اور مختلف فرقوں کی موجودہ کیفیات حتی المقدور خالی الذہن ہو کر بیان کر دی ہیں امید ہے کہ ان معلومات کی بناء پر ناظرین خود ان کے متعلق رائے قائم کر سکیں گے۔

~(1) جس میں خواجہ حسن نظامی کے مطابق ہنود کا "اوم" اسطرح لکھا جاتا ہے کہ خط کوفی میں "علی" پڑھا جائے۔

حضرت علیؓ کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ :۔

اسماعیلی عقائد میں امام کے اوصاف کے متعلق گزشتہ باب میں کافی ذکر کیا جا چکا ہے اب حضرت علیؓ کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ پیش کیا جاتا ہے جس کا علم اس باب کی تکمیل کے بعد ہوا۔

"ہم مرتضیٰ علیؓ کا نور جماعت کے پاس حاضر ناظر بیٹھے ہیں۔ تمہیں صدق دل سے اس حقیقت پر ایمان رکھنا چاہئے کہ ہم (ائمہ) اس دنیا میں وجود عنصری کو لباس کی طرح پہنتے اور اتارتے ہیں مگر ہمارا نور ازلی اور منزل ہے اور وہ ہمیشہ زندہ اور قائم ہے۔ اس لئے تمہیں اس ازلی اور منزل نور ہی کو مد نظر رکھنا چاہئے جو ازلی اور منزل نور آغا علی شاہ یا ہمارے داد ایا ان کے بزرگوں اور حضرت علیؓ میں تھا وہی نور اب ہم میں ہے ہم ان کے جانشین ہیں۔ نور امامت ہمیشہ حاضر و ناظر اور ایک ہے صرف (ان عنصری اجسام جن کے ذریعہ وہ ظاہر ہوتا ہے) نام علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ مولانا مرتضیٰ علیؓ کا تخت امامت ہمیشہ سے قائم ہے اور تا قیامت قائم رہے گا ۔(1)۔"

آغا خانیوں کے کلمہ کے آخری ٹکڑے اشھد ان علی اللہ (نعوذ باللہ) اور مندرجہ بالا وضاحت سے حضرت علیؓ کی جو حیثیت سامنے آتی ہے وہ اس سے مختلف ہے جو قدیم اسماعیلی عقائد میں نظر آتی ہے۔ یہ غالباً ایران میں اثناء عشری اثرات کا نتیجہ ہے اور شاید اسی وجہ سے ایران ۔(2) میں نزاری علی اللہی کہلاتے ہیں۔

۔(1) ارشاد آغا علی شاہ موجہ ۸ ر ستمبر ۱۸۸۵ء ممبئی (اسماعیلیوں کے تاریخی کتبات اور قراردادیں صفحہ ۴۷)

۔(2) ایران میں اسماعیلیوں کو ملایا ' ملائی اور وسط ایشیا میں ملائی یا مولائی کہا جاتا ہے۔

باب ششم

تاریخ میں
اسماعیلیوں کا منفی کردار

قرامطہ (مساجد کا جلانا اور حجاج کا مسلسل قتل) :۔

گزشتہ باب میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ قرامطہ اسماعیلیہ ہی کی ایک شاخ ہیں لیکن ابتداء ہی میں انہوں نے اپنا تعلق اسماعیلی مرکز دعوت سلمیہ سے توڑ لیا تھا۔ قرامطہ نے اپنی دعوت کا مرکز کوفہ رکھا۔ عرب اور نبطی قبیلے کثرت سے اس دعوت میں داخل ہو گئے اس دعوت کی کامیابی میں حمدان قرمط اور عبدان پیش پیش تھے۔ ان دونوں نے اپنے مریدوں پر مختلف قسم کے محاصل لگائے اور ایک قسم کا اشتراکی نظام نافذ کر دیا۔ اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر ان دونوں داعیوں نے اپنے مریدوں کو فرقہ "ثنویہ۔(1)" کی تعلیم دینا شروع کر دی جس کی وجہ سے وہ زہد و تقویٰ چھوڑ کر فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے اپنے متبعین کو یہ باور کرا لیا کہ صرف امام محمد بن اسماعیل کی معرفت کافی ہے۔ اس طرح ان کو ظاہری اعمال شریعت کی ادائیگی یعنی نماز، روزہ وغیرہ سے فارغ کر دیا۔ مریدوں کو یہ بھی تعلیم دی

---

(1) "ثنویہ" نور و ظلمت کو عالم کا خالق مانتے ہیں۔

گئی کہ تمہارے مخالفین کا خون تمہارے لئے حلال ہے۔ ہتھیار جمع کرنے کی ترغیب دلائی گئی یوں سمجھئے کہ ایک دہشت گردوں کی جماعت تشکیل پا گئی۔ اب اس جماعت نے ایسی خونریزی شروع کی کہ ہم سایہ چیخ اٹھے۔ ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء میں انہوں نے قریہ مہماآباد (قم اور اصفہان کے درمیان ایک گاؤں) میں ایک دارالہجرت بنایا اور اسے مضبوط فصیل سے محفوظ کر کے اس کے گرد خندق کھودی۔ اب والیان حکومت بھی ان سے گھبرانے لگے۔(1)۔ قرامطہ کی دعوت کو بلاد شام میں بھی کامیابی ہوئی۔ عباسی خلفاء نے ان کی سرکوبی کے لئے فوجیں بھیجیں مگر ناکامی ہوئی۔ ایک مقابلہ میں قرامطہ نے "رصافہ" کی مسجد جلادی اور لوٹ مار کی۔ قرامطہ کی طاقت اتنی بڑھی کہ انہوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا اور اس کے بعد بہت سے شہروں کو فتح کرتے ہوئے اسماعیلیوں کے پہلے مرکز سلمیہ پہنچے اور یہاں رہنے والے بہت سے بنوہاشم کو موت کے گھاٹ اتارا۔(2) اس فتنہ کو فرد کرنے کے لئے عباسی خلیفہ المکتفی باللہ نے ۲۹۰ھ / ۹۰۳ء میں ایک بڑا لشکر بھیجا اور قرامطہ کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے بعد قرامطہ نے اپنی منتشر طاقت کو پھر اکٹھا کیا مگر اس مرتبہ عباسی خلیفہ کا لشکر ان کی تاب نہ لا سکا۔ ان کی لوٹ مار کا سلسلہ بصرہ اور بغداد تک پہنچ گیا انہوں نے راستہ میں مکہ معظمہ سے واپس آنے والے حاجیوں کے تین قافلوں پر زبردست حملے کئے۔ ان معرکوں میں تقریباً بیس ہزار آدمی قتل ہوئے اور کئی لاکھ دینار قرامطہ کے ہاتھ لگے۔ مرد تو مرد قرامطہ کی عورتیں بھی لڑائی میں حصہ لیتی تھیں۔ بغداد میں ایسا کوئی گھر باقی نہ رہا جو مصیبت

---

(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۴۸ تا ۱۶۰۔

(2) ایضاً۔

کدہ نہ ہوا ہو اور جہاں سے آہ وزاری کے نالے بلند نہ ہوئے ہوں۔(1)۔اس درمیان میں قرامطہ بحرین میں اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ نوجوانوں کو سپہ گری کی تعلیم دلانا ان کا خاص کام تھا عباسی خلفاء ان کا مقابلہ کرنے میں باربار ناکام رہے اور ۳۱۱ھ۔ ۳۲۵ھ / ۹۲۲ء۔ ۹۳۷ء تک بحرین کے قرامطہ نے بصرہ، کوفہ اور عراق کے دوسرے شہروں میں پہلے سے زیادہ شدید فساد برپا کیا۔ اب قرامطہ اور سلمیہ کے اسماعیلیوں میں مغاہمت ہو گئی۔ لہٰذا بحرین کے قرامطہ نے ابو طاہر سلیمان کی سرکردگی میں ۳۱۵ھ / ۹۲۷ء میں بصرہ پر رات کے وقت اچانک چڑھائی کی۔ دس روز تک خون ریزی کی۔ شہر کے بڑے حصہ کو جلا دیا اس سے قبل ابو طاہر سلیمان کے باپ حسن بن بہرام ابو سعید جنابی نے الاحساء، قطیف اور بحرین پر قبضہ کرتے وقت مسلمانوں کا قتل عام کیا اور مساجد کو آگ لگائی۔

بیت اللہ شریف کی بے حرمتی اور حجر اسود کی منتقلی :۔

قرامطہ نے حاجیوں کے قافلوں کو لوٹنا تو معمول بنا رکھا تھا لیکن ۳۱۷ھ / ۹۲۹ء میں قرامطہ ابو طاہر سلیمان کی قیادت میں مکہ معظمہ پہنچے اور عین "ترویہ" کے روز حاجیوں پر حملہ کر کے انکا مال واسباب لوٹ لیا۔ حاجیوں کو بیت الحرام میں قتل کیا۔ حجر اسود کو اس جگہ سے نکال کر اپنے مستقر ہجر (Hajar) جو بحرین کا دارالخلافہ تھا لے گئے تاکہ اپنے شہر میں حج مقرر کریں۔ بیت اللہ کا دروازہ اور محراب اکھاڑے گئے۔ مقتولین کے چند لاشے زم زم کے کنویں میں پھینک دیئے گئے اور کچھ بغیر غسل وکفن کے مسجد حرام میں دفن کئے گئے اہل مکہ پر

---

(1)۔ تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۳۹ تا ۱۶۰۔

بھی مصیبتیں ڈھائی گئیں۔ ابو طاہر نے ۲۲ سال بعد ۳۳۹ھ / ۹۵۱ء میں حجر اسود واپس کیا۔(1)۔ حجر اسود سے متعلق یہ واقعہ ہر مورخ نے لکھا ہے اور متفق علیہ ہے۔ اس واقعہ کا بیان ایک دوسرے مورخ کے قلم۔(2) سے سنئے:

"ابو طاہر نے بیت اللہ کا دروازہ بھی کھود دیا اور ایک آدمی کو میزاب رحمت اکھیڑنے کے لئے اوپر چڑھایا۔ جہاں سے وہ گر کر مرا۔" قرامطہ کا یہ امیر ابو طاہر اس موقع پر باب کعبہ پر بیٹھا ہوا تھا اور آس پاس کے حاجی قتل کئے جا رہے تھے۔ مسجد حرام اور شہر حرام اور یوم الترویہ۔(3) (جو اشرف الایام ہے) میں معصوم حاجیوں پر تلواریں چل رہی تھیں اور وہ یہ بیت پڑھ رہا تھا۔

ترجمہ: "میں اللہ کا ہوں' اور اللہ کے ذریعہ ہوں۔ وہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور میں انہیں فنا کرتا ہوں۔"

لوگ ان قاتلوں سے بھاگ کر کعبہ کے پردوں سے چمٹے تھے مگر اس کا بھی لحاظ کئے بغیر شہید کئے جاتے رہے۔ اس دن ایک بزرگ طواف کر رہے تھے۔ ختم طواف پر ان پر بھی تلوار پڑی۔ انہوں نے مرتے وقت شعر پڑھا جس کا ترجمہ ہے:

"تم ان کے دیار میں اصحاب کہف کی طرح محبین کو بے ہوش پڑا دیکھو گے کہ نہیں جانتے کتنی مدت گزر گئی۔"

۔(1) تاریخ فاطمیین مصر صفحہ ۱۶۰ حصہ دوم۔

۔(2) ابن الاثیر "تاریخ اسلام میں شیعیت و باطنیت کا منفی کردار" الحق' ماہ جولائی ۸۵ء۔

۔(3) ۸ / ذی الحجہ جس دن سے حج کے ارکان کی ادائیگی شروع ہوتی ہے۔

ایک قرمطی مطاف میں داخل ہوا جو سوار تھا اور شراب پیے تھا۔ اس کے گھوڑے نے بیت اللہ کے پاس پیشاب کیا۔ اس نے حجر اسود کو ایک کلہاڑی مار کر توڑ دیا اور پھر اکھاڑ لیا۔ یہ قرمطی مکہ میں گیارہ دن رہا اور جب اپنے وطن لوٹا تو اللہ نے اس کے بدن پر ایک طویل عرصہ تک عذاب نازل کیا جس سے اس کے اعضاء کٹ کٹ کر گرتے تھے اور اس کے گوشت سے کیڑے ٹپکتے تھے۔

"الصلہ" کا مصنف لکھتا ہے کہ ابو طاہر نے خلفاء کے وہ آثار لوٹ لئے جو انہوں نے وہاں بطور زینت رکھے تھے مثلاً حضرت ماریہؓ کے کانوں کے بندے، حضرت ابراہیم کے مینڈھے کے سینگ اور عصائے موسیٰ جو سونے اور جواہرات سے جڑے ہوئے تھے۔ (تاریخ الکامل۔(1))

احمد امین حرم میں قتل عام کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :

"ابو طاہر گھوم پھر کر اپنے ساتھیوں کو یہ کہہ کر قتل پر ابھارتا تھا کہ ان کفار اور بت پرستوں پر خوب حملے کرو۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے وہاں بارہ دن قیام کیا اور قتل وغارت کا ایسا اقدام کیا جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں(2)۔"

(ظہر الاسلام)

قرامطہ کی سرگرمیاں ہندوستان میں :۔

قرامطہ جو بنیادی طور پر اسماعیلی تھے ہندوستان یں بھی سرگرم عمل رہے۔ اسماعیلی داعی سندھ میں تیسری صدی ہجری میں آنے شروع ہوئے رفتہ رفتہ

۔(1) ۔(2) تاریخ اسلام میں شیعیت و بابیت کا منفی کردار۔ ماہنامہ "الحق" ماہ جولائی ۸۵ء

انہوں نے سندھ اور پنجاب کے وسیع علاقوں پر اقتدار حاصل کر لیا محمود غزنوی نے ان کی سرکوبی میں نمایاں حصہ لیا اور ۳۹۶ھ / ۱۰۰۶ء میں ملتان قرامطہ سے واپس لے لیا مگر اسماعیلی فوراً اس پر دوبارہ قابض ہو گئے۔ پھر اس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اس علاقہ کے ملاحدہ سے جنگ کی اور ان کو گجرات کی طرف دھکیل دیا۔ لیکن خود سلطان شہاب الدین غوری کی شہادت ایک اسماعیلی کے ہاتھوں ہوئی۔ ۶۳۴ھ / ۱۲۳۷ء میں قرامطہ و ملاحدہ کی ایک جماعت نے اطراف ہند سے اکھٹے ہو کر ایک عالم نما شخص نور ترک نامی کے ایما پر تلواروں ڈھالوں اور کلہاڑوں سے مسلح ہو کر جامع مسجد دہلی کو گھیرے میں لے لیا۔ یہ ایک فوج کی صورت میں جامع مسجد اور مدرسہ معزی میں گھس گئے اور مسلمانوں کو تہہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگ ان ملاحدہ کی تلواروں کا شکار ہوئے اور کئی ہجوم میں کچلے گئے۔ یہ واقعہ سلطانہ رضیہ کے دور حکومت میں ہوا اور قاضی منہاج سراج نے طبقات ناصری میں بالتصریح لکھا ہے۔(1)۔

دروزیہ (مسلمانوں سے بدترین دشمنی) :۔

دروزیہ اسماعیلیوں کی وہ شاخ ہے جو فاطمی امام / خلیفہ الحاکم بامر اللہ کو (نعوذ باللہ) خدا مانتے ہیں۔ علامہ شمس الدین ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں :

"معلوم ہوا کہ ساحل شام پر الجرد و کسروان نام کے پہاڑ تھے جس میں ہزاروں روافض (دروز) رہتے ہیں اور لوگوں کا خون بہاتے اور انہیں لوٹتے ہیں اور جب ۶۹۹ھ / ۱۳۰۰ء میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو ان کے ساز و سامان پر قبضہ کر

(1)"آب کوثر" صفحات ۳۴۰۔۳۴۱۔

اور انہیں کافروں اور قبرص کے نصاریٰ کے ہاتھ بیچ دیا۔ وہ گذرنے والے مسلمان سپاہیوں کو بھی پکڑ لیتے تھے اور اس طرح وہ مسلمانوں کے لئے ان تمام دشمنوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوئے۔ ان کے بعض امراء نے نصاریٰ کا علم بلند کیا یہ پوچھے جانے پر کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں کون بہتر ہے؟ کہا کہ نصاریٰ بہتر ہیں۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ قیامت میں کس کے ساتھ حشر پسند کرو گے تو کہا کہ نصاریٰ کے ساتھ ان لوگوں نے کئی شہروں کو نصاریٰ کے حوالے بھی کیا۔(1)۔"

روافض باطنیہ (اسماعیلی) (صلیبیوں سے تعاون) :۔

علامہ شیخ ابو زہرہ روافض باطنیہ کے متعلق لکھتے ہیں :

"بلاد شام اور اس کے بعد عالم اسلام پر صلیبی حملے کے وقت انہوں نے مسلمانوں کے مقابلہ پر صلیبیوں سے دوستی کی۔ چنانچہ جب صلیبی بعض بلاد اسلامیہ پر قابض ہوئے تو انہیں اپنا مقرب بنایا اور مختلف عہدوں پر بحال کیا او جب نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی اور دیگر ایوبی حکمران ہوئے تو یہ چھپ بیٹھے اور مسلمانوں کے اکابر اور بڑے سپہ سالاروں کے قتل کی سازش کرنے لگے۔(2)۔"

اسماعیلی (نزاری) یا مشرقی اسماعیلی (اکابر کا قتل) :۔

نزاری یا نزاریہ اسماعیلیوں کی وہ شاخ ہے جو فاطمی خلیفہ المستنصر باللہ کے بعد اس کے بیٹے احمد المستعلی کے بجائے اس کے بیٹے نزار کو امام برحق تسلیم کرتی ہے۔

۔(1) رسالہ "الحق" ماہ مئی صفحہ ۱۴۔

۔(2) تاریخ اسلام میں شیعیت و باطنیت کا منفی کردار)

۔ ایضاً۔

نزاری امامت کا سلسلہ مصر کی بجائے شمالی ایران میں قلعہ الموت پر قبضہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا بانی داعی حسن بن صباح ہے جو شیخ الجبال کے نام سے بھی معروف ہے۔ ایسا کون پڑھا لکھا شخص ہوگا جس نے حسن بن صباح اور اس کی جنت اور حشیشین کا نام نہ سنا ہو۔ حسن بن صباح ہی تھا جس نے ایک داعی کی حیثیت سے نزاری امامت کے سلسلہ کو قلعہ الموت میں مستحکم کیا۔ حسن بن صباح نے اس قلعہ پر ۴۸۳ھ / ۱۰۹۰ء میں قبضہ حاصل کیا۔ اس قلعہ کے نام محل وقوع اور ناقابل تسخیر ہونے سے متعلق بہت سی دلچسپ روایات ہیں یہی وہ قلعہ ہے جس کے Eagle's nest شکرے / عقاب کا گھونسلا کہا گیا حسن بن صباح کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس قلعہ کے قبضہ کے بعد (۴۸۳ھ ۱۰۹۰ء سے ۵۱۸ھ ۱۱۲۴ء یعنی وفات تک) قلعہ سے باہر نہیں نکلا۔ اس نے ایک جان نثاروں کی تنظیم قائم کی اور اپنے فدائیوں کے ذریعہ قتل و غارت کے ایسے کارنامہ انجام دیئے کہ اسلامی دنیا تھرا اٹھی۔ یہ واقعات ایک جرمن مصنف فان ہمیر نے اپنی کتاب History of the Assasins ۔(1) میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ ہم فان ہمیر کے تاثرات سے پہلے دوسرے حوالوں سے چند واقعات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

شام کے ممتاز عالم شیخ عبدالرحمان المیدانی لکھتے ہیں :۔

"۴۹۴ھ ۱۱۰۰ء میں قرامطہ نے پھر زور پکڑا۔ ان کے سرغنہ احمد بن عبدالملک عطاش (نزاری داعی) کا مرکز قلعہ اصفہان (قلعہ شاہ در ۔(2)) تھا اور حسن بن صباح

۔(1) یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی۔ اس کا انگریزی ترجمہ چارلس وڈ نے کیا ہے۔ حال ہی میں دوبارہ شائع ہوئی ہے اس کتاب سے سید امیر علی اور نعوذ مرعلی نے بھی استفادہ کیا ہے۔

۔King of Pearls (2)

کا "الموت" جس کے فدائیوں نے نظام الملک ۔(1) کو قتل کیا۔ ۴۹۸ھ / ۱۱۰۴ء میں خراسان و ہندوستان کے قافلہ حجاج کو رے (بحر کیسپین کے جنوب میں ایک مشہور شہر) کے پاس باطنیوں نے قتل کیا۔ بالآخر ۵۱۸ھ / ۱۱۲۳ء میں حسن بن صباح مر گیا۔ ۵۲۰ھ / ۱۱۲۶ء میں وہ پھر سرگرم ہوئے (نزاری داعی) بہرام بن موسیٰ نے شام کو مرکز بنایا اور صلیبی حملوں سے فائدہ اٹھایا۔ قلعہ بانیاس (دمشق سے قریب) پر قابض ہو کر مسلمانوں کو ستانے لگے۔ مزدقانی (المزدگانی۔ حاکم دمشق کا فاطمی وزیر) نے صور (Tyre) کے صلیبیوں کو دمشق کی پیش کش کی اور کہا کہ جمعہ کے دن جامع اموی کے دروازے بند کر کے انہیں قبضہ دلادے گا مگر یہ راز تاج الملوک امیر دمشق کو معلوم ہو گیا۔ اس نے اسے بلا کر قتل کر دیا اور اس کا سر قلعہ کے دروازے پر لٹکا دیا۔ ۵۲۴ھ / ۱۱۳۰ء میں اسماعیلی باطنی (نزاری) نے پھر خراسانی حجاج کا قتل عام کیا مورخین کہتے ہیں کہ بلاد اسلامیہ کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں شرفاء و حجاج کے اس قتل پر ماتم نہ ہوا ہو۔ ۵۷۱ھ / ۱۱۷۵ء میں صلاح الدین ایوبی قلعہ اعزاز (نزد حلب) کے محاصرہ کے دوران طائفہ اسدیہ کے امیر جاؤلی کے خیمہ میں گیا جہاں ایک باطنی نے اس کے سر پر حملہ کیا۔ مگر وہ مغفر کے سبب محفوظ رہا اور صحیح و سلامت نکل آیا۔(2)۔"

اکبر شاہ خاں تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں:

"ان ملحد فدائیوں کے ہاتھ سے جو لوگ قتل ہوئے ان میں خواجہ نظام الملک طوسی وزیر اعظم 'الپ ارسلان' ملک شاہ سلجوقی' فخر الدین بن خواجہ نظام الملک' جناب شمس تبریزیؒ (پیر طریقت مولانا رومیؒ) نظام الملک معوذ بن علی وزیر خوارزم شاہ' سلطان شہاب الدین غوری ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اور حضرت امام فخر الدین

۔(1) سلجوقیوں کا نامور وزیر۔

۔(2) تاریخ اسلام میں شیعیت و باطنیت کا منفی کردار۔ ماہنامہ "الحق" مئی ۸۵۔ صفحہ ۱۶۔

رازی کو بھی ملاحدہ (باطنیہ) نے قتل کی دھمکی دی مگر وہ بچ گئے ۔(1)۔"

سلطان صلاح الدین ایوبی کا ذکر تو اوپر ہو چکا۔ اب ہم حضرت امام فخر الدین رازی کا واقعہ سید امیر علی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"حسن بن صباح کی باطنیت مغربی اسماعیلیوں (فاطمی) سے مختلف تھی جیسا کہ شہرستانی اور محسن فانی نے واضح کیا ہے۔ ان کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں کے قلم پر فدائیوں کا خنجر سوار تھا۔"

"امام فاضل فخر الدین رازی رے میں فقہ کے متعلق درس دیا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے اسماعیلیہ سے متعلق تنقید کی۔ اس کی اطلاع "الموت" جس کو عقاب کا آشیانہ کہا جاتا تھا پہنچی اور فوراً ایک فدائی کو امام کی تنبیہ کے لئے مامور کیا گیا۔ فدائی نے رے پہنچ کر خود کو جناب امام کے درس میں شامل کر لیا۔ سات ماہ کے انتظار کے بعد امام کو اپنے حجرہ میں تنہا پا کر ان کی چھاتی پر سوار ہو کر ان کے گلے پر خنجر رکھ دیا۔ جناب امام کے دریافت کرنے پر فدائی نے کہا کہ تم کو اس لئے مارا جاتا ہے کہ تم نے اسماعیلیہ کی ملامت کی ہے۔ جناب امام نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کریں گے۔ فدائی نے ان کی بات کو ماننے سے اس وقت تک انکار کیا جب تک کہ انہوں نے خداوند "الموت" سے وظیفہ لینا قبول نہ کر لیا تاکہ وہ آئندہ نمک حرامی نہ کر سکیں ۔(2)۔"

اس واقعہ کو اسماعیلی مورخین نے بڑے افتخار کے ساتھ لکھا ہے۔ حسن بن صباح سے متعلق تفصیلی حالات جی۔ براؤن کی تاریخ ادبیات ایران (انگریزی) اور فان ہمیر کی تاریخ حشیشین میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان دونوں مصنفوں نے سلسلہ وار ان ناموں

---

(1)۔ تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ ۲۶۵۔

(2)۔ صفحہ ۳۲۱ The spirit of Islam

کی فہرست دی ہے جن کو اسماعیلی فدائیوں نے قتل کیا۔ فدائی تنظیم سے متعلق خود اسماعیلی تاریخ سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

"سیدنا راشد الدین سنان نے (۵۵۸ھ تا ۵۹۸ھ / ۱۱۶۲ء تا ۱۱۹۳ء) جو شام میں اسماعیلی دعوت کے انچارج تھے سب سے پہلے اسماعیلیوں کو اندرونی طور پر منظم اور متحد کیا۔ دوسری طرف بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے فدائی بڑے بہادر تھے اور امام الوقت کے نام پر جان قربان کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ یہ مختلف زبانیں جانتے تھے اور بڑے بڑے حکمرانوں کے خفیہ راز معلوم کرنے کے ماہر تھے۔ سیدنا سنان نے مختلف اسماعیلی قلعوں کے مابین پیغام رسانی کے لئے کبوتروں کو تربیت دے رکھی تھی۔ اور اس پیغام رسانی کے لئے ایک خفیہ زبان استعمال کی جاتی تھی۔ اس طرح آپ کبوتروں سے موجودہ دور کے وائرلیس کا کام لیتے تھے اور اس ذریعہ سے چونکہ آپ کو دشمنوں کے پروگراموں کی اطلاع پہلے سے مل جاتی تھی اس لئے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی۔(1)۔"

مندرجہ بالا اقتباس صاف ظاہر کر رہا ہے کہ شام میں چھٹی صدی ہجری میں اسماعیلی فدائیوں نے جو قتل و غارت گری کی اس کا تعلق راشد الدین سنان کی تنظیم سے تھا۔ راشد الدین سنان کو تاریخ ائمہ اسماعیلیہ میں نزاری امام حسن علی ذکرہ السلام (۵۵۷ھ۔ ۵۶۱ھ / ۱۱۶۲ء۔ ۱۱۶۶ء) اور امام اعلاء محمد (۵۶۱ھ۔ ۶۰۷ھ / ۱۱۶۶ء ۔ ۱۲۱۰ء) کے زمانہ میں شام میں اسماعیلی دعوت کا انچارج بتایا گیا ہے اور لکھا ہے۔

"آپ (راشد الدین سنان) نے صلاح الدین ایوبی ۵۶۲ھ تا ۶۰۷ھ / ۱۱۶۶ء تا ۱۱۹۳ء) والی مصر اور صلیبیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔(2)۔"

---

(1)۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ حصہ سوئم صفحات ۶۸۔۶۹۔

(2)۔ ایضاً صفحہ ۶۷۔

تاریخ ائمہ اسماعیلیہ میں حسن بن صباح کے ذکر میں کسی فدائی تنظیم کے قیام کے متعلق بالکل خاموشی اختیار کی گئی ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ الموت کی اسماعیلی ریاست سے متعلق "ہمارے پاس کوئی ٹھوس اسماعیلی ماخذ نہیں ہے۔(1)۔" گویا اس طرح اقرار ہے کہ حسن بن صباح نے بھی کوئی فدائی تنظیم قائم کی تھی پہلو تہی کی گئی ہے۔ لیکن قلعہ "الموت" سے ہدایات پر فدائیوں کی ہلاکت خیزیوں کے واقعات کسی ثبوت کے محتاج نہیں :

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

خالص اسماعیلی ذرائع سے اقتباس پیش کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اب ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو حسن بن صباح کی تمام ہلاکت خیزیوں کا جواز پیش کر رہا ہے اور اسماعیلیہ تو اس کو سیدنا حسن بن صباح قدس سرہ 'لکھنے لگے ہیں :

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

ہمیں اس کا پورا پورا احساس ہے کہ عامتہ المسلمین کو اسماعیلی فدائیوں کی ہلاکت خیزیوں کا علم اب تک پورے طور سے نہ ہو سکا۔ قریباً ساٹھ ستر سال قبل مولانا عبدالحلیم شرر نے "فردوس بریں" اور سوانح عمری حسن بن صباح میں ان ہلاکت خیزیوں اور ان کے محرکات پر کافی روشنی ڈالی تھی۔ مگر یہ کتابیں ادبی حلقوں تک محدود رہیں۔ کوئی مستقل کتاب اردو زبان میں "فدائی تنظیم" سے متعلق نہیں لکھی گئی۔ حالات کے اعتبار سے اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اب بدلی ہوئی فضاء میں جس کا ذکر

---

(1)۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ حصہ سوئم صفحہ ۵۷۔

لوپر کیا گیا ہے۔یہ ضرورت محسوس ہوئی لیکن ہمارا مقصد تو صرف اسماعیلیوں کا منفی کردار پیش کرنا ہے۔لہذا حسن بن صباح کی فدائی تنظیم کاذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:

"اب تک اسماعیلیوں میں صرف داعی اور رفیق ہوتے تھے۔داعیؑ دعوت کے خفیہ طریق کار سے واقف ہوتے تھے ان کا کام اسماعیلی دعوت کی طرف راغب کرنا تھا جب کہ رفیق زیر تربیت افراد ہوتے تھے۔اس خفیہ جماعت میں ان دو قسم کے افراد کی اکثریت تھی۔ حسن بن صباح نے اپنے مقاصد کی بر آری کے لئے ایک تیسرے طبقہ کی ضرورت سمجھی جو بلا سوچے سمجھے اور برے سے برے انجام سے لاپرواہ ہو کر اپنے آقا کے احکامات کی تعمیل کرے۔ قاتلوں کی اس برادری کا سربراہ "سیدنا" کہلاتا تھا جسے عام طور پر "شیخ الجبال" بھی کہتے تھے۔فدائی اس کے محافظ تھے اور اس کے قتل وغارت گری کے احکامات کی بے دھڑک تعمیل کرتے تھے۔(1)۔"

فدائیوں کے متعلق سید امیر علی لکھتے ہیں:

"عیسائی حکمرانوں نے بھی الموتی قاتلوں کو اپنے دشمنوں سے نجات پانے کیلئے استعمال کیا۔ انگلستان کے رچرڈ نے Conrad of Montferrat کو الموت کے ایک فدائی کے ذریعہ قتل کرایا حتی کہ ایک پوپ نے بھی Frederick Barbarosa گلوخلاصی کے لئے ایک فدائی کو استعمال کیا اگرچہ وہ ناکام رہا۔(2)۔"

اسماعیلی فدائیوں کی یہ کارگذاریاں جو ان کے ائمہ معصومین کے ایماء پر ہوتی رہیں ان کے سیاہ اعمال نامہ کو لبریز کرنے کے لئے کچھ کم نہ تھیں کہ انہوں نے خلافت عباسیہ کی تباہی کو بھی بصد فخر ایک شاندار کارنامہ کی حیثیت سے اپنے ذمہ لے لیا۔ خلافت عباسیہ کی تباہی تو ایسی تھی کہ سعدیؒ کو کہنا پڑا:

---

(1)۔ A history of the saracens صفحہ ۳۱۸

(2)۔ The Spirit of Islam صفحہ ۳۲۲

آسمان راحق بود گر خوں ببارد بر زمیں　　　بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

اے محمد گر قیامت سر برون آری زخاک　　　سر بروں آرو قیامت درمیان خلق بیں

لیکن نزاری اسماعیلیوں نے بجائے اس کے کہ اپنا داغدار دامن چھپاتے اس کو بھی اپنے ماتھے کا ٹیکہ بنالیا۔ وہ اس طرح کہ خواجہ نصیر الدین طوسی کو جو اس تباہی کے اہم کردار ہیں۔ الموت کا تربیت یافتہ بلکہ نزاری امام علاء الدین محمد (۶۱۸ھ - ۶۵۳ھ / ۱۲۲۱ء - ۱۲۵۵ء) کا مشیر بتلایا گیا ہے۔(1) :

"آپ (نصیر الدین طوسی) نے سب سے پہلے قہستان کے اسماعیلی گورنر ناصر الدین عبد الرحیم بن منصور جو خود ایک عالم و فاضل تھے کی ملازمت کی اور اسی کے نام پر "اخلاق ناصری" لکھی۔ اس کے بعد طوسی "الموت" چلے گئے اور وہاں اسماعیلی امام کی زیر سرپرستی علم و ادب کا کام کرنے لگے۔ آپ نے اسماعیلی عقائد پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے "روضۃ التسلیم" (تصورات) مطلوب المومنین اور مراۃ المحققین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ریاست "الموت" کے خاتمہ کے بعد نصیر الدین طوسی نے منگول سردار ہلاکو خاں کی ملازمت اختیار کرلی۔(2)۔"

نصیر الدین طوسی نے مسلمانوں کی تباہی کے لئے جو کردار ادا کیا ہے وہ کسی بھی ذی فہم مسلمان بلکہ انسان کے لئے باعث فخر نہیں ہو سکتا۔ مگر کیا کیا جائے جب بھی مسلمانوں کی تباہی کا ذکر آتا ہے تو در و دیوار سے آواز آنے لگتی ہے :

(سعدی از دست خویشتن فریاد)

---

(1) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ حصہ سوئم صفحہ ۸۷۔

(2) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ صفحہ ۹۲۔ ۹۳۔

ایک سوال :۔

آج بیسویں صدی کا نوجوان جب یہ پوچھتا ہے کہ کیا یہ حشیشین مسلمان تھے؟ تو جواب دیتے وقت نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ جاتی ہیں اور زبان سے الفاظ کی جگہ آنکھوں سے جوئے خون جاری ہو جاتی ہے۔

حسن بن صباح کی زندگی ایک مستشرق کی نظر میں :۔

چلتے چلتے فان ہمیر کے قلم سے حسن بن صباح کی زندگی کا نچوڑ بھی سن لیجئے :

"after a blood stained reign of thirty five years, during which he not only never quitted the castle of Alamunt, but had never removed more than twice, during this long period from his chamber to the terrace. Immovable in one spot, and persisting in one plan, he meditated the revolutions of empires by carnage and rebellion, or wrote rules for his order, and the catechism of the secret doctrine of libertinism and impiety. Fixed in the centre of his power .... with the pen in his hand , he guided the daggers of his Assasins."

ترجمہ : "حسن بن صباح خون ناحق سے داغدار ۳۵ سالہ حکومت کے بعد قدرتی موت مرا۔ اس عرصہ میں اس نے "قلعہ الموت" سے پاؤں باہر نہیں نکالا۔ حتیٰ کہ وہ

اپنے حجرہ سے بھی صرف دوبار صرف ٹیریس (روش) تک آیا وہ اپنی جگہ سے ہلتا تک نہ تھا اور تمام وقت یا تو حکومتوں میں قتل و غارت اور بغاوت کے ذریعہ انقلاب لانے کی تدبیریں سوچتا رہتا تھا یا اپنی تنظیم کے قواعد و ضوابط مرتب کرتا رہتا تھا یا اپنے خفیہ اعتقاد و رندی و سرمستی سے متعلق تعلیم کے لئے سوال و جواب ترتیب دیتا رہتا تھا...... وہ قلم ہاتھ میں لئے ہوئے اپنی تنظیم کے فدائیوں کے خنجروں کے لئے سینوں کی نشاندہی کرتا تھا۔"

داعی حسن بن صباح اور اس کے بعد ایک امام حسن علی ذکرہ السلام کے متعلق مشہور مورخ امیر علی لکھتے ہیں:

"یہ مجنوں انقلابی (حسن) الموتی تاریخ میں علی ذکرہ السلام کے نام سے مشہور ہے جو بگڑ کر "ذکر السلام" ہو گیا۔ اس وقت سے الموت کی تباہی تک ان دونوں حسنوں (حسن بن صباح اور حسن علی ذکرہ السلام) کے مریدین نے بے گناہ معاشرہ (عوام) سے ظلم و ستم کے لئے ذرا سے بھی پچھتاوے کے احساس کے بغیر جنگ جاری رکھی۔ وہ حقیقت میں دنیائے اسلام کے Nihilists تھے ۔(1)۔ ان کے خنجروں کے عیسائی اور مسلمان دونوں شکار ہوئے ۔(2)۔"

برصغیر میں نزاری امامت کا منفی کردار :۔

جیسا کہ گزشتہ باب میں ذکر کیا گیا ہے نزاری امامت گزشتہ صدی ۔(3) میں ایران سے برصغیر ہندو پاک میں منتقل ہوئی۔ اس سلسلہ میں ہم -Encyclopae

---

۔(1) Nihilists زار روس کے زمانہ میں دہشت گردوں کی تحریک جس کا مقصد معاشرہ کو تلپٹ کر کے نیا نظام قائم کرنا تھا۔

۔(2) .Spirit of Islam صفحہ ۳۴۲ ۔ ۔(3) یعنی ۱۹۴۰ء

dia Britannica. سے اقتباس پیش کرتے ہیں :

''آخر کار فتح علی شاہ قاچار ان (امام حسن علی شاہ آغا خان اول) سے شدید طور پر ناراض ہو گیا۔ وہ ایران سے بھاگے اور بھارتی قلمرو میں پناہ طلب کی اور یہ چاہا کہ ممبئی کو اپنا مرکز بنا کر ہندوستان میں مستقل طور پر قیام کریں ایران سے افغانستان کے راستہ آتے ہوئے ان کو برطانوی فوج کے ساتھ خدمات انجام دینے کا موقع ملا انہوں نے خود کو قطعی طور پر برطانیہ سے وابستہ کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے تسخیر سندھ کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات انجام دیں جب نپیر (سر چارلس نر فاتح سندھ) کو سرحدی قبائل کو زیر کرنے کے لئے ان کی مدد کی ضرورت پیش آئی کیوں کہ ان میں سے بھاری تعداد کے وہ روحانی پیشوا تھے۔ جب وہ ہندوستان میں مستقل طور پر آباد ہو گئے تو ان کو اسماعیلیوں کے سربراہ کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ اور ان کو ہز ہائینس کا خطاب دیا گیا ۔(1)۔''

اسماعیلیوں کے امام مذکور نے ایران میں کیا کیا تھا ۔(2) جو ان کو وہاں سے آٹھ سو سال امامت کا مرکز اسی طرح چھوڑنا پڑا تھا اور افغانستان اور اس کے بعد سندھ میں کس نوعیت کی خدمات جلیلہ انجام دی ہوں گی کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ حکومت برطانیہ کی ان پر الطاف و اکرام کی بارش اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یوں بھی عقل مند را اشارہ کافی است۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ میں نزاری امامت کے ایران سے منتقلی اور ہندوستان میں اسماعیلی ائمہ (معصومین) کی سرگرمیوں کو کافی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ برطانوی غلامی سے آزادی کے بعد برطانوی اقتدار کی کامیابی اور بقاء کے لئے خدمات کا ذکر بھی

۔(1) ۱۸۴۲ء۔ ۔(2) صفحہ ۳۳۲۔ جلد اول۔ آغا خان اول۔ دیکھئے

2 An Appeal to Ali soloman Khan, by karim Gulamali

Encyclopeadia Britanica

ہمت کی بات ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو جن حالات میں وہ ایران سے آئے تھے ان میں ان کی سلامتی اسی میں تھی کہ وہ حکومت برطانیہ کا ساتھ دیں چاہے وہ ملک جہاں وہ پناہ حاصل کرنے آئے تھے غلام ہی ہو جائے اور خود مسلمانوں کا اقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ ایسے ہی موقعوں کے لئے کہا گیا ہے :

"قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند"

نزاری اسماعیلیوں کا منفی کردار اب ناظرین کے سامنے ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے پاس بہت مواد ہے۔ اس میں انتخاب بڑا مشکل رہا بلکہ اب بھی بہت سا میٹریل ہے جو پیش کرنے کے قابل ہے۔ مگر طوالت کے خوف سے اب ہم برطانیہ سے وفاداری اور اسلام دشمنی کا ایک اور ثبوت پیش کرتے ہیں :

خلافت عثمانیہ کے خلاف :۔

آغاخان سوئم کی برطانیہ نوازی :۔

ہم بتلا چکے ہیں کہ آغاخان اول نے کس طرح سندھ کو غلام بنانے میں انگریزوں کی مدد کی تھی۔ آغاخانیوں نے برطانیہ نوازی کا سلسلہ جاری رکھا حتیٰ کہ آغاخاں سوئم نے اس صدی کے شروع میں جنگ بلقان کے دوران ایک مضمون لکھا جس میں ترکوں کو سرزمین یورپ چھوڑ کر ایشیا چلے جانے کا مشورہ دیا جس سے خلافت عثمانیہ اور مسلمانوں کا وقار شدید طور پر مجروح ہوا اور مسلمانان عالم میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ علامہ شبلیؒ نے اس سلسلے میں دو نظمیں لکھیں۔(1) ایک اردو میں دوسری فارسی میں فارسی نظم کا مقطع جو خواجہ شیراز سے مستعار ہے معنی خیز ہے :

---

(1)۔ کلیات شبلی اردو صفحہ ۵۷۔۵۸۔

پدرم روضہ رضواں بدو گندم بفروخت
ناخلف باشم اگر من بہ جوے نفروشم

(باپ نے جنت کو گندم کے دو دانوں کے بدلے بیچ دیا میں ناخلف ہوں گا اگر جو کے بدلے میں نہ بیچ دوں)

اس مقطع کے بعد کچھ کہنے کی حاجت نہیں رہتی۔ ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے!

فاطمیوں یا مغربی اسماعیلیوں کا منفی کردار :۔

گزشتہ باب میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ فاطمیوں کو ۲۹۷ھ / ۹۰۹ء میں دنیاوی اقتدار مل گیا اور ان کی حکومت ۵۶۷ھ / ۱۱۷۲ء تک رہی۔ لہذا ہم نے فاطمی ائمہ / خلفاء کے لئے ایک علیحدہ باب رکھا ہے جس میں ان کے دور کو شخصی حکمرانی کے مقابل پیش کیا گیا ہے۔ یہاں پر صرف چند امور کا مختصر ذکر کیا جائے گا :۔

حجر اسود کی بے حرمتی میں فاطمیوں (مغربی اسماعیلیوں) کا تعاون :۔

قرامطہ کی ہلاکت خیزیوں اور حجر اسود کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ حاجیوں کے قتل عام کا ذکر ہم گزشتہ صفحات میں کر آئے ہیں۔ یہ ایسے کام ہیں جن کی توقع دشمنان اسلام سے بھی نہیں کی جا سکتی۔ فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ (۳۴۱ھ ۔ ۳۶۵ھ / ۹۵۲ء ۔ ۹۷۶ء) نے قرامطہ کے ان نازیبا و قابل ملامت افعال کو نظر استحسان سے دیکھا: وہ حسن قرمطی کے نام اپنے خط میں لکھتا ہے :

"تو کیوں اپنے دادا ابو سعید الجنابی اور (اپنے چچا) ابو طاہر سلیمان کی پیروی نہیں کرتا کیا تو نے ان کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ وہ ہمارے ایسے بندے تھے جن کا عزم قوی، عمل نیک اور راستہ سیدھا تھا۔ ہماری تائید اور برکت سے

انہوں نے بنو عباس کا مقابلہ کر کے ملک حاصل کیا اور سردار بن گئے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی عنایت کی نظر رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے گزر کر جنت میں جا بسے۔ ان کی زندگی اچھی گزری۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے افعال مفقود ہو گئے۔ ان کے لئے (آخرت میں) خوش حالی اور اچھا ٹھکانہ ہے...... تو نہیں جانتا تھا کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ لیکن ہم نے اس کو ایک نور بنایا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ دین کا راستہ دکھلاتے ہیں۔(1)۔"

حسن قرمطی جس کو یہ خط لکھا گیا ابو طاہر سلیمان کا جس کی سرکردگی میں ۳۱۷ھ / ۹۲۹ء میں حجر اسود کی بے حرمتی کی گئی تھی اور حاجیوں کا قتل عام کیا گیا تھا بھتیجا تھا۔ یہ خط ۳۶۳ھ / ۹۷۴ء میں لکھا گیا۔ اس سے فاطمیوں اور قرامطہ میں قریبی تعلق کی تصدیق ہوتی ہے۔ فاطمی ائمہ جن کو نہ صرف فاطمی بلکہ مامور من اللہ اور معصوم ہونے کا دعویٰ تھا ان کا حجر اسود کی بے حرمتی اور حاجیوں کے قتل عام کو نظر استحسان سے دیکھنا یہ کہنے کے لئے مجبور کر دیتا ہے:

"چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی"

مغربی اسماعیلیوں کا صلیبیوں سے تعاون :۔

ڈاکٹر زاہد علی تاریخ فاطمیین مصر میں لکھتے ہیں:

"اسی زمانے میں صلیبیوں کے حملے شروع ہوئے۔ بنو فاطمہ کو دوسری اسلامی ریاستوں سے اتحاد کر کے ان کا مقابلہ کرنا چاہئے تھا مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ

---

(1)۔ تاریخ فاطمیین مصر حصہ اول صفحہ ۱۸۰۔

صلیبیوں سے مل گئے جنہوں نے ان سے بے وفائی کی اور عین وقت پر ان کی دوستی چھوڑ دی۔(1)۔" (تفصیلات تاریخ ہذا میں دیکھی جا سکتی ہیں)

سلوسٹر ڈی۔ ساسی کتنے کرب سے لکھتا ہے۔(2):

"One of the most illustrious, most certainly, of the victims of the fury of Ismailies is Saladin. It is true, this great prince escaped their attacks, but he was twice on the spot of losing his life by these wretch's daggers". (Note "D")

ترجمہ: یقینی طور پر اسماعیلیہ کے غیظ و غضب کے سب سے نامور شکاروں میں سے ایک صلاح الدین ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ ان کے حملوں سے محفوظ رہا۔ لیکن دو مرتبہ ایسا ہوا کہ قریب تھا کہ وہ ان بدبختوں کے خنجروں سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔"

۔(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۶۴،۲۹۹۔

۔(2) The History of the Assasins صفحہ ۲۹۵۔

اسماعیلیہ کے منفی کردار کے محرکات

عرب و عجم کی کشمکش :۔

قرامطہ نے خصوصی طور پر حاجیوں کا قتل عام کیا۔ مساجد کو جلایا۔ حتیٰ کہ بیت اللہ شریف کی بے حرمتی کی۔ حجر اسود کو اکھاڑ کر ہجر (بحرین کا دارالحکومت) لے گئے۔ اور تو اور قرامطہ جیسا کہ گزشتہ باب میں ذکر کیا گیا ہے ظاہری اعمال شریعت سے (مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ) سے بے نیاز ہو گئے تھے اس لئے ان کی نظر میں مساجد، بیت اللہ، حجر اسود اور حجاج کرام کا وہ احترام ہی نہ رہا تھا جو ایک عام مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن اس میں عرب اور عجم کی کشمکش کی شدت بھی نظر آتی ہے کیوں کہ اس کو صرف اس ذوق حکمرانی کی تسکین پر محمول نہیں کیا جا سکتا جو عام طور پر حوصلہ مند افراد یا قبائل کو قسمت آزمائی کے لئے راغب کیا کرتی ہے۔ قرامطہ کا مقصد حجر اسود کی منتقلی سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ بحرین میں حج مقرر کرنا چاہتے تھے۔ حاجیوں کو لوٹنے سے بھی یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ وہ حجاج کو بلاد عرب جاتے ہوئے دیکھنا پسند نہ کرتے تھے۔ ان کو عرب کی یہ سربلندی شاق گزرتی تھی اس نفرت کا اندازہ فردوسی ؎(1) کے ان اشعار سے ہوتا ہے:

زشیر شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجائے رسیدہ است کار
کہ تاج کیاں را کنند آرزو — تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

ترجمہ: اونٹنی کا دودھ پیتے پیتے اور گوہ کا گوشت کھاتے کھاتے عرب اب اس

؎(1) محمود غزنوی کا درباری شاعر۔

قابل ہو گئے کہ وہ قیصر و کسریٰ کے تاج کی آرزو کرنے لگے اے آسمان تو برباد ہو۔

فردوسی کے بعد ناصر خسرو علوی۔(1) باقاعدہ قتل و غارت کی ترغیب دیتا نظر آتا ہے:

وقت آں آمد کہ روز کیں چو خاک کربلا   آب رادر دجلہ از خون عدو احمر کنی
اے نبیرہ آں کہ زد شد در جہاں خیبر سحر   دیر برناید کہ تو بغداد را خیبر کنی

ترجمہ: اب وہ وقت آگیا ہے کہ میدان کربلا کی طرح تو دشمنوں کے خون سے دجلہ کے پانی کو سرخ کر دے۔ اے فاتح خیبر کے پوتے تو بغداد کو خیبر کرنے یعنی فتح کرنے میں کیوں دیر لگا رہا ہے۔

ناصر خسرو علوی کے بعد ہم رضائے کرد کے اشعار بھی پیش کرتے ہیں جن کو براؤن نے عرب اور ایران کی کشمکش کی تائید میں تاریخ ادبیات ایران میں پیش کیا ہے:

بشکست عمرؓ پشت ہزبران عجم را   برباد فناد اورگ و ریشہ جم را
ایں عربدہ بر غصب خلافت ز علیؓ نیست   باآل عمرؓ کینہ قدیم است عجم را

ترجمہ: عمرؓ نے ایران کے شہ سواروں کی کمر توڑ دی۔ اور ایرانی عظمت کی دھجیاں اڑادیں۔ ہمارا یہ جھگڑا علیؓ کی خلافت کے غصب کرنے پر نہیں ہے بلکہ عربوں سے تو ہماری خصومت پرانی ہے۔

مشرقی اسماعیلیوں کی قتل و غارت گری کیلئے اس سے واضح محرک اور کیا ہو سکتا ہے:

---

(1)۔ ۳۹۵ھ۔۴۸۰ھ / ۱۰۰۵ء۔۱۰۸۷ء

نوٹ: اس سلسلہ میں اس دور کے مصنف آقائے حسین کاظم زادہ کی تصنیف "تجلیات روح ایرانی در ادوار تاریخی" کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

مغربی اسماعیلی یعنی فاطمی تو ابتداء ہی سے عباسی خلافت کے درپے تھے لہذا قرامطہ کی ایمان سوز حرکتوں میں ان کا تعاون شاید اس وجہ سے تھا کہ قرامطہ کی دہشت گردی سے عباسی خلافت کا استحکام متاثر ہو رہا تھا اور اس سے ان کا بغداد پر قبضہ کا منصوبہ کامیاب ہوتا نظر آتا تھا اور ہوا بھی یہی کہ فاطمی ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں بغداد پر قابض ہو گئے۔ یہ قبضہ صرف ایک سال رہا وہ تو فاطمیوں کا امیر بساسیری اگلے ہی سال طغرل کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔(1) ورنہ مورخین کا خیال ہے کہ یہ قبضہ دیرپا ثابت ہوتا۔

نزاری امامت کا قائم کرنے والا حسن بن صباح تھا۔ حسن بن صباح نے اپنی زندگی میں جو کچھ کیا اس کے محرکات کیلئے ہم فان ہمیر کے تاثرات پیش کرتے ہیں:

"............ and as he had not been successful in the usual routine of ministerial ambition, in playing a part in the empire of the Seljukides, he after wards, as nuncis and envoy, paved the way to his own power, and planned a system of administration of his own".(2)

ترجمہ: اور چونکہ وہ سلجوقیوں کی حکومت میں وزارت کے حصول میں ناکام ہو گیا تھا لہذا اس نے ایک (اسماعیلی) داعی کی حیثیت سے اپنے ذات اقتدار کے لئے راستہ ہموار کیا اور نظم و نسق کے لئے خود اپنا طریق کار مرتب کیا۔

---

(1)۔ تاریخ فاطمیین مصر جلد اول صفحہ ۳۰۲۔

(2)۔ فان ہمیر۔ تاریخ حشیشین صفحہ ۷۰۔

فان ہمیر کے مندرجہ بالا تاثرات اپنی جگہ اہم ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمیں پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ حسن بن صباح جو پہلے امامیہ (اثناء عشری) تھا اس کو اسماعیلیت میں کون سی خوبی نظر آئی جو وہ اسماعیلی دعوت کا شکار ہوا۔ دراصل امامیہ (اثناء عشری) میں بارہویں امام کی غیبت کے بعد سے ایک خلاء چلا آتا ہے وہ یہ کہ اگر بالفرض ان کو دنیاوی کامیاب ہو جائے تو اس کی سربراہی کے لئے امام کہاں سے آئے کیوں کہ ان کے یہاں امام مہدی تو قیامت سے قبل ہی ظاہر ہوں گے۔ حسن بن صباح جس کے عزائم بہت بلند تھے وہ اس کمزوری کو سمجھتا تھا۔ اس کا حل اسماعیلیہ کے یہاں موجود تھا کیوں کہ ان کے یہاں خلافت کا سلسلہ جاری تھا اور امام کی موجودگی میں بھی اصل حکومت داعیوں کے ہاتھ میں تھی۔ ہمارا خیال ہے کہ حسن بن صباح کو اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے اسماعیلیت میں بہتر مواقع نظر آئے اور ہوا بھی یہی جیسا کہ تاریخ سے ظاہر ہے کہ اس کے دور میں نزاری امام ہادی و امام مہتدی برائے نام امام تھے اور خود حسن بن صباح سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ عرب و عجم کی کشمکش سے بے نیاز تھا اسماعیلیت ہو یا اثنا عشری شیعیت دونوں کی ابتداء و ترقی میں ایرانی پیش پیش نظر آتے ہیں مگر صورت حال یہ تھی کہ وہ درخت جو ایرانیوں نے لگایا تھا اس کے پھل شمالی افریقہ، مصر و حجاز و شام والے کھا رہے تھے۔ غالباً اس پس منظر میں حسن بن صباح نے شمالی ایران میں نزاری امامت کا سلسلہ قائم کیا۔ اب رہی اس کی فدائیوں کی تنظیم اور دیگر حرکات تو وہ نفسیاتی طور پر ناکامی کا نتیجہ ہو سکتے ہیں جس کا ذکر فان ہمیر نے کیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ جب ناکامی کے بعد انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو انتقام کی پیاس گناہ گار اور بے گناہ کے خون میں تمیز نہیں کرتی بلکہ ایمان اور آخرت کا خوف بھی اس کی خون آشام تلواروں کو روکنے میں اپنا کردار ادا کرنے سے

قاصر رہتا ہے۔ مختصراً حسن بن صباح کو (جیسا کہ اس کی زندگی سے ظاہر ہے) ایک نفسیاتی مریض بھی کہا جا سکتا ہے جو اسماعیلی عقائد اور اسماعیلی دعوت کا ایک لازمی نتیجہ جیسا کہ کچھ عرصہ قبل مصر میں فاطمی خلیفہ الحاکم بامر اللہ کے مجنونانہ افعال سے ظاہر ہوا۔ جس میں سے ایک یہ بھی ہے:

"۴۱۲ھ میں الحاکم بامر اللہ نے (جو فاطمی خلیفہ ہونے کے علاوہ دروزیہ کا خدا بھی ہے) یہ کوشش کی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور دونوں صحابہ کرامؓ کے جسد ہائے مبارک چرا لئے جائیں۔ اس کے بھیجے ہوئے اشخاص اس کوشش میں ناکام رہے اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ (ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۳۴۵)

اسماعیلیہ کے منفی کردار کے اثرات:۔

قرامطہ کے قتل و غارت کے اثرات مشہور مورخ سید امیر علی کی زبانی سنئے:

"لیکن (قرامطہ کی) بغاوت کے تباہ کن اثرات کبھی بھی زائل نہ ہو سکے۔ جزیرۃ العرب اور شام کا بڑا حصہ ویران ہو گیا۔ خلافت کے دست و بازو مفلوج ہو گئے اور بازنطینیوں کو جو اسلام کے قدیم دشمن تھے مسلمانوں کے علاقوں میں قتل و غارت گری کی کھلی چھوٹ مل گئی۔(1)۔"

اسماعیلی فدائیوں کی ہلاکت خیزیوں اور صلیبیوں سے تعاون سے جو صورت حال پیدا ہوئی اس کو فان ہمیر نے چار سطروں میں بیان کیا ہے:

ترجمہ: عیسائیت اور الحاد (یعنی) نیک جنگجوؤں کی صلیب اور اسماعیلی فدائیوں کے خنجر، دونوں نے ایک ہی وقت میں اسلام اور مسلمان حکمرانوں کی تباہی کے لئے خفیہ طور پر منصوبہ بندی کی۔(2)۔"

۔(1) عربوں کی تاریخ۔ امیر علی صفحہ ۲۹۸۔۲۹۹۔

۔(2) The History of the Asosiation صفحہ ۸۳۔

اسماعیلیہ کے اس منفی کردار سے اسماعیلیہ کو مسلمانوں کا ہمدرد سمجھنا تاریخ سے لاعلمی کی دلیل ہے اور خود اسماعیلیہ کا یہ دعویٰ کہ وہ مسلمانوں کے ہمدرد رہے ہیں اور بدستور ہیں شاید آنے والی نسلیں ہی مستقبل کی کسوٹی پر پرکھ کر اور ماضی کو فراموش کر کے تسلیم کر سکیں ورنہ ہم تو یہی کہیں گے :

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

باب ہفتم

فاطمی ائمہ معصومین کا سیاسی کردار اور ان سے متعلق غیر یقینی معلومات

اس باب میں ہم مغربی اسماعیلیوں کے فاطمی خلفاء کا ذکر کریں گے جن کو مامور من اللہ اور امام معصوم کہا جاتا ہے دراصل دیکھنا یہ ہے کہ کیا ان کا کردار بہ حیثیت ایک حکمران کے دنیا کے عام حکمرانوں سے مختلف رہا؟

امام / خلیفہ عبید اللہ المہدی[1] (۲۹۷ھ۔۳۲۲ھ/۹۰۹ء۔۹۳۴ء)

(۱) عبید اللہ المہدی نے ۲۹۷ھ/۹۰۹ء میں مغرب اقصیٰ میں اقتدار سنبھالا جس کا صدر مقام رقادہ (مراکش اور برقہ کے درمیان) تھا۔ اقتدار کی اس سیاسی جدوجہد میں ابو عبداللہ شیعی نے اس کا ساتھ کچھ اس سے زیادہ دیا جتنا کہ ابو مسلم خراسانی نے عباسیوں کا دیا تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ابو عبداللہ کے ساتھ بھی وہی ہوا جو ابو مسلم خراسانی کیساتھ ابوالعباس السفاح نے کیا۔ بلکہ امام عبید اللہ نے ابو عبداللہ ہی کو نہیں اس کے بھائی کو بھی قتل کرادیا اور طرفہ تماشا یہ کہ عبید اللہ المہدی نے ابو عبداللہ کی نماز جنازہ بھی پڑھی[1]

---

[1] اس کا نام عبداللہ تھا۔ تقیہ کے تحت اس نے اپنا نام عبید اللہ رکھا اور یہی مشہور ہوا۔

نوٹ: اس باب میں جو کچھ لکھا ہے وہ تاریخ فاطمین مصر جلد اول و دوم سے لیا گیا ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(۲) اپنی حکومت کے چند سال بعد عبید اللہ نے حباسہ بن یوسف کو ایک زبردست بحری بیڑہ دے کر مصر کی فتح کے لئے بھیجا مگر وہ اس میں ناکام رہا۔ ناکام واپسی پر مہدی نے اس کو قتل کروا دیا لیکن اپنے بیٹے کو جو دوسری بار مصر فتح کرنے گیا اور ناکام واپس آیا کچھ نہ کہا گیا۔ (یہ ایک امام معصوم کا انصاف تھا)

ان دو واقعات کے بعد ہم مقریزی کا تجزیہ نقل کرتے ہیں:

"مہدی" خلفائے بنی عباس میں سفاح کی مانند تھا جس طرح سفاح حمیمہ (شام) سے بنو امیہ کی خلافت پر غلبہ حاصل کرتا ہوا نکلا جب کہ اس کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور ابو سلمہ خلال اس کی تائید میں مصروف تھا۔ اسی طرح عبید اللہ المہدی (سلمیہ) شام سے نکلا جب کہ جاسوس اس کی تاک میں تھے اور ابو عبد اللہ شیعی اس کی دولت کی تمہید میں مشغول تھا۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنا مقصد حاصل کیا اور دولت قائم کرنے والے کو قتل کیا۔ (1)۔"

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فاطمی خلافت کے قیام کے لئے جو جدوجہد کی گئی اس کی نوعیت اس سے قطعاً مختلف نہ تھی جیسی کہ عام قسمت آزما Every thing is fair in love and war. (محبت اور جنگ میں ہر حرکت روا ہے) کے تحت کرتے آئے ہیں اور اس کے بعد یہ کہہ کر سکون حاصل کر لیا جاتا ہے۔ End Justifies the means (انجام کار طریقہ کار کا جواز ہوا کرتا ہے۔

۔(1) تاریخ فاطمین مصر' جلد اول' صفحہ ۱۳۵۔

امام ابو القاسم محمد القائم بامر اللہ (۳۲۲ھ۔۳۳۴ھ / ۹۳۴ء۔۹۴۵ء)

وسٹنفلڈ کا بیان ہے:

"یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ابو طاہر قرمطی سے ملا ہوا تھا اور اسی کے حکم سے بحرین اور ہجر کی مسجدیں اور کلام مجید کے نسخے جلائے گئے۔(1)۔"

امام ابو طاہر اسماعیل المنصور باللہ ۳۳۴ھ۔۳۴۱ھ / ۹۴۵ء۔۹۵۲ء

ابو یزید خارجی کی بغاوت کا سلسلہ امام ابو القاسم (مندرجہ بالا) کے زمانہ سے چل رہا تھا۔ امام ابو طاہر نے کامیابی کے بعد ابو یزید کے ساتھ جو کچھ کیا وہ عیون الاخبار کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے:

"دوسرے مخالفین کو عبرت دلانے کے لئے ابو یزید کے جسم کی کھال کھنچوائی اور اس میں گھاس بھروا کر اس کا ایک ڈھانچہ تیار کروالیا۔ یہ ڈھانچہ ایک پنجرے میں رکھا گیا جس میں دو بندر چھوڑے گئے تاکہ وہ اس ڈھانچہ سے کھیلیں۔(2)۔"

مورخین اس کا مقابلہ عباسی خلیفہ ابو منصور سے کرتے ہیں کیوں کہ دونوں کی حکومتوں میں بغاوت ہوئی اور ان کو سختی سے کچلا گیا۔

امام ابو تمیم معد المعز الدین اللہ (۳۴۱ھ۔۳۶۵ھ / ۹۵۲ء۔۹۷۵ء):۔

"قیصر صقلی والی باغایہ بھی استبداد کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ مظفر والی طرابلس کا جو معز (امام وقت) کا معلم تھا یہی حشر ہوا (کیونکہ) اس نے ایک

---

(1) تاریخ فاطمین مصر، جلد اول، صفحہ ۱۴۲۔

(2) تاریخ فاطمین مصر، جلد اول، صفحہ ۱۴۵۔

دفعہ معز کو برا بھلا کہا تھا۔(1)۔
"(استاد کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ تو جاہل بھی نہیں کرتے)

امام ابو علی الحسین الحاکم بامر اللہ۔(2) ۳۸۶ھ۔ ۴۱۱ھ/۹۹۶ء۔ ۱۰۲۰ء:۔

ڈاکٹر زاہد علی تاریخ فاطمیین مصر میں لکھتے ہیں:

"جملہ تعداد وزیروں' قاضیوں' عہدہ داروں اور رئیسوں کی جن کی گردنیں ماری گئیں چھبیس ہے۔"

وزیروں کی تعداد آٹھ ہے جن میں سے بعض کی مدت وزارت چند دن ہی تھی۔ اس کے وزراء میں سے صرف ایک ہے جو اپنی موت سے مرا۔ گردن ماری جانے والوں میں سے قائد القواد غین اور کاتب علی بن احمد جرجرائی کے واقعات عجیب و غریب ہیں جو اختصار سے پیش کئے جاتے ہیں:

"حاکم نے جرجرائی کے ہاتھ کٹوا دیئے اور اس کے بعد قائد غین کا بھی ہاتھ کٹوا دیا اس کے تین سال بعد اس کا دوسرا ہاتھ بھی کٹوا دیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حاکم کے پاس غین کا کٹا ہوا ہاتھ ایک طبق میں بھیجا گیا تو حاکم نے غین کے مکان پر اطباء بھیجے اور کئی ہزار دینار اور کپڑے صلے میں دیئے اور تمام اہل دولت نے اس کی عیادت کی دس دن بعد اس کی زبان کاٹی گئی۔ یہ زبان بھی جب حاکم کے پاس پہنچی تو اس نے پھر غین کے پاس اطباء بھیجے اس کے بعد غین کا انتقال ہو گیا۔

۔(1) تاریخ فاطمیین مصر' جلد اول صفحہ ۱۵۱۔

۔(2) الحاکم سے متعلق تمام واقعات تاریخ فاطمیین مصر سے لئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر زاہد علی نے ان واقعات کو مختلف حوالوں سے پیش کیا ہے۔ سند کے خواہشمند ناظرین اصل کتاب سے رجوع کر سکتے ہیں۔

ایک اور دردناک واقعہ پیش کیا جاتا ہے :

"مارہ جودریہ یہود کا ایک محلّہ تھا جس میں یہ لوگ رہتے اور گایا بجایا کرتے تھے اور ایسے شعر گاتے تھے جن سے اسلام کی توہین اور مسلمانوں کی دل شکنی ہوتی تھی۔ حاکم نے اس محلہ کو گانے والوں کے ساتھ جلوادیا۔" (اسلام نے تو موذی جانوروں کو بھی جلانے سے منع کیا ہے)

"حسین بن علی بن نعمان چھ سال قضا کے عہدہ پر مامور رہا (اس عہدہ پر مامور داعی الدعاۃ بھی ہوتا تھا) ۳۹۵ھ میں حاکم نے اسے قتل کراکے اسکی لاش آگ میں ڈلوادی۔"

ان واقعات کے بعد سودا کا شعر ذہن میں ابھرتا ہے :

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

تاریخ کے طالبعلم کے لئے ان واقعات میں کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ واقعات اس شخص کے دور خلافت / امامت کے ہیں جس کو (نعوذباللہ) خدا مانا گیا اور اس کی وجہ سے فرقہ دروز وجود میں آیا۔

مشہور مورخ لین پول کا بیان بڑا دلچسپ ہے۔ وہ لکھتا ہے :

"حاکم کے آخری زمانے میں اس پر ایک نئے جنون کا دورہ پڑا۔ اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ (نعوذباللہ) اللہ تعالیٰ اس کے جسم میں حلول کر گیا ہے۔ اس نے اپنے مریدوں پر جبر کیا کہ وہ اسے پوجیں۔ جب اس کا نام لیا جاتا تو اس کے مرید راستے میں یا اس کے محل میں جہاں کہیں بھی ہوتے سجدے کے لئے جھک جاتے تھے۔ یہ شیعی باطنی تصوف کا انتہائی نتیجہ ہے۔(1)۔" (یہ تاثر مشہور مورخ لین پول کا ہے)

ان واقعات کے پیش کرنے کے بعد ہم حاکم نے جو کچھ اہل سنت اور اہل کتاب کے

---

(1)۔ تاریخ فاطمین مصر' حصہ دوم' صفحہ ۲۵۰۔

ساتھ کیا اس کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے اسلئے کہ جس کا سلوک اپنوں کے ساتھ یہ تھا اس نے اغیار کے ساتھ کیا نہ کیا ہوگا۔ البتہ اس سلسلہ میں ایک بات اور لکھتے ہیں اور وہ یہ کہ المستنصر باللہ کے بعد اسکے بیٹوں (نزار اور مستعلی) میں جانشینی کے لئے بالکل اسی طرح جنگ ہوئی جس طرح عام دنیاوی حکمرانوں کی اولاد میں ہوتی آئی ہے آخر کار اس تنازعہ میں فاطمی دو فرقوں میں بٹ گئے ایک نزار کے ماننے والوں کا نزاری اور دوسرا مستعلی کے ماننے والوں کا مستعلویہ۔ بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ کچھ عرصہ بعد نزاریوں نے مستعلویہ کے امام المنصور الآمر باحکام اللہ کو قتل کر دیا۔ ائمہ کی اس بے بسی کا یہ عالم تھا کہ ایک دوسرے امام المستنصر باللہ (۴۲۷ھ۔۴۹۷ھ / ۱۰۳۵ء۔۱۰۹۵ء) کو زہر دے دیا گیا۔(1)۔ یہ کام انجام دینے والے ان کے اپنے ہی تھے۔

فاطمی خلافت کے آخری دور کے حکمران الظافر الاعداء اللہ (۵۴۳ھ تا ۵۴۹ھ) کے زمانہ کے حالات کے متعلق "کتب الاعتبار" نصر کی سفاکی اور خون خواری "اسامہ" کی شرارت اور بد معاشی یہ ایسے سیاہ کارنامے ہیں جن کی سیاہی کو زمانے کی زبردست صیقل بھی نہیں مٹا سکتی۔(2)۔ "(کتاب الاعتبار صفحہ ۱۶)

فاطمی خلفاء کی زندگی کے دیگر پہلو :۔ قتل و غارت گری اور ائمہ کی بے بسی کے بعد فاطمی خلفاء کی پر تکلف زندگی کی کیفیات پیش کی جاتی ہیں :

شاندار محل :۔ ائمہ مستورین میں سے امام عبداللہ محمد بن اسماعیل نے سلمیہ میں ایک شاندار محل بنوایا۔(3)۔

---

(1)۔ تاریخ فاطمین مصر، حصہ اول، صفحہ ۳۲۰۔

(2)۔ تاریخ فاطمین مصر، حصہ دوم، صفحہ ۴۰۔

(3)۔ تاریخ فاطمین مصر، حصہ دوم، صفحہ ۲۹۷۔

قصر شرقی کبیر میں سونے کا تخت اور سونے کا محل: "اس (قصر) کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس میں تقریباً چار ہزار قطعے تھے جن میں ہر قطعہ قصر یا محل کہا جاتا تھا۔ ان محلات کے مجموعے کا نام قصر کبیر تھا۔ اس میں سونے کا ایک محل تھا جسے قصر الذہب کہتے تھے۔ اس کا دروازہ بھی سونے کا تھا۔ اس میں ایک شامیانے کے نیچے سونے کا تخت تھا جس پر خلفاء جلوہ نما ہوتے تھے۔ تخت کے سونے کا وزن ایک لاکھ دس ہزار مثقال بتایا جاتا ہے۔ مستنصر کے زمانے میں اس کے سامنے ایک پردے میں ایک ہزار پانچ سو ساٹھ مختلف رنگوں کے ہیرے جڑے گئے تقریباً تین لاکھ مثقال خالص سونا استعمال کیا گیا۔(1)ا۔" (مقریزی)

"ماہ ربیع الآخر ۵۶۷ھ / ۱۱۷۲ء میں جب دولت فاطمیہ کے مخصوص خزانے کھولے گئے تو درہم و دینار، گھڑی ہوئی اشیاء جواہرات، پوشاک، اثاثہ، کپڑا اور طرح طرح کے ہتھیار تھے...... اس کا حساب وہی کر سکتا ہے جو آخرت میں خلق کا حساب کرے۔" (مقریزی)۔(2)

[سبحان اللہ مقریزی کا جملہ کس قدر معنی خیز ہے]

المعز لدین اللہ کی بیٹیوں کا ترکہ: "معز کی بیٹی عبدہ کے ترکہ میں پانچ زمرد کی تھیلیاں اور مختلف قسم کے قیمتی جواہرات کے علاوہ سو صندوق جن میں خالص چاندی کے کام کے تین ہزار برتن تھے۔ تیس ہزار قطعے صقلی زردوزی اور کارچوبی کے...... معز کی دوسری بیٹی کے مال و اسباب کی قیمت کا اندزہ ۲۷ لاکھ دینار ہے۔ اس کے علاوہ بارہ ہزار رنگ برنگ کے کپڑے کافور قیصری سے بھرے ہوئے سو صندوق، سر پر ڈالنے کے جواہر دوز کئی رومال برآمد ہوئے۔" (مقریزی)۔(3)

---

(1)۔ تاریخ فطمیین مصر، صفحات ۱۲۶۔ ۱۳۷ بحوالہ مقریزی (حصہ دوم)

(2)۔ و (3)۔ تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم، صفحات ۱۲۶۔ ۱۳۷۔

فاطمی وزرا کی دولت و ثروت: ابن میسر لکھتا ہے:

"(وزیر افضل) کے گھر میں آٹھ سو لونڈیاں اور پچاس بیویاں تھیں۔ ہر ایک کے لئے ایوان مخصوص تھا جس محل میں یہ شراب پیتا تھا اس میں آٹھ لڑکیوں کی مورتیں، چار سفید کافوری اور چار سیاہ عنبریں' ایک دوسرے کے سامنے نصب کی گئی تھیں۔ ان کو نہایت عمدہ پوشاک پہنائی گئی تھی اور انہیں قیمتی زیوروں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں بیش بہا جواہرات رکھے گئے تھے جب وزیر افضل اپنے محل میں داخل ہوتا تو یہ مورتیں اس کی تعظیم کے لئے سر جھکا دیتیں اور جب اپنی جگہ بیٹھتا تو پھر سیدھی کھڑی ہو جاتیں۔ جب وہ شراب پینے کے لئے بیٹھتا تو اس کے سامنے جواہرات سے بھرے ہوئے سونے کے طبق رکھے جاتے۔ پھر اس کے حکم دینے پر ان جواہرات کو خالی کر کے ان میں شراب بھر دی جاتی تھی۔(1)۔"

ائمہ کے لئے سجدے اور صلوٰۃ:۔

اس دولت و ثروت کے بعد ہم فاطمی خلفاء کی زندگی کا ایک اور رخ پیش کرتے ہیں۔ "کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام انسانوں سے اعلیٰ سمجھتے تھے اور بعض حقوق الٰہی سے نہیں بلکہ خدا کے اوصاف سے اپنے آپ کو موصوف کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ داعی ناصر خسرو علوی کے قلم سے سنیئے:

"ورسم ایشاں آں بود کہ ہر کجا سلطان ہمر دم رسیدے او را سجدے کردندے وصلوٰت دادندے۔(2)۔"

---

(1)۔ و(2)۔ تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحات ۱۲۶۔ ۱۲۷۔

ائمہ سے ملاقات :۔

حکیم ناصر خسرو علوی کو جو اسماعیلیہ کا ایک نامور داعی ہے امام ال مستنصر باللہ سے ملاقات کے لئے موئد شیرازی کی طرح ڈیڑھ سال انتظار کرنا پڑا۔(1)۔

مندرجہ بالا دولت وثروت اور عیش کوشیوں نیز قتل وغارت گری کے واقعات ناظرین کے لئے نئے نہیں ہوں گے عباسی خلفاء کا بھی یہی حال تھا۔ اندلس کے مسلمان (فرمانرواؤں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ہندوستاں کے بادشاہ بھی کچھ کم نہ تھے مگر ان میں کوئی بھی مامور من اللہ ہونے یا معصوم ہونے کا مدعی نہ تھا اور نہ ان کو معصوم بنا کر پیش کیا گیا۔

کاش :۔ ان ائمہ معصومین کے مفتخر معتقدین اس برگزیدہ ہستی کی زندگی پر بھی غور کرتے جس کے نام نامی سے اس خلافت کو منسوب کیا گیا اور جس کی زندگی یہ تھی :

آں ادب پروردۂ صبر و رضا　　آسیہ گرداں ولب قرآں سرا

اور دولت وثروت کا یہ حال تھا :

بہر محتاجے دلش ایں گونہ سوخت　　بایہودے چادر خود را فروخت

اور اس برگزیدہ ہستی کے شوہر والا گہر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کو بھی دیکھ سکتے جن کے لئے کہا گیا ہے :

پادشاہ و کلبۂ احزان او　　یک حسام و یک زرہ سامان او

ہم اس تقابل پہ اسلئے زور دیتے ہیں کہ اسماعیلیہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو بھی معصومین میں شمار کرتے ہیں تو معصومین کی زندگی میں یہ زمین اور آسمان کا فرق کیسا؟

۔(1) تاریخ فاطمین مصر، حصہ دوم، صفحات ۱۲۶۔ ۱۲۷۔

الحاصل :۔

اس تجزیہ سے ہمارا مقصد فاطمی حکمرانوں کا محاسبہ نہیں بلکہ یہ دکھلانا مقصود ہے کہ جن افراد نے مامور من اللہ اور معصوم ہونے کا دعویٰ کیا انکی ذات گرامی سے کیسے کیسے افعال سرزد ہوئے۔ اس صورت حال سے متاثر ہو کر ایک عام انسان کے ذہن میں کئی سوال پیدا ہوتے ہیں :

(۱) اگر ائمہ معصومین کی حکمرانی اور تعیش کی زندگی کا یہ حال ہے تو شخصی حکمرانوں (غیر معصومین) خواہ کوئی بھی ہوں، کسی بھی دور میں ہوں اور ان کا تعلق کسی بھی ملک و ملت سے ہو کس لئے ہدف ملامت بنایا جاتا ہے ؟

(۲) ایک معصوم حکمران اور ایک غیر معصوم حکمران میں کس بنیاد پر امتیاز کیا جائے ؟

اگر ان سوالات کا شافی جواب نہیں ہے جو یقیناً نہیں ہے تو اہل فکر و نظر کو یہ کہنے کا حق ہے کہ :

"ایک زنگی کا نام تھا کافور"

قابل توجہ بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا تو ذکر ہی کیا اللہ پاک کے وہ نیک بندے جو رشد و ہدایت کا فریضہ ادا کرتے ہیں وہ تو دنیا میں سراسر رحمت اور مجسم عفو و درگذر بن کر رہتے ہی ہیں بلکہ ایسے نیک افراد کی بھی کمی نہیں جن کو اگر اقتدار ملا ہے تو بنی نوع انسان نے چین کا سانس لیا ہے۔ ہر طرف محبت و شفقت کا دور دورہ رہا ہے۔ اسماعیلی حضرات میں سنجیدہ اور صاحب فہم افراد کی کمی نہیں یہ سوالات ان کو دعوت فکر دیتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے لے ایک موقع فراہم کرتے ہیں۔ جن حضرات نے خود کو مامور من اللہ اور معصوم کہا اور اپنے آپ کو انبیاء کی صف میں لا کھڑا کیا وہ تو اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں ہی وہ بھی برابر کے ذمہ دار ہیں جو فہم و فراست رکھنے

اور فاطمی دعوت کی ناکامی کے باوجود بالخصوص زمانہ جدید کی سیاسی فکرو نظر کی روشنی میں مامور من اللہ اور عصمت ائمہ کے نظریہ کے قائل ہیں۔

ائمہ معصومین سے متعلق دلچسپ روایات

حضرت اسماعیل بن حضرت جعفر الصادقؑ :۔

حضرت اسماعیل وہ ہیں جن کی امامت سے متعلق اختلاف پر شیعہ دو حصوں (اسماعیلیہ و موسویہ) میں تقسیم ہوئے۔ آج تک ان کی موت یا حیات بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے:

(۱) ایک روایت ہے کہ ان کا انتقال ۱۲۳ھ/ ۷۵۱ء میں ہوا اور اس وجہ سے حضرت امام جعفر الصادقؑ کو ان پر کی ہوئی نص بدلنا پڑی۔

(۲) ایک روایت ہے کہ وہ ۱۳۳ھ/ ۷۵۱ء میں موت سے ہمکنار نہیں ہوئے بلکہ ۱۵۸ھ/ ۷۷۵ء تک بقید حیات رہے۔

(۳) ایک روایت ہے کہ وہ شراب پیتے تھے اس لئے ان کے والد بزرگوار نے ان پر کی ہوئی نص بدل دی۔

(۴) ایک روایت ہے کہ وہ بڑے نیک اطوار تھے اور امام معصوم کا بیٹا شراب خور نہیں ہو سکتا۔

(۵) ایک روایت ہے کہ ان کی موت کے ثبوت میں ان کے والد بزرگوار میت کا منہ کھول کھول کر دکھلاتے تھے۔ (حیرت ہے کہ پھر بھی کسی کو یقین نہیں آیا۔)

(۶) ایک روایت ہے کہ ان کو عباسیوں کے ظلم و ستم کے خوف سے ان کے والد بزرگوار نے شام بھیج دیا۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ جس کے نام پر ایک علیحدہ فرقہ وجود میں آیا اس کی حیات و ممات ہی ایک ہزار سال سے موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔(1)۔

اسماعیلی ائمہ مستورین تاریکی میں

(۱۴۳ھ تا ۲۹۷ھ / ۷۵۱ء تا ۹۰۹ء)

حضرت اسماعیل بن امام جعفر الصادقؑ کی وفات سے عبید اللہ المہدی کے ظہور تک کی مدت ۱۶۴ سال ہے اس درمیان میں امامت سے متعلق جو باپ کے بعد بیٹے کو منتقل ہوتی ہے اتنی غیر یقینی کیفیت ہے کہ تاریخ میں اس دور میں ائمہ کے ۹ سلسلہ ہیں۔ عبید اللہ المہدی جو پہلا فاطمی خلیفہ /امام ہے ان کا نسب اس حد تک مشتبہ ہے کہ اس سے متعلق مورخین بلکہ خود اسماعیلیہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے۔ ڈاکٹر زاہد علی نے جو خود داؤدی بوہرے تھے اس موضوع پر طویل بحث کی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں :

بحث نسب کا خلاصہ :۔

"بحث نسب کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادقؑ اور عبداللہ بن میمون القداح دونوں کا وجود تاریخ سے ثابت ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ ثبوت طلب امر حسب شجرہ ذیل صرف اتنا ہے کہ دولت فاطمیہ کا پہلا امام مہدی محمد بن اسماعیل کی نسل سے ہے نہ کہ عبداللہ بن میمون القداح کی نسل سے جو دعوت اسماعیلیہ کا صدر تھا۔(2)۔

"عبید اللہ المہدی جو پہلا فاطمی خلیفہ ہوا اس کے متعلق اور بھی بہت کچھ لکھنے کے لئے ہے لیکن سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا نام عبداللہ تھا اس نے تقیہ کر کے اپنا نام

---

(1) یہ صورت حال امامیہ (اسماعیلیہ) ہی میں نہیں امامیہ (اثناء عشری) میں بھی اس سے کم نہیں دیکھئے shorter Incyclopeadia of Islam مقالہ اثناء عشریہ۔

(2) تاریخ فاطمیین مصر، حصہ اول، صفحہ ۷۸۔

عبید اللہ رکھا۔ اور یہ راز ہی رہا حتی کہ یہ خلافت "خلافت عبیدیہ" کہلائی اور اس خاندان والوں کو "عبیدیون" کہا گیا۔ اس قسم کی باتیں تو دنیاوی غیر معصوم حکمرانوں کو بھی زیب نہیں دیتیں لیکن جو شخص دین حق کا داعی ہو اس کے شایان شان کیسے ہو سکتی ہیں اور اس پر طرفہ تماشا یہ ہے کہ اس کے پیرو جن بنیادوں پر اس کو مامور من اللہ اور معصوم سمجھ رہے ہیں وہ ہی ابھی تک زیر بحث ہیں۔

اسی نوعیت کی متضاد باتیں امام ال مستنصر باللہ کے بیٹے نزار (جس کو امام ماننے والے نزاری کہلائے) کے متعلق مورخین نے لکھی ہیں۔ مستعلویہ کو تو اس سے ہی انکار ہے کہ ال مستنصر باللہ کے بیٹے نزار کا کوئی بیٹا زندہ بھی باقی بچا تھا۔ امام نزار پر امام المستنصر کی نص سے متعلق ایک سخن گسترانہ بات ذہن میں آگئی جسے پیش کیا جاتا ہے:

اے۔اے۔ فیضی صاحب ہمارے ملک کی ایک نامور شخصیت تھے وہ اسماعیلیہ (نزاری) تھے۔ انہوں نے امام نزار پر امام ال مستنصر کی نص سے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھا۔(1)۔ اس میں ایک نکتہ یہ بھی پیش کیا گیا کہ امام ال مستنصر باللہ کا اپنے دوسرے بیٹے احمد مستعلی پر اپنی عمر کے آخری حصہ میں نص کرنا سمجھ میں نہیں آتا جبکہ ان کا دور امامت ۶۰ سال رہا۔ آخر امام موصوف نے اس سے قبل ایسا کیوں نہیں کیا خیر یہ جھگڑا تو نزاریوں اور مستعلویوں کا ہے ہم تو نزاری حضرات سے صرف اتنا عرض کریں گے کہ اگر اسی دلیل کی روشنی میں رسول ﷺ کی امیر المومنین حضرت علیؓ کی نامزدگی پر غور کر لیا جائے تو اگر تمام امامیہ برادری کے نہیں تو کم از کم اہل سنت اور نزاریوں کے درمیان اختلاف ختم ہو سکتا ہے۔

---

(1)۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ صفحہ ۲۶۔۲۷ حصہ سوئم۔

مستعلویہ آخری امام طیب کے متعلق روایات :۔

(۱) ابن خلدون کے بیان کے مطابق "امام آمر کے انتقال کے بعد اس کے جانشین الحافظ لدین اللہ نے یہ ظاہر کیا کہ آمر نے یہ وصیت کی ہے کہ میری فلاں زوجہ سے حمل ہے۔ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ اس کے بیٹا ہو گا وہ میرا خلیفہ ہو گا۔"

(۲) ابن الاثیر کا قول ہے کہ "آمر جب قتل کیا گیا تو اس وقت اس کا کوئی بیٹا موجود نہ تھا جو اس کا قائم مقام بن سکے...... لوگوں کو حمل کا نتیجہ معلوم کرنے کا انتظار تھا کہ اگر بیٹا ہو تو وہ اس کا امام ہو۔"

لیکن اس حمل سے آمر کے یہاں لڑکی ہوئی ۔(1)

(۳) مقریزی کے مطابق آمر کے قتل کے بعد اس کا بیٹا گوشت اور ترکاری کی زنبیل کے نیچے کے حصے میں خفیہ طور پر قصر سے مسجد الرحمتہ میں منتقل کر دیا گیا جہاں اس کی پرورش خفیہ طریقہ سے ہوئی اور جب حافظ لدین اللہ کو اس راز کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کی فصد کھلوا دی جس سے وہ مر گیا۔"

(۴) داعی ادریس کی روایت ہے کہ "آمر نے اپنے ایک لڑکے طیب نامی پر نص کی اور اس کا اعلان کیا۔ آگے چل کر ناموافق حالات میں ابو علی داعی بلاغ کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے غائب ہو گیا۔"

یہ ہیں اس مامور من اللہ، امام معصوم سے متعلق روایت جس کو مستعلویہ امام غائب کہتے ہیں اور جس سے دور ستر کی ابتدا ہوتی ہے ان کا ایمان ہے کہ آمر کے اس بیٹے طیب کی نسل سے یکے بعد دیگرے امام ہوتے رہیں گے چاہے ان کا علم کسی کو ہو

۔(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۸۔

یا نہ ہو۔ اس صورت حال کے باوجود امام طیب کے نام پر فاطمی دعوت کا سلسلہ داعیوں کے ذریعہ برابر جاری ہے۔

یہ باب ہماری توقع کے خلاف کافی طویل ہو گیا۔ لیکن کچھ اور واقعات ایسے ہیں کہ ان کی نوعیت مجبور کر رہی ہے کہ ان کو بھی بیان کیا جائے:

ائمہ معصومین سے متعلق مزید دلچسپ حالات :۔

۱) متعدد امام ایسے ہیں جن کو سن بلوغت سے پہلے امام تسلیم کیا گیا۔

(۲) کم از کم دو امام ایسے ہیں جن کی امامت کا اعلان اس وقت کیا گیا جب وہ شکم مادر میں تھے۔

(۳) متعدد ائمہ کی وفات کو پوشیدہ رکھا گیا۔

(ا) عبید اللہ المہدی کو اس کے داعی ابو عبد اللہ شیعی نے دعوت کی کامیابی سے قبل دیکھا تک نہ تھا۔

(ب) ابو طاہر اسماعیل ال منصور باللہ کے انتقال کی خبر حسب روایت داعی ادریس (ابن خلکان) تقریباً ڈھائی مہینہ چھپائی گئی۔

(ج) المعز لدین اللہ کے انتقال کی خبر آٹھ مہینے تک چھپائی گئی۔

(د) الحاکم بامر اللہ کے انتقال / قتل / غیبت کی خبروں کو تین ماہ تک راز میں رکھا گیا۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر زاہد علی کا بیان معنی خیز ہے وہ کہتے ہیں :

نوٹ: اسماعیلی دعوت کے ابتدائی دور سے لے کر مصر میں ان کے خلفاء کے حالات سے متعلق روایات میں اس قدر اختلاف اور تضاد ہے کہ ہم اس سے متعلق بہت سی باتیں اس مختصر کتاب میں شامل نہیں کر سکے۔ ہم خود مشورہ دیتے ہیں کہ تاریخ فاطمیین مصر مولف ڈاکٹر زاہد علی کا جو خود اسماعیلی تھے بہ غور مطالعہ کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کو پڑھنے والے بلاشک وشبہ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے جس پر ہم پہنچے ہیں۔

"حکومت فاطمیہ (ائمہ معصومین کی حکومت) کا یہ دستور تھا کہ امام کے انتقال کا اعلان اس وقت تک نہیں کیا جاتا تھا جب تک کہ اس کے ولی عہد کی بیعت تکمیل کو نہ پہنچے۔ اسی وجہ سے مورخین نے لکھا ہے کہ اس کا تخت خوف پر مبنی تھا۔"

ائمہ معصومین کے تخت کا خوف پر مبنی ہونا حیرت انگیز ہے۔ اس کے علاوہ یہ اصول کہ ولی عہد کے بیعت کی تکمیل تک امام کی موت ہی کو چھپایا جائے چاہے اس میں کتنا ہی وقت لگ جائے اور بھی حیرت انگیز ہے۔ ہم تو صرف اتنا کہتے ہیں کہ کاش امامیہ حضرات (اسماعیلیہ) اپنے اس اصول کی روشنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تدفین سے متعلق واقعات پر غور کر سکتے تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جاتیں۔ توفیق خداوندی سے یہ اب بھی ہو سکتا ہے۔

معذرت :۔

ہم نے اس باب میں حتی المقدور اختصار سے کام لیتے ہوئے فاطمی ائمہ معصومین کا سیاسی کردار پیش کیا ہے اور ان سے متعلق روایات کا اختلاف بتلایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے جن بندوں کو عصمت سے سرفراز فرمایا ان کے روز و شب کے معمولات' ان کا دوستوں سے برتاؤ' ان کا دشمنوں سے سلوک تاریخ عالم کے صفحات پر انمٹ حروف میں ثبت ہے۔ انہوں نے زندگی کا ایسا معیار قائم کیا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی عصمت کی گواہی دے رہا ہے۔ جب ہم اس معیار کی روشنی میں فاطمی ائمہ معصومین کا سیاسی کردار دیکھتے ہیں تو عصمت تو بہت عظیم چیز ہے وہ ایک عام دنیاوی حکمران کی سطح سے بھی نیچے نظر آتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ چشم فلک نے وہ دور بھی دیکھا ہے جب انسان خود بت بنا کر پوجا کرتا تھا۔ مگر ایک وقت آیا جب کہہ دیا گیا :

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا (بنی اسرائیل. ۸۱)

ترجمہ :۔ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا۔ (اور) واقعی باطل چیز تو یونہی آتی جاتی رہتی ہے۔

یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فکر و نظر کے لئے تاریک راہیں مسدود کر دی گئیں اب بھی اگر کسی کو روشنی نظر نہیں آتی تو:

چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اس انسانی فطرت کو کیا کہیئے کہ اس نے خالق کائنات کے مبعوث کئے ہوئے انبیاء کی تو نافرمانی کی لیکن اس کی جبیں سائی کے ذوق و شوق نے خود اپنی مرضی کے معبود بنا لیئے۔ اور جس کو چاہا مامور من اللہ کہہ دیا اور معصوم قرار دے دیا نہ نسب کی پرواہ نہ حسب کا خیال۔ نہ کردار پر نظر نہ افکار کی فکر۔

باب ہشتم

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو'

انصاف کا تقاضا ہے کہ خامیوں کے ساتھ ساتھ خوبیاں بھی بیان کی جائیں لہٰذا ہم اسماعیلیوں کے اس پہلو پر بھی نظر ڈالنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اسماعیلیوں کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں اور فاطمی دور خلافت میں علم و حکمت کی ترقی کو خامیوں کا کفارہ سمجھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ فاطمی دور حکومت میں معروف ریاضی داں' سائنس داں اور طبیب ہوئے اور ان کی ہمت افزائی کی گئی لیکن یہ فیصلہ بڑا مشکل ہے کہ اس کا خصوصی تعلق فاطمی دعوت سے تھا۔ اسلام نے توبنیادی طور پر حصول علم پر انتہائی زور دیا ہے۔ یہ بات کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ عباسی دور خلافت میں اور اندلس میں علم و حکمت کی ترقی ہوئی۔ اس سلسلہ میں ایک دوسرا مکتبہ فکر بھی ہے وہ کہتا ہے کہ اس نوعیت کے کام امن و سکون کے دور میں ہوا کرتے ہیں۔ یونان میں علم و حکمت کی ترقی کے دور کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ ارسطو کو معلم اول کہا جاتا ہے اس کا تسلط اب تک قائم ہے۔ اس کا تعلق کس مذہب سے تھا؟ اس وقت تو وہاں عیسائیت بھی نہ تھی یہ صورت ہی ہندوستان کی ہے اور آجکل جاپان' چین' روس اور مغربی ممالک کی ہے جہاں اگر مذہب ہے تو اس کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ تاریخ تو یہی بتاتی ہے کہ عموماً امن کے دور میں تہذیب و تمدن نے ترقی کی۔ مختصراً اگر یوں کہا جائے تو بہتر ہو گا کہ اگر فاطمی دور حکومت میں علم و حکمت کی ترقی نہ ہوتی تو حیرت کی بات تھی۔

اس تمہید کے بعد ہم فاطمی دور خلافت کے چند اہم کارناموں اوران کی خدمات کا ذکر کریں گے۔

جامع ازہر :۔

فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ کے عہد میں جوہر نے قاہرہ کی تعمیر کے بعد ایک مسجد بنائی جس کا نام جامع ازہر رکھا۔ اس کو جامع کبیر بھی کہا جاتا تھا۔ المعز لدین اللہ کے جانشین عزیز کے حکم سے جوہر نے اس میں ایک نفیس کتب خانہ اور مدرسہ بھی کھولا جس کی شہرت آفاق میں پھیلی بڑی غرض اس کے قائم کرنے سے یہ تھی کہ اس میں دینی خصوصاً مذہب شیعہ کی تعلیم دی جائے۔ گویا یہ کہہ سکتے ہیں کہ قاہرہ کی تعمیر دولت فاطمیہ کی سیاسی بنیاد کو مضبوط کرنے اور جامع ازہر کی تعمیر اس کی مذہبی بنیاد کو پختہ کرنے کے لئے عمل میں آئی۔(1)۔ جامع ازہر تقریباً دو سو سال تک شیعی مدرسہ رہا لیکن اس مقصد میں ناکام رہا جس کے لئے قائم کیا گیا تھا کیوں کہ مصر میں اسماعیلیت کو فروغ نہ ہو سکا بلکہ شیعوں ہی کی تعداد آٹے میں نمک سے زیادہ نہ ہو سکی۔ ظاہر ہے کہ اس مدرسہ کی شاندار عمارات کے باوجود طلباء کی تعداد محدود رہی ہو گی۔ دراصل ''ازہر'' کا اصلی دور صلاح الدین ایوبی کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے۔ صلاح الدین نے اقتدار کے حصول کے بعد چاروں مذاہب اہل سنت کی تعلیم جاری کر دی تاکہ ہر مذہب کے پیرو اس میں تعلیم حاصل کریں (اسماعیلی تو اس وقت تک مصر سے قریب قریب ختم ہو چکے تھے (اس سبب سے اس مدرسہ کی بڑی شہرت ہوئی جس میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا گیا۔ ظاہر ہے کہ فاطمی دور خلافت میں اس مدرسہ کا فیض اسماعیلیہ یا زیادہ سے زیادہ شیعوں تک محدود رہا ہو گا۔

---

(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ اول صفحہ ۱۶۳۔

دار الحکمت :۔

۳۹۵ھ میں الحاکم نے قصر غربی کے قریب ایک دار الحکمۃ قائم کیا۔ اس کی اصل غرض وغایت شیعی علوم کی اشاعت تھی یہ صحیح ہے کہ اس میں قاری 'نجومی 'ادیب ' منجم اور طبیب بھی مقرر کیئے گیے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اہل سنت کی تعلیم موقوف کر دی گئی۔ اور کئی اساتذہ جن میں فقیہہ ابو بکر الانطاکی وغیرہ شامل تھے قتل کر دیئے گیے تقریباً دس سال بعد اس مدرسے کے دینی شعبہ کی حالت بھی خراب ہو گئی۔ جیساکہ داعی احمد حمید الدین الکرمانی کے قول سے واضح ہے کہ جب میں ہجرت کر کے حضرت ہویہ وعلویہ میں پہنچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ رسوم دعوت میں خلل پڑ گیا ہے۔ مجالس الحکمۃ کی پابندی چھوٹ گئی ہے "اعلیٰ اسفل اور اسفل اعلیٰ" ہو گئے ہیں۔ اولیائے دعوت ہادیہ ایسی ہولناک پریشانیوں میں مبتلا ہیں کہ ان کے سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو فاسق کہتا ہے۔ بعض غلو کی چوٹی پر پہنچ گئے ہیں۔ بعض اس قدر پستی میں گر پڑے ہیں کہ ان کے ہاتھ سے دین کا دامن چھوٹ گیا ہے۔" آخر کار اس کو وزیر افضل نے ۵۱۷ھ / ۱۱۲۳ء میں الآمر باحکام اللہ کے عہد میں مذہبی جھگڑوں کے خوف سے بند کر دیا۔(1)۔ خوف کی بنیاد ظاہر ہے جیساکہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مصر میں اسماعیلیت فروغ نہ پا سکی لہذا شیعی تعلیم کو عوام کیسے قبول کرتے۔ اس مدرسہ کو کچھ عرصہ بعد دوسری جگہ جاری کیا گیا۔

رسائل اخوان الصفاء :۔

یہ وہ رسائل ہیں جن کے فلسفہ پر بہت سے حضرات سر دھنتے ہیں۔ ان رسائل سے متعلق ڈاکٹر زاہد علی نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کی تعداد (۵۲) باون ہے اور ان تمام

۔(1) تاریخ فاطمین مصر جلد اول صفحہ ۲۴۴۔

رسالوں کا خلاصہ ایک رسالہ میں لکھا گیا ہے جو ۵۳واں ہے جس کا نام جامعہ ہے۔ اخوان الصفا کون تھے اور یہ رسائل کیوں لکھے گئے اب تک متعین نہ ہو سکا (1)۔ بہر حال سب اس پر متفق ہیں کہ انہوں نے اسماعیلی عقائد اور دعوت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہم تعارف کے طور پر تاریخ فاطمیین مصر سے اقتباس پیش کرتے ہیں :

اخوان الصفاء کی حقیقت خود ان کی زبان سے :۔

"اخوان الصفاء کہتے ہیں کہ ہم اہل عدل و ابناء احمد ہیں۔ ہم اہل بیت رسول ہیں ہم علم خدا کے خازن ہیں اور علم نبوت کے وارث ہیں۔ ہمارا جوہر سماوی اور ہمارا عالم علوی ہے.......... لوگوں نے شریعت کو ناپاک کر دیا۔ ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم اسے پاک کریں اور لوگوں کو یہ بتائیں کہ شریعت حقیقت میں حکمت اور فلسفے پر مبنی ہے.......... ہمارے علوم چار قسم کی کتابوں سے ماخوذ ہیں پہلی قسم کتب حکماء' اور فلاسفہ ہیں' دوسری قسم کتب انبیاء' تیسری قسم کتب طبیعت اور چوتھی قسم کتب الٰہیہ ہیں۔"

ڈاکٹر زاہد علی اخوان الصفاء کے مسائل کا یونانی فلسفہ سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ورنہ اکثر مسائل میں حکماء یونان کی تقلید کی ہے جیسا کہ انہوں نے خود اعتراف کیا ہے۔"

ڈاکٹر زاہد علی نے اخوان الصفاء کے رسائل سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے۔ اسی طرح دیگر کتابوں میں بھی اس موضوع پر گفتگو کی گئی ہے مگر سب کا نچوڑ یہ ہے جو بلا خوف تردید کہا

---

(1) اسماعیلیہ کی فطرت میں اخفاء کس حد تک تھا اور اب تک ہے۔ اس کی ایک مثال گزشتہ صدی میں بھی موجود ہے۔ مستشرق۔ سلوسٹر دی ساسی نے ۱۸۰۹ء میں فرانس میں ایک مقالہ حشیشین (نزاریوں) سے متعلق پڑھا۔ اس کا جواب اسماعیلیہ کی طرف سے اخبار میں ایک خط کے ذریعہ دیا گیا۔ ڈی ساسی نے جواب الجواب اسی اخبار میں چھپوا لیا۔ وہ لکھتا ہے :

"اس خط پر دستخطوں سے شبہ گذرتا ہے کہ اس کے پس منظر میں ایک معروف شخصیت ہے۔ اگر وہ صاحب اپنا نام ظاہر کر دیتے تو شاید اس سے اعتراضات کا وزن بڑھ جاتا۔" (فان ہیمر۔ صفحہ ۲۹۹)

جا سکتا ہے کہ اخوان الصفاء کے رسائل مرتب کرنے والوں کے دل و دماغ پر جملہ قدیم فلسفوں کا غلبہ تھا اور ان کا مقصد اسلام میں ان فلسفوں کو کسی طرح داخل کرنا تھا۔ (جس میں وہ الحمد للہ کامیاب نہ ہو سکے)

اب ہم اخوان الصفاء سے متعلق ابو حیان توحیدی کے جواب سے اقتباس پیش کرتے ہیں جو اس نے ۳۷۳ھ / ۹۸۳ء میں عباسیوں کے وزیر صمصام الدولہ بن عضد الدولہ کے سوال پر دیا تھا :

"میں نے یہ رسالے دیکھے۔ ان میں ہر فن کے مسائل بیان کیے گئے 'لیکن اس قدر اختصار سے کہ پڑھنے والے کو تشفی نہیں ہوتی۔ ان میں خرافات 'کنایات اور تلفیقات ہیں۔ میں نے متعدد رسالے اپنے شیخ ابو سلیمان محمد بن بہرام المنطقی السجستانی کو دکھلائے۔ شیخ نے بڑی مدت تک ان کا مطالعہ کیا اور کہا کہ ان لوگوں نے بہت مشقت کی مگر کوئی بات پیدا نہ کر سکے بڑی تکلیف اٹھائی مگر کچھ نتیجہ نہ نکال سکے پانی کی تلاش میں بہت گھومے مگر چشمے پر پہنچ نہ سکے۔ بہت کچھ راگ الاپے مگر طرب نہ پیدا کر سکے۔ ناممکنات کو وجود میں لانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے ۔(1)۔"

(مقدمہ احمد زکی پاشا)

فلسفہ کی حیثیت کتنی ہی اہم کیوں نہ ہو لیکن مذہب کے ساتھ فلسفہ نے مل کر جو اثرات پیدا کیے وہ کیفیت اسماعیلیوں کے اعتقادات سے ظاہر ہے۔ یعنی آگے چل کر ان کے بیشتر حصہ نے اعمال ظاہری سے فراغت حاصل کر لی اور ایک عام انسان کو معصوم قرار دے کر سیدھے سادے دین کو فلسفیانہ موشگافیوں کا گورکھ دھندا بنا کر رکھ دیا۔ اس کو دین و مذہب سمجھنا ہی دین و مذہب کے صحیح تصور سے ناواقفیت کی دلیل ۔(2) ہے۔ علامہ اقبال جنہوں نے قدیم و جدید جملہ فلسفوں کا مطالعہ کیا تھا اور خود فلسفہ میں ڈاکٹر تھے۔ کہتے ہیں :

۔(1) تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۲۹۔

۔(2) اسی لیے بعض مصنفین نے اسماعیلیت کو مذہب نہیں کہا "تحریک" کہا۔

انجام خرد ہے بے حضوری ہے فلسفہ زندگی سے دوری

جن حضرات نے دین کو کلیتہً عقل کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی انہوں نے ہمیشہ ٹھوکر کھائی۔ اخوان الصفاء کے فلسفہ کے پرستار حضرت امام غزالیؒ پر تنقید کرتے ہیں لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ غزالیؒ کا آفتاب الحمد للہ چمک رہا ہے اور اخوان الصفاء کے مرتب کرنے والوں کے چراغ ذرا دیر کے بعد بھڑک کر کبھی کے بجھ چکے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اشاعت اسلام میں اسماعیلیوں کا حصہ (ہندوستان میں) :۔

اسماعیلیہ سے متعلق بعض مصنفین نے ہندوستان میں نزاری داعیوں کی تبلیغی کوششوں کو نظر استحسان سے دیکھا ہے۔ اگرچہ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان داعیوں نے ہنود کے عقائد سے مفاہمت کر کے ان کو اسلام کی طرف راغب کیا اور اس طرح یہ لوگ انکو آدھے راستہ تک لانے میں کامیاب ہو گئے جب کہ باقی کام دوسرے بزرگوں نے کیا۔ اس سلسلہ میں پیر شمس الدین سبزواری (۶۳۲ھ تا ۷۵۷ھ / ۱۲۴۱ء تا ۱۳۵۶ء) اور پیر صدر الدین (۷۰۰ھ تا ۸۱۹ھ / ۱۳۰۰ء تا ۱۴۱۶ء) کے نام خاص طور پر لئے جاتے ہیں۔ ایک اور نام نورست گرو کا آتا ہے جن کا اصلی نام غالباً نور الدین یا نور شاہ تھا جنہیں بارھویں صدی میں قلعہ "الموت" سے بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے ایک ہندو راجے کی بیٹی سے شادی کی اور اپنا نام ہندوانہ رکھا۔(1)۔ پیر شمس الدین سبزواری کا حلقہ اثر ملتان میں رہا۔(2)۔ پیر صدر

---

(1)۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے اکسانے پر سلطانہ رضیہ کے عہد میں دہلی پر قرامطہ و ملاحدہ کا حملہ ہوا۔ دیکھئے باب "خوجے" آب کوثر ۲۴۳۔۳۵۶۔

(2)۔ شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں لکھا ہے کہ پنجاب میں ایک جماعت جو بہ ظاہر ہندوؤں میں شامل ہے اور موجودہ امام آغا خاں کو دیوتا تسلیم کرتی ہے اپنے آپ کو شاہ شمس کے نام پر شمسی کہتی ہے۔ صفحہ ۳۴۳۔۳۴۴۔

الدین نے نزاری فرقہ کے طریق تبلیغ کے مطابق اپنا نام ہندوؤں کا سار کھا اور ہندو مذہب کے بعض عقائد کو صحیح تسلیم کیا۔(1) تاکہ اسماعیلیہ مذہب کی اشاعت میں آسانی ہو۔ انہوں نے ایک کتاب دس اوتار کے نام سے لکھی جس میں رسول اکرم ﷺ کو "برہما" حضرت علیؓ کو "وشنو" اور حضرت آدمؑ کو "شو" سے تعبیر کیا ہے۔ یہ کتاب خوجہ قوم کی مقدس کتاب ہے اور مذہبی تقریبوں اور نزع کیوقت مریض کے بستر کے قریب پڑھی جاتی ہے۔ پیر صدر الدین کو بارگر' سودیو' ہرچندر' کے القاب سے بھی پکارا جاتا تھا۔ انہوں نے بہت سے گنان (روحانی علم) لکھے۔ ہندوانی عقائد کو تسلیم کر کے اسلام کی تبلیغ کے جو اثرات ہوئے وہ نزاری سلسلہ کے ایک اور داعی سید امام الدین (متوفی ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء کے عقید تمندوں کیفیات سے ظاہر ہیں:

"نزاری سلسلہ کے ایک اور مبلغ سید امام الدین تھے...... انہوں نے عام اسماعیلی طریقہ تبلیغ کی پیروی میں مقامی باشندوں کی کئی باتیں قبول کر لیں ہیں لیکن ان کا امام شاہی یاست پنتھی طریقہ اسماعیلی خوجوں کی نسبت کبیر پنتھی اور نانک پنتھی طریقوں سے زیادہ ملتا جلتا ہے...... ان میں ابھی ہندوانہ رسمیں موجود ہیں اس جماعت کا نظام سید امام الدین کے ایک جانشین کے ہاتھ میں ہے جسے "کاکا" کہتے ہیں اور جو تجرد کی زندگی بسر کرتا ہے۔ عرصے سے "کاکا" کوئی ہندو ہوتا ہے...... اس طریقہ کے لوگ جو بظاہر ہندو رہتے ہیں انہیں گپتی (پوشیدہ) کہتے ہیں اور جو ظاہر طور پر بھی مسلمان ہوتے ہیں انہیں مومنہ کا لقب دیا جاتا ہے۔(2)۔

ہمارے خیال میں تبلیغ کا جو انداز مندرجہ بالا داعیوں کے رویہ سے نظر آتا ہے وہ تقیہ اور کتمان کے تحت ہی اختیار کیا جا سکتا تھا۔ اس کے مہلک اثرات نمایاں ہیں۔ اگر غور سے دیکھا

---

(1)۔ "آب کوثر" صفحہ ۳۴۴۔۳۴۶۔

نوٹ:۔ ان داعیوں کا تفصیلی ذکر تاریخ ائمہ اسماعیلیہ جلد سوئم میں موجود ہے۔

(2)۔ آب کوثر صفحہ ۳۵۰۔

جائے تو اسی مفاہمت کا نتیجہ ہے جو آج دین کا چشمہ صافی مشرکانہ اور ہندوانہ رسومات سے آلودہ ہے اور بعض کج فہم تو ان رسومات کو اصل دین سمجھ بیٹھے ہیں۔

دین کے کسی بنیادی حتیٰ کہ فروعی عقیدہ تک میں کسی دوسرے مذہب سے مفاہمت تو بڑی چیز ہے ہمارے اکابر نے تو معمولی سی بات میں بھی شدید ترین حالات میں بھی مفاہمت نہیں کی۔ اس نوعیت کے ہزاروں واقعات ہیں۔ ہم زمانہ حال کے ایک بزرگ کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں:

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے مرتبہ تعلیم الاسلام میں ایک سوال اور جواب اس طرح سے ہیں:

"سوال: جو لوگ خدا تعالیٰ کے سوا اور چیزوں کی پوجا کرتے ہیں (جیسے ہندو جو بتوں کو پوجتے ہیں) انہیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایسے لوگوں کو کافر اور مشرک کہتے ہیں۔"

بھارت میں ۱۹۴۷ء میں ہندو راج قائم ہونے کے بعد یہ تجویز پیش کی گئی کہ سوال میں سے نشان زدہ عبارت نکال دی جائے کیوں کہ مصلحت وقت کا تقاضا یہی ہے۔ نیز اس سے سوال کی نوعیت اثر انداز نہیں ہوتی۔ حضرت مفتی صاحبؒ اس وقت شدید علیل تھے مگر آپ نے فرمایا: "یہ ایسا ہی رہے گا۔" بھارت میں تعلیم الاسلام میں یہ اسی طرح چھپ رہا ہے۔ یہ ہے وہ استقامت جس کے ستون پر دین قائم ہے۔ (اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے)۔

بہر حال اسماعیلی داعیوں کے اس تبلیغی انداز سے اتفاق کرنے والے شاید متذکرہ بالا تجویز سے بھی اتفاق کرتے لیکن ایک صحیح الفکر مسلمان تو اس کو مہنگا سودا ہی تصور کرے گا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ آج کی فروعات پر مفاہمت کل کو اصول پر مفاہمت کے لئے راستہ ہموار کرتی ہے۔

باب نہم

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا!

مشہور شیعی مورخ امیر علی لکھتے ہیں :

"اور علماء اور حکماء ان مسلمان فراعنہ کی حکومت کو پر رونق بنانے کے لئے ایشیاء اور اندلس سے بلائے جاتے تھے۔(1)۔"

امیر علی نے انگریزی زبان میں فاطمی خلفاء کے لئے -Musim Pha raohs کے الفاظ استعمال کئے ہیں : "فرعون" کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ فاطمی خلفاء نے اپنے آپ کو خدائی صفات سے متصف کر لیا تھا۔ جس کا ذکر باب ہفتم میں کیا گیا ہے۔

ڈچ عالم ڈی۔ غویہ کہتا ہے :(de-Goeje)

"عرب اور اسلام سے بڑی نفرت ہی وہ سبب تھا جس نے تیسری صدی کے نصف میں ایک شخص عبداللہ بن میمون نامی کو جو پیشے کی حیثیت سے قداح (معالج چشم) اور نسل کے اعتبار سے ایرانی تھا۔ ایسی تجویز بجھائی جو بڑی دلیری اور

---

(1)۔ تاریخ عرب صفحہ ۶۱۲ A Short Hidory of the Saracens

(تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۸۱)

چالاکی سے سوچی گئی اور غیر معمولی یقین اور قوت سے عمل میں لائی گئی۔"

"اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایسے ذریعے فراہم کیے گئے جو بجا طور پر یہ شیطانی کہے جا سکتے ہیں۔ انسانی کمزوری کے ہر پہلو پر حملہ کیا گیا۔ ایمان لانے والوں کو جاں نثاری سکھلائی گئی۔ بے پروا اشخاص کو صرف رخصت ہی نہیں بلکہ آزادی کی تعلیم دی گئی عقل مندوں کو فلسفہ بتایا گیا متعصبوں کو آخرت کی امیدیں دلائی گئیں اور عام لوگوں کو معجزے دکھائے گئے۔ اسی طرح یہود کے سامنے ایک مسیح' نصاریٰ کے روبرو ایک فارقلیط' مسلمانوں کے ایک مہدی اور ایرانی اور شامی مشرکوں کے لئے ایک فلسفیانہ مذہبی نظام پیش کیا گیا۔ یہ نظام ایک ایسے خاموش استقلال کے ساتھ پیش کیا گیا جو ہمارے لئے حیرت انگیز ہے اور گر ہم اس کے مقصد کو بھول سکیں تو ہماری تحسین کا مستحق ہے۔(1)۔"

اسٹینلے لین پول کہتا ہے :

"فاطمی حکومت کے دو صدیوں تک برقرار رہنے کا سبب نہ تو حکمرانوں کی قابلیت تھی اور نہ محکوموں کا اخلاص۔(2)۔"

امیر علی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :

"اسماعیلیوں سے صلیبیوں نے یورپ میں مذہبی و غیر مذہبی خفیہ انجمنوں کے قیام کے لئے رہنمائی حاصل کی۔" یہی نہیں بلکہ بہت سی خفیہ انجمنوں کے نام لینے کے بعد کہتے ہیں :

۔(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۸۴۔۲۸۵۔

۔(2) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۸۶۔

"ان سب انجمنوں کے ابتدائی خطوط قاہرہ یا الموت سے جا ملتے ہیں۔(1)۔"

ڈاکٹر زاہد علی لکھتے ہیں:۔

"یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مہدی اور اس کے بعد کے چند اماموں نے اسماعیلیت کو فروغ دینے کی کوشش تو بہت کی لیکن اس میں ناکام ہونے کے بعد دوبارہ اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی صرف سیاسی قوت پر قانع رہے۔"

"بربر اور مصری شیعی حکومت سے راضی تو تھے لیکن خود شیعہ بننا نہیں چاہتے تھے۔"

"ان واقعات کے لحاظ سے کوئی تعجب نہیں کہ مصر میں اسماعیلیت کبھی عام طور پر نہ پھیلی ہو صرف چند ہی افراد اپنے مذہب سے پوری طرح واقف ہوں۔(2)۔"

VATIKIOTIS اپنی کتاب کو ختم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"آخر میں ہم اپنے ناظرین پر یہ تاثر چھوڑنا نہیں چاہتے کہ فاطمی اسماعیلیت ایک ایسے فرقہ کی حیثیت سے ابھری جس کے ٹھوس مذہبی عقائد تھے۔ بلکہ ہم اس رائے سے اتفاق کرنے کو تیار ہیں کہ فاطمیوں کا جو بھی عقیدہ تھا وہ بعد میں وضع کیا گیا تھا اور وہ ہر صورت میں علویوں کی سیاسی مقاصد کے تحت تھا۔ ہم اس الزام کو بھی مسترد نہیں کرتے کہ سیاسی تنخواہ دار اس تحریک میں ستم رسیدہ علویوں کی ہمدردی میں شامل نہیں ہوئے بلکہ ان کی شمولیت میں ان کے اپنے مقاصد تھے۔(3)۔"

---

(1)۔ The Spirit of Islam صفحہ ۳۴۲۔

(2)۔ تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحات ۳۰۱، ۳۰۲۔

(3)۔ The Fatimid Theory of state صفحہ ۱۷۸

VATIKIOTIS نے اس سے پہلے باب میں کہا ہے :۔

"فاطمی اسماعیلیہ چونکہ (مہدی کے ظہور پر) خوشگوار اور پر سکون مستقبل کا وعدہ پورا نہ کر سکی لہذا وہ ایک الہامی تحریک کی حیثیت سے ناکام ہو گئی۔(1)۔"

اہل امریکہ کے جدید ترین تاثرات :۔

روزنامہ "جنگ" کے نامہ نگار نیر زیدی اپنے ہفتہ واری کالم میں "امریکہ میں اسلامی تاریخ اور فنون لطیفہ کی تشہیر" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔(2) :

"کیوں کہ امریکی ذرائع ابلاغ تو صرف یہی باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام صرف دہشت گردی پیدا کرتا ہے۔"

اہل علم جانتے ہیں کہ اس تاثر کی بنیاد وہی ہے جس کا ذکر امیر علی نے اوپر کیا ہے۔ یہ وہ عظیم خدمت ہے جو اسماعیلیہ نے اسلام کی کی۔ جس پر ان کو ناز ہے :

(مرا خود کاشکے مادر نہ زادے)

نوٹ :۔ خصوصی امور سے متعلق مغربی محققین و دیگر مصنفین کے تاثرات متعلقہ ابواب میں دیئے گئے ہیں۔

---

(1)۔ The Fatimid Theory of state صفحہ ۱۷۲

(2)۔ روزنامہ جنگ مورخہ ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۳۔

باب دھم

فاطمیوں کی سعی لاحاصل

اسماعیلیہ دعوت کے بارہ سو سال :۔

(۱) فاطمی دعوت کی ابتداء دوسری صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ قریباً ڈیڑھ سو سال کی خفیہ جدوجہد کے بعد ان کو شمالی افریقہ میں ۲۹۷ھ / ۹۰۹ء میں اقتدار ملا پھر مغرب اوئی پر ان کا قبضہ ہوا اور ۳۵۸ھ / ۹۶۹ء میں مصر بھی ان کی قلمرو میں آگیا اور اس کے بعد محدود مدت کیلئے بلاد شام و عرب و یمن پر بھی ان کی حکومت رہی لیکن یہ اقتدار بہت ہی جلد زوال پذیر ہوا۔ ان کے مقبوضات آزاد ہوتے گئے حتیٰ کہ ۵۶۷ھ / ۱۱۷۲ء میں اسماعیلیہ کو مصر اس طرح چھوڑنا پڑا کہ وہاں ایک اسماعیلی بھی نہ رہا۔(1)۔ جب کہ ۴۴۲ھ / ۱۰۵۰ء میں شمالی افریقہ کے باشندوں نے شیعی مذہب کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔(2)۔ اور ۳۷۴ھ میں بلاد عرب میں فاطمی حکومت کا نشان تک نہ رہا یہ وہ علاقے تھے جن میں فاطمی دعوت کی کامیابی کے لئے ان کے چھٹے امام حضرت جعفر الصادقؒ نے بشارت دی تھی۔

(۲) مصر میں زوال سے قبل ہی اسماعیلیہ (طیبی) نے اپنا مرکز یمن منتقل کر لیا تھا۔ مگر یمن میں محدود علاقوں پر ان کا قبضہ رہا اور وہ بھی بہت مختصر مدت کے لئے، یمن کو

---

(1)۔ تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحہ ۹۸

(2)۔ تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحہ ۶۳

اسماعیلیہ مبارک بقعہ کہتے تھے۔ کیوں کہ یمن میں ہی ان کی دعوت کو ابتدائی کامیابی ہوئی تھی لیکن یہ مبارک –(1) بقعہ بھی ان کو راس نہ آیا اور قریباً پانچ صدیاں خاموشی کے ساتھ گذارنے کے بعد اسماعیلیہ (یحییٰ) کو ہندوستان منتقل ہونا پڑا –(2)۔ یمن کا اب یہ حال ہے کہ وہاں اسماعیلیہ (یحییٰ) یعنی سلیمانی بوہرے چند ہزار –(3) کی تعداد میں ہیں۔ ہندوستان میں بھی اسماعیلیہ (یحییٰ) کو جو بوہرے کے نام سے معروف ہیں کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ اب کچھ عرصہ سے ان کی دعوت کا سلسلہ بھی بند ہے –(4)۔ قبل از پاکستان ان کی کل تعداد کا اندازہ پونے ایک لاکھ –(5) تھا۔

(۳) اسماعیلیہ کی ایک شاخ نزاریہ کو چھٹی / ساتویں ہجری میں شمالی ایران، عراق، کوہستانی علاقے اور شام کے سواحل پر اقتدار ملا۔ یہ اقتدار کوئی ڈیڑھ سو سال رہا اس کا خاتمہ تاتاریوں نے ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں کیا ان کا مرکز الموت تھا۔ اس کے بعد نزاری ایران میں کئی جگہ منتقل ہوئے آخر کار ان کو بھی ہندوستان میں ہی پناہ ملی اور نزاریوں کے امام حسن علی شاہ آغا خاں اول ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں سندھ آگئے۔ یہ لوگ آغا خانی کہلاتے ہیں۔ حکومت برطانیہ کی سرپرستی کے باوجود ہندستان میں ان کی دعوت کو فروغ نہ ہو سکا۔ مختصراً اسماعیلیہ کو حکومت بھی ملی، دولت بھی ملی، دہشت گردی بھی اختیار کی لیکن موجودہ صورت حال سعی لاحاصل کی مکمل نمونہ پیش کرتی ہے:

–(1) تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحہ ۶۸

–(2) تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحات ۸۳۔۸۴

–(3) تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحات ۸۳۔۸۴

–(4) آب کوثر صفحہ ۳۵۵۔

–(5) تاریخ فاطمیین مصر حصہ دوم صفحات ۸۳۔۸۴۔

موجودہ صورت حال :۔

ڈاکٹر زاہد علی کے اندازے کے مطابق قبل از پاکستان دنیا کے تمام ممالک میں اسماعیلیوں (نزاریہ مستعلویہ دروزلوران کے تمام فرقوں) کی تعداد پانچ لاکھ تھی ۔۔جو اب بڑھ کر زیادہ سے زیادہ آٹھ لاکھ ہو گئی ہو گی۔ یہ صحیح ہے کہ اسماعیلیوں میں بڑی تعداد تعلیم یافتہ افراد کی ہے یہ لوگ تجارت کرتے ہیں۔ سیاست میں بالواسطہ حصہ لیتے ہیں۔ unity in adversity (مصیبت میں اتفاق واتحاد) کے اصول کے تحت متحد و منظم ہیں اور یہودیوں کی طرح تعداد تناسب سے زیادہ معروف ہیں۔ لیکن ان کی آبادی منتشر ہے نیز نزاریہ (آغا خانیوں) اور طیبی مستعلویہ (بوہروں) میں شدید اختلاف ہے۔ غالباً یہ ظاہر کوئی مستقبل نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس جدوجہد میں مصروف ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں میں باعزت زندگی گزار سکیں۔ لہذا وہ اپنے پھیلاؤ سے زیادہ عوامی رفاہی امور میں دلچسپی لیتے نظر آتے ہیں تاکہ عامتہ الناس ان کے متعلق نیک خیال قائم کریں۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ دنیا میں مسلمانوں کی کل تعداد کے اعتبار سے ایک ہزار میں ایک ہیں۔ یعنی ۱۰۰۰ء اس تعداد کو بارہ سو سالہ جدوجہد کے بعد اگر اسماعیلیہ اپنے نظریہ امامت یا فاطمی دعوت کی کامیابی تصور کرتے ہیں تو یہی کہا جائے گا۔(1)

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی کایں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

یہ صورت حال ان کو دعوت فکر دے رہی ہے کہ کیا کھویا اور کیا پایا؟

۔(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۹۱

باب یا ازدھم

حرف آخر

اسماعیلی عقائد و فاطمی دعوت :۔

اسماعیلی عقائد اور فاطمی دعوت سے متعلق باب چہارم میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ اسماعیلیہ سے متعلق تمام مصنفین خواہ موافق ہوں یا مخالف اس امر پر متفق ہیں کہ اسماعیلی عقائد پر مختلف فلسفوں کا غلبہ ہے۔ یہ اقرار ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسماعیلی عقائد کا تعلق قرآن و سنت سے برائے نام ہے۔ لہٰذا اسماعیلیہ سے متعلق دیگر امور پر گفتگو محض علمی رہ جاتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسماعیلیہ سے متعلق بعض امور وقفہ وقفہ سے سامنے آتے رہتے ہیں اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ کچھ امور سے متعلق ہم بھی اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

اخفا و رازداری کی اصل وجہ :۔

تقیہ اور اخفاء میں تھوڑا سا ہی فرق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ طریقہ یا عقیدہ بھی ایران سے آیا کیوں کہ حرّان کے صابی اپنا دین چھپاتے تھے۔ لیکن تقیہ پر عمل تو ابتدا سے ہی بتلایا جاتا ہے۔ اسماعیلیہ نے تو صرف اتنا کیا کہ اس کو اپنی بلندی پر پہنچا دیا۔
ہمارے خیال میں اخفاء و رازداری کی اصل وجہ اسماعیلیہ کے عقائد اور فاطمی دعوت کی

نوعیت تھی۔ دراصل یہ وہ زمانہ تھا جب قرآن و سنت کی تعلیمات عام ہو چکی تھیں اور متوسط طبقہ میں اتنا شعور پیدا ہو گیا تھا کہ وہ یہ تمیز کر سکتے تھے کہ کس عقیدے کا واقعی تعلق قرآن و سنت سے ہے۔ اور کتنا ہے اسماعیلیہ کے عقائد و دعوت کو مرتب کرنے والوں کے متعلق سب متفق ہیں کہ وہ فہم و فراست کی اولین سطح پر تھے لہذا وہ اپنی مرتبہ دعوت کے متعلق ضرور جانتے ہوں گے کہ اس کی نوعیت کیا ہے۔ یعنی یہ اتنی پیچیدہ ہے کہ اس کو مجمع عام میں پیش نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے لئے نہ صرف پہلے سے زمین ہموار کرنا ہو گی بلکہ یہ کہ صرف خواص ہی اس کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور اگر عوام کے سامنے پیش کیا گیا تو شدید گڑبڑ ہو گی۔

ابتداء میں اخفاء کی وجہ حکومت سے خطرہ بتلائی جاتی ہے اور فاطمی خلافت کے قیام کے بعد عباسی خلافت اور اندلس میں اموی حکومت سے خطرات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں یہ خطرات حق و صداقت کی آواز کو نہیں روک سکتے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اموی اور عباسی دور خلافت میں ایسے کم نہ تھے جو ہر وقت اپنے موقف کے لئے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کو تیار تھے۔ ایسے بھی تھے جنھوں نے یکے بعد دیگرے ستون دار پر سروں کے چراغ رکھنے میں ذرا بھی تکلف نہ کیا۔ ایسے بھی تھے جنھوں نے تیغ قاتل کی روانی میں ابدی سکون محسوس کیا۔ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو حضرت زید شہیدؒ اور حضرت محمد نفس الزکیہؒ کے اسماء گرامی یاد ہیں اور یاد رہیں گے۔ یہ بھی تو فاطمی تھے۔ (1)۔

لہذا ہمارا خیال ہے کہ اسماعیلیہ کے عقائد اور دعوت مرتب کرنے والوں میں

---

(1)۔ Shorter Encyclopaedia of Islam میں اٹھارہ افراد کے نام گنائے ہیں جنھوں نے اموی و عباسی دور خلافت میں خروج کیا۔ ان میں سے گیارہ حسنی ہیں اور سات حسینی مقالہ Alids یعنی علوی۔

اعتماد کا فقدان تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ ان کو قبول عام کی سند نہیں مل سکتی۔ یہی ہوا بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ابو عبداللہ شیعی کی عسکری کامیابی کے بعد جس نے اسماعیلیت قبول نہ کی اس کو قتل کرادیا گیا لیکن اس کے فوراً بعد عبیداللہ المہدی کو احساس ہوا اور مذہبی آزادی کا اعلان کرادیا گیا۔ مختصراً فاطمی دور خلافت میں کبھی بھی کھل کر اسماعیلی عقائد پیش نہیں کئے گئے۔ اور جب کبھی ایسا کیا گیا تو شدید گڑبڑ ہو گئی جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے ظاہر ہے:

"اگر ان کو اپنی رعایا کا خوف نہ ہوتا تو خلفاء اپنے عقیدوں کی حقیقت کو جن کی پیروی مصر کے خاص محلوں میں شریک ہونے والے کرتے تھے علانیہ عوام کے سامنے ظاہر کرتے اکثر ایسا ہوا ہے کہ بعض اماموں کی رائے کی مخالفت میں پبلک نے ایسے احتجاج کئے جو دھمکی کی حد تک پہنچ گئے۔(1)۔"

"۵۱۳ھ/۱۱۱۹ء میں ایک فرقہ نکلا جو بدیعیہ کہا جاتا ہے...... جنہوں نے اصلی اسماعیلی عقیدے ظاہر کئے۔ ان کے نام حمید اور برکات تھے۔ مامون نے حمید اور اس کے ماننے والوں کو قتل کر دیا۔(2)۔"

ہمارے اس خیال کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ اسماعیلیہ کے یہاں ایک عقیدہ یہ ہے کہ امام کی معرفت کے بعد ظاہری اعمال شریعت کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن عامتہ المسلمین جن میں اکثریت اہل سنت والجماعت کی تھی اس صورت حال کو کب گوارا کر سکتے تھے۔ ان کے سامنے سلف صالحین کی زندگیاں تھیں۔ لہذا جب کبھی ایسا ہوا کہ اپنے عقیدے کے مطابق اسماعیلیوں نے ظاہری اعمال شریعت میں تعطل

---

(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۳۴

(2) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۱۶

اختیار کیا تو شدید گڑبڑ ہوئی بلکہ یوں کہئے کہ فاطمی ائمہ اور داعیوں نے اگر ظاہر اعمال شریعت کی پابندی کی تو وہ عوام (اہل سنت) کے دباؤ سے کی اپنے عقائد کی بنیاد پر نہیں کی۔ فاطمی خلافت کی پوری تاریخ اس کی گواہ ہے۔

اس تجزیہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اسماعیلی عقائد اور فاطمی دعوت کبھی عوام تک پہنچے ہی نہیں یا پہنچائے ہی نہیں گئے۔ اور فاطمی خلافت کا مذہبی دور ابتدا ہی سے سیاسی دور میں بدل گیا لہذا ابتداء سے لے کر انتہا تک اسماعیلی مذہب کبھی عام نہیں ہوا۔(1)۔

اس صورت حال میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ دولت فاطمیہ کے مسلمان عوام نے اسماعیلی دعوت کو مسترد کر دیا اور فاطمی خلافت "خلافت" نہ تھی بلکہ حکومت تھی جو دیگر حکومتوں کی طرح ظلم و ستم، داد و دہش اور عسکری قوت کی بناء پر قائم رہی۔

VATIKIOTIS نے بھی کچھ ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے:

"فاطمی اسماعیلیت چونکہ خوشگوار و پر سکون مستقبل کا وعدہ پورا نہ کر سکی لہذا وہ ایک الہامی تحریک کی حیثیت سے ناکام ہو گئی۔(2)۔"

تقیہ اور اخفاء کی کار فرمائیاں:۔

ہم نے اسماعیلیوں سے متعلق بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان میں سے وہ بھی ہیں جو ہمارے ملک میں لکھی گئی ہیں۔ اور وہ بھی ہیں جو مغربی مستشرقین نے لکھی ہیں۔ ہم نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ ان کتابوں کو خالی الذہن ہو کر پڑھیں لیکن ایک چیز جو ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسماعیلیہ کے یہاں سب سے اہم امور قطعی غیر

---

(1)۔ تاریخ فاطمین مصر حصہ اول صفحہ ۱۲۲

(2)۔ The fatimid Theory of State صفحہ ۱۷۲

یقینی کیفیت میں ہیں اور ان پر ایک ہزار سال گزرنے کے بعد بھی بحث جاری ہے۔ جن میں چند یہ ہیں :

(۱) حضرت امام جعفر الصادقؑ نے کن حالات میں اپنی نص بدلی؟

(۲) حضرت اسماعیل بن حضرت امام جعفر الصادقؑ کی ۱۳۳ھ میں موت واقع ہوئی یا نہیں؟

(۳) اخوان الصفاء کے رسائل کا مرتب کون تھا؟

(۴) عبید اللہ المہدی (عبداللہ) کا نسب کیا تھا؟

(۵) امام حاکم کا انتقال ہو لیا قتل کیا گیا یا غائب ہو لیا آسمان پر اٹھا لیا گیا؟

(۶) امام طیب کا انتقال ہو لیا غائب ہوئے؟

مندرجہ بالا امور سے متعلق روایات کا اختلاف۔(1) ہم نے باب ہفتم میں بتلایا ہے۔ یہ دراصل بے چارے مورخوں کا قصور نہیں یہ کارفرمائی ہے تقیہ کی جس کے منہ میں جو آیا کہہ دیا نہ ڈر دنیا کا نہ آخرت کا۔ نتیجہ اسماعیلی مذہب :

ایک معمہ بن گیا نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا :۔

معمہ کو تو کبھی نہ کبھی کوئی حل کر ہی لیتا ہے مگر ہم نے اسماعیلی مذہب کو جو ایک ایسا معمہ کہا ہے کہ "جو نہ سمجھنے کا ہے اور نہ سمجھانے کا"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "تقیہ" سے ایسی صورت پیدا ہو چکی ہے کہ اسماعیلیہ سے متعلق بہت سے معموں کے حل کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ محققین و مستشرقین شکست تسلیم کر چکے ہیں اور اس میں وہ حق بہ جانب ہیں۔ اس کی وضاحت کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے :

۔(1) اس نوعیت کا اختلاف صرف امامیہ (اثناء عشری) کے یہاں ملتا ہے اور کہیں نہیں دیکھئے مقالہ اثناء عشریہ Shorter Encyclopaedia of Islam

عبیداللہ المہدی پہلے فاطمی خلیفہ کے نسب کے سلسلہ میں عباسی خلیفہ القادر باللہ نے ۴۰۲ھ تا ۴۲۰ھ / ۱۰۱۱ء تا ۱۰۵۱ء میں ایک محضر۔(1) تیار کرایا جس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ عبیداللہ المہدی بانی خلافت فاطمی نسبی اعتبار سے "فاطمی" نہ تھا۔ اس محضر کا جو حشر فاطمی خلیفہ الحاکم بامر اللہ (۳۸۶ھ تا ۴۱۱ھ) نے کیا وہ تو دوسری بات ہے۔ لیکن اس محضر پر دستخط کرنے والوں میں امامیہ (اثناء عشری) کے دو صف اول کے اکابر بھی تھے' یہ دونوں بھائی الشریف رضی الشریف مرتضیٰ تھے لیکن اول الذکر کے کچھ اشعار ایسے بھی ہیں جن سے عبیداللہ المہدی کا صحیح النسب فاطمی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ مگر یہ اشعار ان کے دیوان میں شامل نہ تھے۔(2)۔ اس سلسلہ میں اگر یہ پوچھا جاتا ہے کہ ان اشعار کی موجودگی میں اس محضر پر دستخط کس طرح کئے گئے اور الشریف رضی کے دیوان میں وہ اشعار کیوں نہیں تو جواب ملتا ہے کہ عباسی خلیفہ کے دباؤ کے تحت ایسا کیا گیا تھا۔ اب خیال فرمائیے کہ حقیقت کا تلاش کرنے والا جب تحقیق کے اس مرحلہ پر پہنچتا ہے تو سر پیٹ لیتا ہے۔ وہ غریب کس کی تحریر کو حجت مانے۔ کس کے قول کو صحیح سمجھے۔ نہ کسی کی تحریر کا اعتبار نہ کسی کی تقریر کا اعتبار۔ اس صورت میں ہر دلیل بے کار' ہر حجت لاحاصل۔ بلکہ ذرا گہرائی سے عقیدہ امامت کو ذہن میں رکھ کر سوچئے تو امامیہ (اسماعیلیہ واثنا عشریہ) کے لئے تقیہ اس لئے بھی اہم ہے کہ یہ تقیہ ہی ہے جو ان کے لئے حکومت وقت سے وفاداری کے لئے عہد و پیمان کا دروازہ کھولتا ہے۔

---

(1)۔ تاریخ فاطمین مصر حصہ اول صفحات ۸۲۔۸۳۔

(2)۔ یہ اشعار آج کل مروجہ دیوان میں موجود ہیں۔ ایضاً۔

باب دو از دھم

عترت رسول ﷺ

اور

عقیدہ / نظریہ امامت تاریخ کی نظر میں

عقیدہ امامت کے بنیادی نکات :۔

(۱) نبی کے بعد انکے جانشین و خلیفہ' امام بھی اللہ تعالٰی کی طرف سے انبیاء و مرسلین کی طرح (جن کا انتخاب امت یا قوم نہیں کرتی) مقرر اور نامزد ہوتے ہیں۔

(۲) وہ نبی ہی کی طرح معصوم ہوتے ہیں۔

(۳) دنیا کبھی امام سے خالی نہیں ہوتی خواہ وہ ظاہر ہو یا غائب۔

(۴) انبیاء و مرسلین ہی کی طرح ان کی اطاعت امت پر فرض ہوتی ہے۔

(۵) ان کا درجہ رسول اللہ ﷺ کے برابر اور دوسرے سب نبیوں سے بالاتر ہوتا ہے۔

(٦) وہی امت کے دینی و دنیوی سربراہ اور حاکم ہوتے ہیں۔

(۷) امت پر بلکہ ساری دنیا پر حکومت کرنا ان کا اور صرف ان کا حق ہے۔

(۸) ان کے علاوہ جو بھی حکومت کرے وہ غاصب و ظالم اور طاغوت ہے۔

(۹) امامت بغیر نص کے قائم نہیں ہوتی۔

(۱۰) امام وقت کا جاننا واجب ہے۔

(۱۱) امام وقت حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر سکتا ہے۔

(۱۲) نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد مامور ہونے والے بارہ ائمہ کے نام بھی بتلا دیے تھے۔ (اثناء عشری عقیدہ)

امامیہ یا اہل تشیع کی ابتدائی کیفیت:-

زمانہ حال کا مغربی مصنف VATIKIOTIS لکھتا ہے:

"کربلا میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے فوراً بعد شیعوں میں خلافت کے حصول کے لئے بہت سے گروہ پیدا ہو گئے ¹(1)۔"

گزشتہ صدی کا معروف محقق ایم سلوسٹر۔ ڈی۔ ساسی لکھتا ہے:

"شیعان علیؓ بہت جلد گروہوں میں بٹ گئے۔ اگر چہ یہ سب محبان اہل بیت تھے لیکن ان میں نہ تو اس عالی نسب کے حقوق امارت پر اتفاق تھا اور نہ اس پر متفق تھے کہ حق امارت کون سی شاخ کو منتقل ہوا ہے ²(2)۔"

برصغیر کے مشہور مورخ سید امیر علی لکھتے ہیں:

"توقع تو یہ تھی کہ ظلم و ستم شیعان علیؓ کو متحد رکھ سکے گا لیکن اگر چہ سب اس بات پر متفق تھے کہ خلافت / امارت اہل بیت کا حق ہے ان میں اکثر نے کسی منصوبہ یا جانب

---

(1) "فاطمیوں کا تصور ریاست" از وتی کیوٹس صفحہ ۵۔

(2) فدائیوں کی تاریخ۔ فان ہمیر صفحہ ۲۹۱

داری کے تحت مسلمہ ائمہ کے علاوہ دیگر افراد سے وابستگی اختیار کرلی۔(1)۔"
(ذی ساسی کا "شاخ" سے مقصد حسنی و حسینی سادات سے ہے جن میں ابتداء ہی میں امامت سے متعلق اختلاف رونما ہو چکا تھا جب کہ امیر علی کے دیگر افراد میں جملہ بنی ہاشم آجاتے ہیں اور ان کے مسلمہ ائمہ وہی ہیں جن کو آج کل ائمہ اہل بیت کہا جاتا ہے۔)

امامیہ میں اتحاد کا فقدان :۔

ہمیں ان تینوں بیانات میں ایک بات متفق علیہ ملتی ہے وہ یہ کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد شیعان علیؑ متحد نہ رہ سکے۔ تاریخ تو یہ بھی بتاتی ہے کہ صرف شیعان علیؑ ہی نہیں حضرت علیؑ کی جملہ اولاد بھی امامت کے مسئلہ پر متحد نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی ہاشم کا ہر فرد امامت کا امیدوار تھا۔ ہم ان میں سے چند اہم ترین حضرات کے اختلافات کا ذکر کریں گے :

امامیہ میں پہلا اہم اختلاف :۔

(۱) حضرت محمد بن الحنفیہؒ

اگرچہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے حضرت امام علی السجاد "/زین العابدینؒ کو امام تسلیم کر لیا گیا تھا لیکن کیسانیہ نے حضرت محمد بن الحنفیہؒ کو امامت کے لئے آگے بڑھایا۔(2)۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اس کے لئے تیار نہ تھے مگر ان کے انتقال

۔(1) The Spirit of Islam صفحہ ۳۲۰

نوٹ : امامیہ کے یہاں جملہ بنو فاطمہؓ عترت رسول سمجھے جاتے ہیں۔ ان کو اہل بیت بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث ثقلین کی روشنی میں عترت رسول کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

۔(2) مقالہ کیسانیہ۔ Shorter Encyclopaedia of Islam

(۸۱ھ یا ۷۰۰ء) کے بعد ان کے بیٹے امامت پر قائم رہے۔ ان کا نام ابوہاشم عبداللہ تھا۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ عالم، فاضل، فصیح و بلیغ تھے۔(1)۔ اور اپنے والد بزرگوار (حضرت محمد بن الحنفیہؒ) کے باطنی علوم کے وارث تھے۔(2)۔ اس سلسلہ میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت محمد بن الحنفیہؒ کے متعلق ایک گروہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ان کو اپنے والد حضرت علیؓ سے براہ راست امامت ملی تھی کیوں کہ حضرت علیؓ نے جنگ جمل میں ان کو "علم" دیا تھا جب کہ ایک گروہ کہتا ہے کہ انہوں نے حضرات حسنینؓ سے جملہ علوم باطنی حاصل کئے تھے۔(3) ان کے متعلق کیسانیہ کے شاعر الکثیر۔(4) (متوفی ۱۰۵ھ یا ۷۲۳ء) نے بہت دلچسپ اعتقادات کا اظہار کیا ہے: اردو ترجمہ:

حق کے ولی چار ہیں برابر (رتبہ میں)
علیؓ اور تین ان کی اولاد میں سے

مندرجہ بالا سطور سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں ائمہ کی تعداد کے متعلق یہ خیال تھا کہ ائمہ صرف چار ہیں۔ یعنی حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور محمد بن الحنفیہؒ۔

امامیہ میں دوسرا اختلاف:۔

(۲) حضرت زید شہیدؒ بن حضرت علی السجاد / زین العابدینؒ

حضرت زیدؒ نے اپنے بھائی حضرت محمد الباقر کو (اہل بیت کے پانچویں امام) امام تسلیم کرنے کی بجائے خود امامت کا دعویٰ کیا۔ انکے اتباع میں زیدیہ وجود میں آئے

---

(1)۔ تاریخ فاطمین مصر حصہ اول صفحہ ۷۴

(2)و۔ (3) مقالہ کیسانیہ۔ Shorter Encyclopaedia of Islam

(4)۔ تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۲۷۴

یعنی وہ "زیدیہ" امامت کے سلسلہ کے پانچویں امام ہیں۔ حضرت زید شہیدؒ نے اپنا نظریہ امامت پیش کیا ہے۔(1)۔ انہوں نے فقہ پر بھی ایک کتاب "المجموع" لکھی۔ ان کے نظریہ امامت کے اہم نکات یہ ہیں:

(۱) امام کا بنی فاطمہ میں سے ہونا ضروری ہے۔

(۲) امام نہ مامور من اللہ ہوتا ہے اور نہ معصوم۔

(۳) فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز ہے۔(2)۔

(۴) امام ایسا شخص ہونا چاہیے جو بزور اپنا حق لے سکے۔

(۵) امام کا انتخاب (بنی فاطمہ میں سے) شوریٰ کے ذمہ ہے (فرقہ جارودیہ)۔

گویا زیدیہ کے یہاں اماموں کی تعداد کے تعین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صرف ان کے نظریہ امامت کو ہی قابل عمل تسلیم کیا گیا ہے۔(3)۔ واضح رہے کہ حضرت زید شہیدؒ نے اموی دور خلافت میں خروج کیا اور شہید ہوئے۔ ہم یہاں تفصیلات کو غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔

امامیہ میں تیسرا اہم اختلاف :۔

(۳) حضرت اسماعیلؒ بن حضرت امام جعفر الصادقؒ

حضرت امام جعفر الصادقؒ (جن کا نمبر ائمہ مسلمہ / اہل بیت میں چھٹا ہے) کے جانشین سے متعلق ان کی زندگی میں اختلاف ہوا اور حضرت امام موصوف کی کی ہوئی نص کے بر خلاف ان کی زندگی ہی میں حضرت اسماعیل کے بیٹے حضرت محمد بن اسماعیل کو امام تسلیم کر لیا گیا۔ جس سے فرقہ اسماعیلیہ وجود میں آیا اسماعیلیہ کے یہاں بھی ائمہ کی

---

(1)۔ و (2)۔ و (3)۔ دیکھئے مقالہ "زیدیہ" Shorter Encyclopaedia of Islam

تعداد بعض کے نزدیک پچاس ہے جب کہ بعض کے نزدیک سو (۱۰۰) ہے۔ (اسماعیلیہ کا نظریہ امامت اس رسالہ میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔)

بنی ہاشم کی نظریہ امامت سے بے خبری :۔

(۴) حضرت محمد نفس الزکیہ

بنو امیہ کی خلافت کے آخری دور میں علوی اور عباسی ایک جگہ اکھٹے ہوئے اس مجلس کا ذکر ڈاکٹر زاہد علی نے الفخری کے حوالہ سے اس طرح کیا ہے :

"بنو امیہ کے آخری زمانہ میں علویوں اور عباسیوں کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں علویوں کی طرف سے حضرت امام جعفر الصادقؒ اور عبداللہ المحضؒ بن حسنؒ بن علیؑ اور عبداللہ المحضؒ کے دونوں فرزند محمد (نفس زکیہ) اور ابراہیم (قتیل باخمری) اور عباسیوں کی جانب سے سفاح (عباسی خلیفہ اول) اور اس کا بھائی منصور وغیرہ شریک ہوئے۔ ان لوگوں نے بنو امیہ کے زمانے میں جو مظالم ان پر گزرے ان کا تذکرہ کیا اور یہ تجویز کی کہ اب ہمیں اپنا حق حاصل کرنا چاہئے۔ انہوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ اب بنی امیہ کمزور ہو گئے ہیں اور لوگ ان کی طرف زیادہ مائل نہیں اس لئے انہوں نے یہ رائے پیش کی کہ ایک خفیہ دعوت قائم کی جائے اور اس کے صدر نفس زکیہ قرار دیے جائیں کیوں کہ وہ علم و فضل اور شرف کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔(1)۔"

امیر علی نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔(2) اور لکھا ہے کہ اس میں حضرت امام جعفر الصادقؒ شریک نہ تھے لیکن اس میں بنو ہاشم کی اکثریت موجود تھی اور محمد النفس الزکیہ کو اپنے والد بزرگوار کی موجودگی میں اتقا اور پرہیزگاری کی

۔(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ اول صفحہ ۵۷

۔(2) تاریخ عرب صفحہ ۲۲۰ A Short History of the Saracens

وجہ سے متفقہ طور پر خلیفہ تسلیم کیا گیا حتی کہ ابو جعفر منصور نے (جو بعد میں خلیفہ ہوا) بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (واضح رہے کہ اس روایت میں خلیفہ کا لفظ استعمال ہوا ہے امام کا نہیں اور حضرت محمد نفس الزکیہؒ (1) اور ان کے بھائی حضرت ابراہیمؒ (قتیل باخمریٰ) کا تعلق حسنی سادات سے ہے۔ ان دونوں نے ۱۴۵ھ میں عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے عہد میں خروج کیا اور شہید ہوئے)۔

بنی فاطمہ کے عاشقان پاک طینت :۔

(۵) بنو فاطمہؓ میں ایسے افراد کی تعداد اٹھارہ (۱۸) ہے۔ جنہوں نے اموی / عباسی دور خلافت میں خروج کیا اور شہید ہوئے۔ مختصراً ان ائمہ کی جنہیں "مسلمہ" (recoquized) کہا جاتا ہے ان کے سگے بھائیوں اور بیٹوں تک نے بھی اس حیثیت کو تسلیم نہیں کیا جو امامیہ (اثناء عشری) یا اسماعیلیہ کے نظریہ امامت کی رو سے ان کو حاصل تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ان احادیث کو جو امامیہ (اثناء عشریہ) یا (اسماعیلیہ) اپنے نظریہ کی تائید میں پیش کرتے ہیں کیوں درخور اعتناء نہ سمجھا؟ یہ ایک اہم سوال ہے یہ سب حضرات متقی اور پرہیزگار تھے۔ لہٰذا بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا تو یہی کہ کیا ان حضرات کو اس حدیث کا علم نہ تھا جس میں کہا جاتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے بارہ ائمہ کے نام تک بتلا دیئے ہیں؟ دوسرا یہ کہ اسماعیلیہ جو ابتدائی چھ اماموں پر متفق ہیں ان بارہ ائمہ کے نام جاننے کے باوجود ساتویں امام پر کیوں علیحدہ ہو گئے؟ کیا ان کی علیحدگی امام سے انحراف نہیں؟ تیسرا یہ کہ کیا اس اجتماع کے شرکاء کو جو بنی امیہ کے آخری دور

---

(1)۔ Shorter Encyclopaedia of Islam مقالہ Alids علوی۔

خلافت میں ہوا اس حدیث کا علم نہ تھا جس میں کہا جاتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے بارہ ائمہ کے نام تک بتلائے تھے؟ کیا اس اجتماع میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس طرف توجہ دلاتا؟ جب کہ اس میں حضرت محمد نفس زکیہؒ خود موجود تھے جن کی پرہیز گاری کا اعتراف امیر علی کے بقول سب کو تھا اور اسی وجہ سے ان کا لقب "نفس الذکیہ" ہو گیا تھا۔ ان سے پہلے حضرت زید شہیدؒ کے علم و فضل کا اعتراف بھی سب کو تھا۔ یہی صورت حضرت محمد بن الحنفیہ کی بھی تھی۔

یہ گومگو کی صورت حال صرف ایک ہی سمت کی طرف لے جاتی ہے اور اس سے پہلے کہ ہم اس کی وضاحت کریں وٹی کیوٹس کا بیان قابل توجہ ہے۔(1) :

(۱) ابتداء میں "شیعہ" کا لفظ مسلمانوں کی دینی و دنیوی قیادت کے لئے جدوجہد میں حضرت علیؓ کی اولاد سے سیاسی وفاداری کے لئے استعمال ہوا۔

(۲) شیعیت، دراصل حضرت علیؓ بن ابی طالب کی پارٹی کا نام ہے نہ کہ کوئی ایسا مجموعہ جو حضرت علیؓ نے بہ حیثیت ایک دینی معلم کے وضع کیا ہو۔

(۳) "تشیع" سے مراد حضرت علیؓ کی اولاد سے ان کے حصول مقصد میں بلاواسطہ یا بالواسطہ تعاون کا نام ہے۔"

القلقشندی کی شیعہ کی تعریف بیان کرنے کے بعد "وٹی کیوٹس" اس طرح لکھتا ہے :

(۴) ابتداء میں تشیع ایک سیاسی جدوجہد تھی۔

(۵) "شیعہ" بہ حیثیت ایک بڑے "فرقہ" کے پہلے نمودار ہو گئے اور

(۶) ان کے عقائد کے لئے موضوعات اور الہیات سے جواز بعد میں دریافت کیا گیا۔

۔(1) فاطمیوں کا تصور "ریاست" از VAIKIOTIS صفحہ ۱۔۲

The Fatimid Theory of State

"وٹی کیوٹس" کی تحقیق کی تصدیق جو ہن نارمن ہولسٹر۔(1) کے قلم سے سنیئے :

"NO BETTER EVIDENCE IS NEEDED TO SHOW THE LATE ORIGIN OF TRADITIONS WHICH REPRESENT THE PROPHET OR ALI, AS RECITING THE NAMES OF TWELVE IMAMS WITH DETAILS OF THEIR LIVES, THAN IS AFFORDED BY THIS RECURRING PROCESS OF SUBDIVIDING, BECAUSE OF UNCERTAINITY, AS TO HOW TO PROCEED OR WHOM TO FOLLOW".

ترجمہ : "ان روایات کے جن میں نبی کریم ﷺ یا (حضرت) علیؓ سے بارہ اماموں کے نام معہ تفصیلات زندگی نقل کئے گئے ہیں بعد میں وضع شدہ ہونے کے لئے اس غیر یقینی کیفیت سے بہتر کسی ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی جو (امامیہ) میں مسلسل تفریق در تفریق پر منتج ہوئی۔ کیوں کہ اس کیفیت میں نہ تو راہ عمل کا تعین ہو سکا اور نہ یہ کہ کسی کی پیروی کی جائے۔"

اب ہم حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب "شیعہ" (SHIA) سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں :(جس کی حیثیت رقیب کے سرٹیفکیٹ کی سی ہے)

"........., Paradoxically enough the majority of the descendents of the prophet belonged to sunnism and continue to do so until to day"

THE (SHIA) OF INDIA....P.80 (1)۔

ترجمہ :"توقع وامکانات کے بر خلاف اہل بیت رسول ﷺ کی اکثریت کا تعلق اہل سنت والجماعت سے رہااور یہی صورت اب تک چلی آتی ہے۔(1)۔"

اس اقتباس سے خوبی ظاہر ہے کہ بنو فاطمہؓ (شیعی اصطلاح میں عترت رسول یا اہل بیت) کی اکثریت نظریہ امامت سے خواہ اثناء عشری ہو خواہ اسماعیلی متفق نہ تھی ۔اور ائمہ اہل بیت (اثناء عشری) یا (اسماعیلی) کو امام تسلیم کرنے والوں میں بنی فاطمہؓ تو درکنار بنی ہاشم کے بھی چند ہی افراد ہوں گے۔

خلاصہ :۔

تاریخی اعتبار سے :

(۱) نظریہ امامت کی ابتداء سیاسی تھی۔

(۲) بنی فاطمہ (اہل بیت یا عترت رسول) کی اکثریت اس نظریہ سے واقف ہی نہ تھی کیوں کہ

(۳) نظریہ امامت کے لئے شرعی جواز بعد میں دریافت کیا گیا یا پیدا کیا گیا۔

ایسی صورت میں جب کہ عترت رسول کی اکثریت نظریہ امامت کی قائل نہ تھی تو جمہور امت کا اس نظریہ سے ابتداء سے لے کر اب تک اختلاف کسی وضاحت کا محتاج نہیں رہتا۔

۔(1) مقدمہ کتاب SHIA صفحہ ۱۲۔یہ کتاب فارسی میں علامہ سید محمد حسین طباطبائی نے لکھی اور ترجمہ بزبان انگریزی سید حسین نصر نے کیا ہے اور مقدمہ بھی انہوں نے لکھا ہے۔

باب سیزدہم

نظریہ / عقیدہ امامت

دور جدید میں

موجودہ زمانہ کو ایک عرصہ سے "سلطانی جمہور کا زمانہ" کہا جارہا ہے بادشاہت کے خدائی حق کا تصور قصہ پارینہ ہو چکا۔ ملکی نظم و نسق سے متعلق سینکڑوں نظریات قائم ہو چکے ہیں ان میں کچھ پر جزوی 'کچھ پر کلی طور پر عمل بھی ہو رہا ہے۔ ریاست کا تصور' حکومت کی ذمہ داریاں' عوام کے بنیادی حقوق' ایک شہری کی ذمہ داریاں' بنیادی حقوق کا عالمی منشور یہ سب روزانہ تحریر و تقریر کا موضوع ہیں۔ مغربی دنیا نے ان امور سے متعلق بحث و تمحیص میں نمایاں حصہ لیا ہے جس سے سیاسی لٹریچر (جو زیادہ تر انگریزی زبان میں ہے) بھرا پڑا ہے۔ نئے نئے تجربات ہو رہے ہیں۔ ایک وسیع ملک (بلکہ آدھی دنیا) میں تو ایسا نظام قائم ہے جس میں خدا کا تصور بھی نہیں ہے بلکہ عوام کو خدا کا مقام دیا گیا ہے۔ دیگر ممالک میں کہیں صدارتی طرز کی حکومت ہے۔ کہیں پارلیمانی ہے کہیں راجدھانی ہے مگر باقی نہ راجہ ہے نہ راج' مختصراً سینکڑوں نظریات کے نچوڑ کے طور پر ایک بہتر سے بہتر حکومت کی جو شرائط قرار دی جاسکتی ہیں۔ (1)۔

---

(1) نظام حکومت اسلامیہ۔ مولانا ابوالکلام آزاد

وہ حسب ذیل ہیں۔

جمہوری حکومت کے لوازم :۔

(۱) حکومت جمہور کا حق ہو۔ ذاتی یا خاندانی نہ ہو۔

(۲) ملک کے تمام شہری قانون کے اعتبار سے مساوی درجہ رکھتے ہوں اور حقوق میں خواہ وہ کسی بھی قسم کے ہوں سب برابر ہوں۔

(۳) ملک کے سربراہ کا تقرر عوام کے اختیار میں ہو جس کا ذریعہ انتخاب ہو۔

(۴) تمام امور ملکی وانتظامی و قانونی ملک کے اہل الرائے اشخاص کے مشورے سے طے ہوں۔

(۵) ملک کا خزانہ عوام کی ملکیت ہو اور ملک کے سربراہ کو بغیر مشورے کے اس پر تصرف کا کوئی حق نہ ہو۔

عقیدہ امامت کے تحت کسی طرز کا بھی نظم و نسق ہو وہ مندرجہ بالا شرائط میں سے ایک بھی پوری نہیں کر سکتا مثلاً عقیدہ امامت کے اعتبار سے حکومت امام کا حق ہے۔(1) ذاتی بھی خاندانی بھی۔ اسی طرح امام کیوں کہ معصوم ہوتا ہے لہذا وہ ہر قسم کے قانون سے بالاتر ہے۔ مامور من اللہ ہونے کی وجہ سے اس کا تقرر بھی عوام کے اختیار میں نہیں۔ وہ کسی بھی معاملہ میں کسی کے مشورے کا پابند نہیں ہو سکتا۔ نیز ہر زمانہ میں مامور من اللہ موجود ہوتا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ غائب ہو خواہ مستور لہذا کوئی ایسا وقت نہیں آسکتا جب جمہور امام کے تصرف سے خالی ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ملکی نظم و نسق میں جمہور کا کوئی حصہ ہو ہی نہیں سکتا بالخصوص اس زمانہ میں جب امام غیبت میں ہو یا ستر میں ہو ایک خلاء ہو جاتا ہے جس کے پر کرنے کے لئے کوئی واضح طریقہ نہیں۔

---

(1)۔ دیکھئے باب دوم

مندرجہ بالا صورت تو عقیدۂ امامت کی عمومی طور پر ہے۔ اب ذرا عقیدۂ امامت کے متبعین میں سے اسماعیلیہ کی صورت حال دیکھیں کیوں کہ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا ہے اسماعیلیہ کو اولاً افریقہ میں پھر مصر اور بلاد عرب میں حکومت کا موقع ملا جس کو فاطمی دور خلافت کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر زاہد علی کے مطابق -(1) فاطمی دور خلافت کی خصوصیات حسب ذیل تھیں :

(۱) فاطمی خلافت خدا کی قائم مقام تھی۔

(۲) فاطمی خلافت میں باپ کے بعد بیٹا جانشین ہوتا رہا۔

(۳) امام / خلیفہ کی حیثیت معصوم یعنی خارج عن الخطاء کی تھی۔

(۴) حکومت امام کا حق تسلیم کیا گیا تھا۔

(۵) امام اپنے پیروؤں کے جان و مال کا مالک تھا۔

فاطمی خلافت کی ۲۷ سالہ مدت میں ایک بھی نظیر ایسی نہیں ملتی جس سے یہ ظاہر ہو کہ "خون شہہ رنگین تراز معمار نیست"۔ ایسی بھی کوئی مثال نہیں کہ امام / خلیفہ قاضی کے سامنے جوابدہی کے لئے حاضر ہوا ہو۔ اسماعیلیہ کے نزاری فرقہ نے شمالی ایران اور عراق کے کوہستانی علاقہ پر ڈیڑھ سو سال حکومت کی ہے اس حکومت کا مرکز "الموت" تھا جس کا ذکر پچھلے ابواب میں آچکا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ حسن بن صباح اور اس کے جانشینوں کا دور دہشت گردی کا دور تھا اس میں جمہور کے حقوق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا سطور سے واضح ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی اسماعیلیہ برسر اقتدار رہے جمہوری نظام کی ایک شرط بھی پوری نہ کر سکے۔ دراصل عقیدۂ امامت کے تحت ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور اسماعیلی عقیدۂ امامت تو ایک

-(1) تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم صفحہ ۹۹

دیومالائی فکر کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے عقیدت مندوں نے اپنے امام / خلیفہ کو الوہیت کے درجہ پر پہنچا دیا۔ ایسی صورت میں جمہوری حقوق کا کیا سوال۔ موجودہ حالات یہ ہیں کہ اسماعیلیہ کے مستعلویہ فرقہ کے یہاں تو امام طیب کے مستور ہو جانے کے بعد سے دور ستر چل رہا ہے۔ قائم القیامہ کا انتظار ہو رہا ہے۔ ان کو اقتدار کی توقع ہی نہیں اسی لئے غالباً انہوں نے دعوت کو محدود کر دیا ہے ویسے ان کے یہاں امام کی غیبت میں داعی امام کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اسماعیلیہ کے دوسرے فرقے نزاریہ (آغا خانی) کے یہاں حاضر امام موجود ہے ایک نہیں دو، دو ہیں ایک کریم الحسینی دوسرے امین الحسینی۔ لیکن جیسا کہ ان حضرات کی روش سے پتہ چلتا ہے یہ مسلمانوں میں باعزت زندگی گزارنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں بہ ظاہر اقتدار کا حصول ان کا مقصد نظر نہیں آتا گو اس کے امکانات بھی نہیں ہیں اور وہ خود اس سے واقف بھی ہیں۔ اسی لئے وہ جہاں بھی ہیں وہ ملکی سیاست میں براہ راست حصہ نہیں لیتے۔

اسماعیلیہ کے بعد اثناء عشریہ فرقہ کی صورت یہ ہے کہ ان کے یہاں عقیدۂ امامت اب تک عقیدہ کی حد تک رہا ہے ان کو ایک دن کیلئے دنیاوی اقتدر نہیں ملا جیسا کہ Shorter Encyclopaedia of Islam میں "شیعہ" کے مقالہ نگار نے لکھا ہے۔(1):

"یہ تمنا کہ علویوں میں امامت بہ حیثیت اہل بیت کے محدود رہے کبھی پوری نہ ہو سکی۔ حضرت علیؓ کی مختصر حکومت متنازعہ رہی اور حضرت حسنؓ کی خلافت کی مدت اس قدر قلیل تھی کہ اس کو مشکل سے ہی حکومت کہا جا سکتا ہے۔"

۔(1) صفحہ ۵۳۴

مقالہ نگار آر۔ اسٹراتھمن کے مندرجہ بالا بیان کے بعد یہ وضاحت ضروری ہے کہ تاریخی اعتبار سے ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کو خلیفہ منتخب کیا گیا تھا اور ان حضرات کے بعد گو ائمہ کا سلسلہ چلتا رہا مگر کوئی صاحب اقتدار نہ ہو سکا یہاں تک کہ ۲۶۰ھ یا ۸۷۳ء میں غیبت صغریٰ کا زمانہ شروع ہو گیا جس سے سفراٗ کے ذریعہ امام سے رابطہ قائم رہا۔ ۳۲۹ھ یا ۹۴۱ء کے بعد غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوا اور امام سے سفراٗ کے ذریعہ بھی رابطہ قائم نہ رہ سکا۔ اب گیارہ سو سال بعد امام کی غیبت کے دوران خلاء کو پر کرنے کے لئے ولایت الفقیہہ کا فلسفہ پیش کیا گیا ہے۔ جس کے تحت نائب قائم مقام امام کو وہی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جو نبی یا امام معصوم کو ہوتے ہیں۔(1)۔ معلوم نہیں یہ فلسفہ جدید اجتہاد پر مبنی ہے یا پہلے سے موجود تھا۔(2)۔ کیوں کہ صفویوں کی مشہور و معروف شیعی (اثناء عشری) حکومت میں شیخ الاسلام کا ذکر تو ملتا ہے نائب امام کا نہیں۔(3)۔ بہر حال اس جدت سے اثناء عشری اس سطح پر آ گئے جس پر اسماعیلیہ ۹ سو سال قبل تھے یعنی جب امام طیب کی غیبت کے بعد ان کے داعیوں نے نائبین کی حیثیت سے ۵۲۴ھ سے ۵۶۷ھ / ۱۱۳۰ء سے ۱۱۷۱ء تک حکومت کی تھی۔ امام کی غیبت میں خلاء کو پر کرنے کے ساتھ ساتھ ایران میں حکومت کے اعلیٰ عہدوں کے لئے انتخاب کا سلسلہ عرصہ سے چل رہا ہے۔ انتخاب کے اصول کو تسلیم کرنا چاہئے وہ نائب امام کا لطف و کرم ہو یا جدید اجتہاد' عوام کے حق حکومت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے جو عقیدۂ امامت سے صریح انحراف ہے۔ واضح رہے کہ عقیدۂ امامت کے اعتبار سے حکومت کا حق صرف امام کا ہے اور امام کی جانب سے نامزدگی (خواہ کسی

۔(1) ایرانی انقلاب صفحہ ۳۱'۳۲۔

۔(2) اگر تھا تو متفق علیہ نہ تھا۔ ایضاً صفحہ ۳۱'۳۲

۔(3) مقالہ "شیعہ" Shorter Eecyclopaedia of Islam

عہدہ کی بھی ہو)اور چیز ہے اور عوام کا منتخب کرنا اور چیز ہے یہ اقدامات ظاہر کرتے ہیں کہ اثناء عشری عقیدۂ امامت جو اب تک ایک بہتر سے بہتر ملکی نظم و نسق کی شرائط پوری کرنے میں شدید رکاوٹ تھا اس کو اجتہاد کے ذریعہ جدید سیاسی نظریات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن تصویر کے دوسرے رخ کو نظر انداز کرنا بھی مشکل ہے وہ یہ کہ عقیدۂ امامت کے تحت نظم مملکت کے لئے ہر دور کے تقاضے پورے کرنا ممکن ہی نہ تھا اور اس لئے وہ چودہ سو سال سے

تشکیل ہی کے مراحل طے کرتا ہوا نظر آتا ہے

جیسا کہ "امام" کے مقالہ نگار ایوانو (جو امامیہ سے متعلق معروف ترین محققین میں سے ہیں) لکھتے ہیں:

"ابتدائی زمرہ یا قدیم نظریہ امامت میں بنیادی تبدیلیاں ہوتی رہیں اور اس میں تاریخی اور ائمہ کے خاندانی واقعات کے اثرات اور ائمہ کے متبعین میں اختلاف اعتقادات نے نمایاں کردار ادا کیا (1)۔"

مندرجہ بالا اقدامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ ایوانو نے لکھا ہے وہ حرف بہ حرف درست ہے بلکہ تبدیلیوں کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اثناء عشریہ میں امید افزاء حقیقت شناسی یا قدیم عقیدۂ امامت سے انحراف :۔

اس باب کی تکمیل ہو چکی تھی کہ اخبار جنگ مورخہ ۲۴ / نومبر ۱۹۸۵ء میں حسب ذیل خبر نظر سے گذری :

---

(1)۔ Shorter Encyclopaedia of Islam صفحہ ۱۶۶

"منتظری کو آیات اللہ خمینی کا جانشیں منتخب کر لیا گیا:۔

لندن (ریڈیو رپورٹ) آیت اللہ منتظری کو آیت اللہ خمینی کا جانشین منتخب کیا گیا ہے جو اسلامی انقلاب کی رہنمائی کریں گے۔ ایرانی خبر ایجنسی نے اس کی اطلاع دیتے ہوئے اس سلسلہ میں تفصیل نہیں بتائی تاہم مجلس خبرگان کا ایک اجلاس چند روز پہلے ہوا تھا۔ یہی ادارہ ایران کے رہنما کا انتخاب کرنے کا مجاز ہے۔"

ایران میں جو اس وقت امامیہ (اثناء عشری) فکر و نظر کا مرکز ہے عقیدہ امامت کے تحت خود نائب امام کے جانشین کے لئے انتخاب بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اگرچہ یہ معاملہ اثنا عشریہ کا ہے لیکن ہم بھی اس آئین نو کو خوش آمدید کہتے ہیں کیوں کہ اس طرح اثنا عشریہ اہل سنت والجماعت ۔(1) اور زیدیہ ۔(2) کے موقف سے قریب آگئے ہیں یعنی امت کے دینی و دنیوی سربراہ کے تقرر کے لئے قرآن وسنت کے اعتبار سے اجماع و انتخاب کے اصول کو جس کے تحت حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وصال کے فوراً بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امت مسلمہ کا دینی و دنیوی سربراہ مقرر کیا گیا تھا انہوں (اثنا عشریہ) نے بھی تسلیم کر لیا ۔ واضح رہے کہ امام کی جانب سے نامزدگی دوسری چیز ہے اور عوام کو حق دے کر الیکشن دوسری چیز۔ ہو سکتا ہے اسے بین الاقوامی اثرات کا دباؤ کہا جائے عرصہ سے روشن خیالی اور حقیقت شناسی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کئی اور معاملات میں صدیوں پرانا موقف تبدیل کر لیا ہے۔ ان میں سے ایک تحریف قرآن پاک بھی

۔(1) و ۔(2) نظام حکومت اسلامیہ۔ مولانا ابوالکلام آزاد

ہے۔ کچھ عرصہ سے ایسی تقاریر سننے میں آرہی ہیں جن میں یہ کہا جارہا ہے کہ اثنا عشریہ اور اہل سنت والجماعت کے قرآن پاک میں کوئی فرق نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے متعلق بھی اثناء عشریہ نے اپنا رویہ بدلنا شروع کیا ہے۔ اور ان کی خدمات جلیلہ کا اعتراف دبے الفاظ میں کر رہے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباس (1) سے ظاہر ہے:

"For the vast majority of the Islamic community, which supported the original caliphate, the companions (Sahaba) of the prophet represent the prophet's heritage and the channel through which his message was transmitted to latter generations. Within the early community the companions occupied a favoured position and among them the first four caliphs stood out as a distinct group. It is through the companions that the sayings (Hadith) and manner of living (Sunnah) of the prophet were transmitted to the second generation of Muslims.

ترجمہ: "مسلمانوں کی وسیع اکثریت کے لئے جنہوں نے خلافت (راشدہ) کی تائید کی صحابہ (کرامؓ) رسول اللہ (ﷺ) کے وارث کی حیثیت رکھتے ہیں نیز وہ ذریعہ بھی جس سے نبی کریم ﷺ کا پیغام آنے والی نسلوں تک پہنچا۔ مسلمانوں کے ابتدائی دور

---

(1) "شیعہ" مطبوعہ ایران صفحہ ۱۲ (مقدمہ)

نوٹ: بیروت سے قرآن پاک کا ایک انگریزی ترجمہ شائع ہوا ہے جو سنی اور شیعوں کا متفقہ ہے۔

میں صحابہ کرامؓ ایک پسندیدہ حیثیت کے مالک تھے اور ان میں بھی چاروں اولین خلفاء راشدینؓ کی حیثیت امتیازی تھی۔ یہ صحابہ کرامؓ ہی کا ذریعہ تھا جس سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث و سنن مسلمانوں کی دوسری نسل تک پہنچیں۔"

یہ اقتباس سید حسین نصر کے مقدمہ سے لیا گیا ہے جو انہوں نے علامہ سید محمد حسین طباطبائی کی فارسی کتاب "شیعہ" کے انگریزی ترجمہ پر لکھا ہے۔ یہ کتاب ایران میں حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور تازہ ترین اثناء عشری فکر کی آئینہ دار ہے۔

اس سے قبل ہمارے اپنے ملک میں مشہور و معروف شیعی مورخ جسٹس سید امیر علی نے اپنی کتاب "عربوں کی تاریخ" میں خلافت راشدہؓ سے متعلق باب کا عنوان ہی "ری پبلک" (Republic) رکھا۔ یعنی خلفائے راشدین کے طرز حکومت کو ری پبلک قرار دیا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے۔ ان کے امت مسلمہ کے دینی و دنیوی سربراہ کی حیثیت سے تقرر کو "انتخاب" کہا ہے اور تقرر کے بعد پہلی تقریر کو قرار واقعی اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے بلکہ صاف صاف لکھا ہے کہ :

"ان (حضرت ابوبکرؓ) کی دانشمندی اور معتدل مزاجی مسلمہ تھی۔ اور ان کے انتخاب کو حضرت علیؓ اور اہل بیت کے معزز افراد نے اسلام سے حسب معمول عقیدت مندی کے تحت قبول کیا۔(1)۔"

حضرت عمرؓ کے متعلق سید امیر علی لکھتے ہیں :

(۱)"(حضرت) عمرؓ کا خلیفہ ہونا اسلام کے لئے بے پناہ اہمیت کا حامل تھا۔ ﴿۱﴾۔"

۱۔ A Short History of Saracens (1) صفحہ ۲۱

(۲)"(حضرت) عمرؓ کا انتقال اسلام کے لئے حقیقی مصیبت تھی۔(1)۔"

اسی طرح انہوں نے اپنی دوسری کتاب "روح اسلام" میں خلیفہ اول، دوم، سوم و چہارم کے اسماء گرامی "Rashidin Caliphs" (خلفاء راشدین) کے عنوان کے تحت دیئے ہیں۔ ان سب پر مستزاد ایران میں چند سال قبل قائم ہونے والی حکومت کا نام ISLAMIC REPUBLIC OF IRAN رکھا گیا اور اس نام و مملکت کے آئین کی "ولی فقیہ" و امام کی توثیق سے قبل LEBICITE/REFERENDUM (استصواب رائے) کے ذریعہ عوام سے منظوری لی گئی اور عوام کا حق حاکمیت تسلیم کرتے ہوئے اس کو عطیہ خداوندی کہا گیا۔ اور ہر سطح پر نمائندگی کے لئے ذریعہ انتخاب قرار پایا۔

الحمد للہ تاخیر سے سہی، اجماع و انتخاب کی اہمیت و ضرورت واضح ہو گئی اور تسلیم بھی کر لی گئی۔ ثم الحمد للہ صحابہ کرامؓ کی قرآن و سنت کی فہم، نیک نیتی، بالغ نظری اور بے لوثی بھی واضح ہو گئی۔ اب صرف شخصیتوں کا اختلاف رہ گیا ہے جس کو اگر اسی جمہوری اصول۔(2) کے تحت دیکھا جائے الیکشن جس کا حصہ ہے تو وہ اختلاف بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔

اس موقع پر یہ عرض کرنا اشد ضرور ہے کہ صدیوں پرانے اختلافات آناً فاناً دور نہیں ہوتے۔ اس کے لئے بہت صبر و تحمل درکار ہے۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت تقیہ کتمان سے پیدا شدہ عدم اعتمادی کو دور کرنا ہے جو صرف فکر و نظر میں

۔(1) و ۔(2) A Short History of Sanacens صفحات ۲۷، ۳۳۔

۔ دیکھئے مقالات "حکومت الٰہیہ و جمہوریت" و "ایران میں اسلامی مجلس مشاورت" رسالہ "التوحید" تہران۔ بابت ماہ محرم ۱۴۰۵ھ۔

۔ کثرت رائے کی بنیاد پر فیصلہ۔

تبدیلی کو عملی شکل دینے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ پاک اثناء عشری ارباب فکر میں جذبہ حقیقت شناسی کو قائم رکھے۔ انشاء اللہ یہ عدم اعتمادی بھی دور ہو جائے گی۔

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیش نظر لامخلف المیعاد دار
(اقبالؒ)

نوٹ (اضافہ ۱۹۹۱ء):۔

آیت اللہ خمینی کے انتقال کے بعد ان کی جانشینی کیلئے آیت اللہ منتظری کے انتخاب کو کالعدم قرار دے کر علی خامنہ ای کا انتخاب امام کی غیبت میں اجماع و انتخاب کے اصول کو مکمل طور پر تسلیم کرنا ہے' جو امامت کی تھیوری پر شدید ضرب ہے۔ اس کو امامت کی تھیوری کا پیوند بھی نہیں کیا جا سکتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعادہ

ہم نے ابتداء ہی میں اس تالیف کے مقصد و مدعا کا اظہار کیا ہے۔ ہم دوبارہ اس امر کا اعادہ کرتے ہیں کہ ہماری اس کاوش کا مقصد مفاہمت کی ایک خوشگوار فضاء پیدا کر کے حقیقت پسند طبیعتوں کو دعوت فکر دینا ہے۔ **لااکراہ فی الدین۔** (1) ہمارا ایمان ہے۔ لیکن آیت شریف **ادع الیٰ سبیل ربک................احسن۔** (2) بھی ہمارے سامنے ہے۔ لہذا ہم نے حتیٰ المقدور سنجیدگی اور متانت سے کام لیتے ہوئے اپنا موقف پیش کیا ہے۔ اس سے کسی کی بھی دل آزاری مقصود نہیں۔ ہم نے "بلاغ" کی شرائط پوری کرتے ہوئے سب پہلوؤں پر نظر ڈالی ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ :

ہم سب کو ھدایت عطا فرمائے

ھمارے دلوں میں لغزشوں کا صحیح احساس پیدا کرے

اور

انھیں جلد سے جلد دور کرنے کی توفیق عطا کرے

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

۔(1) ترجمہ : دین میں زبردستی نہیں۔ البقرۃ۔۲۵۶

۔(2) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے۔ اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔" النحل۔ ۱۲۵۔

(مولانا اشرف علی تھانویؒ)

الرحیم اکیڈمی کی صرف و نحو پر نادر و نایاب معرکۃ الآراء مطبوعات

عربی نصاب جدید

(۱) معلم الصرف / قیمت : ۱۶ روپے (۲) تبویب الصرف / قیمت ۲۲ روپے۔

(۳) تعلیل الصرف۔ قیمت / ۲۲ روپے (۴) علم النحو۔ قیمت / ۲۵ روپے

تالیفات : مولانا مفتی فضیل الرحمٰن عثمانی، مکمل سیٹ / ۸۰ روپے

(۵) تدریس الصرف شرح مقدمہ ارشاد الصرف : شارح مولانا محمد فاروق حسن زئی صاحب۔ قیمت / ۳۰ روپے۔

(۶) التیسیر شرح نحو میر اردو از مولانا محمد فاروق حسن زئی صاحب، قیمت / ۳۵ روپے

(۷) هدایة النحو : کمپیوٹر۔ تصحیح و تعلیق : السید قاسم الحسینی۔ قیمت / ۳۰ روپے

(۸) سراج النحو ترجمہ و شرح اردو ہدایۃ النحو تالیف مولانا مفتی کفیل الرحمٰن عثمانی مفتی و استاذ دار العلوم دیوبند، قیمت / ۸۰ روپے

(۹) الکافیہ لابن حاجبؒ کمپیوٹر۔ تحقیق و تقدیم و تعلیق الدکتور نجم عبد اللہ۔

(۱۰) شریفیہ شرح کافیہ فارسی شارح العلامہ السید شریفؒ الجرجانی

(۱۱) مع اضافہ شرح کافیہ فی التصوف فارسی تالیف العلامہ مولانا عبد الواحد بلگرامیؒ۔ تصحیح و تقدیم۔ العلامہ مولانا محمد عبد الرشید النعمانی زیر طبع

(۱۲) مرأة النحو۔ المعروف بہ الضریری : للشیخ المحقق ابو الحسن حمید الدین القهندزیؒ تقدیم وتسهیل وتزئین: فضیلة الشیخ مولانا محمد انور البدخشانی۔ الاستاذ جامعة العلوم الاسلامیة علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

قیمت / ۲۵ روپے

(۱۳) الآجرومية فى النحو :تاليف: الامام ابوعبد الله محمد بن محمد بن داؤد الصنهاجي–حاشية الآجرومية : بقلم فضيلة الشيخ عبد الرحمن بن محمد بن قاسمؒ – قیمت/۳۰روپے

(۱۴) التسهیل فی شرح ابن عقیل :جزاول- قیمت / ۱۰۰روپے

(۱۵)تسهیل الکافیہ: عربی :العلامۃ المحقق مولانا عبدالحق خیرآبادیؒ- زیرطبع

(۱۶)الهدایةفی النحو: جدید اسلوب نیاانداز اساتذہ وطلبا کے لئے قابل مطالعہ اورانتہائی مفید کتاب ہے- زیرطبع

(۱۷) الایضاح فی علل النحو:لابی القاسم الزجاجی المتوفی ۳۳۷ھ – تحقیق : الدکتور مازن مبارك زیرطبع

(۱۸) اسرار العربية :تاليف عبد الرحمن بن محمد بن عبيد الله الانباریؒ – دراسة وتحقيق –محمد حسين شمس الدين–

(۱۹)تحفة الوزيريه فى مسائل النحو: تاليف : العلامة المحقق مولانا عبد الحق خیر آبادیؒ یہ نسخہ خطی تھا اس کی اشاعت کی سعادت پہلی مرتبہ الرحیم اکیڈمی کو حاصل ہورہی ہے زیرطبع

(۲۰)الضریری مع شرحه للبصیری فی النحو–تالیف : العلامه عبد الرزاق بن جلال بن قاسم القصلاریؒ – زیرطبع

(۲۱) مختصر قصاری فی علم الصرف (۲۲) شرح قصاری : فی علم الصرف

(۲۳)منقح العوامل شرح مأة عامل:محشی:المخدوم عبد اللطيف بن مخدوم عثمان الحجازی القریشی الوقاصی الاردبیلی زیرطبع

كتاب الآثار

تأليف

[illegible]

رواية

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ومعه

التعليق [illegible]

[illegible]

الإيثار بمعرفة رواة الآثار

للحافظ أحمد بن علي [illegible] ابن حجر العسقلاني [illegible]

[illegible]

الرحيم اكيڈمی

[illegible]

مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث

بقلم

[illegible]

الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني

[illegible]

اعتنى به

عبد الفتاح أبو غدة

الناشر

[illegible]

الرحيم اكيڈمی

[illegible]

الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح

تأليف

المحدث الفقيه المؤرخ الكبير أبي المظفر جمال الدين

يوسف بن قزغلي بن عبدالله البغدادي

سبط ابن الجوزي المتوفى سنة ٦٥٤

من مؤلفات المؤلف

تفسير القرآن في [illegible] ، وشرح الجامع الكبير ،

ومرآة الزمان في [illegible]

طبع غير [illegible]

[illegible]

[illegible]

مولانا العلامة المحدث الكبير صاحب [illegible]

محمد زاهد الكوثري

وكيل المشيخة الإسلامية في الخلافة [illegible] سابقا

نشر

[illegible]

[illegible]

الرحيم اكيڈمی

[illegible]

تفسیر یعقوب چرخی

سورۂ فاتحہ و دو پارہ آخر

[illegible]

[illegible]

اسرار قرآنی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

الرحیم اکیڈمی

[illegible]

مطبوعات الرحیم اکیڈمی

- **کتاب الآثار** تالیف امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی
  بروایت امام ابو یوسف [illegible]
  تقدیم و تحشی [illegible]
  ویلیہ ۔ التعلیق [illegible]
  مولانا [illegible]
  ویلیہ ۔ الإیثار بمعرفة رواة الآثار
  حافظ الدہر ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
  ویلیہ ۔ الإختیار فی ترتیب الآثار
  محمد [illegible]
- **الإنتصار والترجیح** : تالیف [illegible]
  جمال الدین یوسف بن قزغلی بن عبد اللہ [illegible]
  تعلیق العلامة المحدث محمد زاہد الکوثری
- **اللآلی المصنوعة فی الروایات الموضوعة**
  [illegible]
- **نخبة الفکر فی مصطلح اہل الأثر**
  نزہة النظر فی توضیح نخبة الفکر
  تالیف حافظ احمد بن علی المعروف بابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
  تحشیہ : مفتی محمد عبد اللہ [illegible] رحمہ اللہ
  فوائد جدیدہ : مولانا محمد عبد الرشید النعمانی مد ظلہ
- **أوجز السیر لخیر البشر** ، تالیف ابو الحسین
  احمد بن فارس بن زکریا القزوینی الرازی
  الجواہر السنیة فی السیرة النبویة
  تالیف ، الامام تقی الدین محمد بن علی الحسنی الفاسی
  تلخیص السیرة الصغری
  تالیف ، العلامة الحافظ ابو عبد اللہ علاء الدین مغلطائی
- **المدخل فی أصول الحدیث** للحاکم النیسابوری
  تبصرة المدخل ، از مولانا محمد عبد الرشید نعمانی مد ظلہ
- **مقامات حریری** : تالیف ابو محمد قاسم
  بن علی حریری البصری
  مترجم و محشی ۔ مولانا [illegible]
- **نفحة العرب** : از مولانا [illegible] رحمہ اللہ
  [illegible]
- **رسالة الصید** (عربی مع اردو) تالیف ،
  الامام الجلیل والفاضل النبیل ابو بکر محمد بن الحسن [illegible]

- **التبیان فی آداب حملة القرآن** :
  تالیف ، امام یحیی بن شرف الدین النووی الشافعی
- ویلیہ **فتح الکریم المنان فی آداب حملة القرآن** :
  تالیف ، علامہ علی بن محمد المعروف الضباع المصری
- **الأربعین النوویة** : تالیف الامام النووی مع ترجمہ [illegible]
- **جامع الصلوات ومجمع السعادات** [illegible]
  تالیف العارف [illegible] الشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمہ اللہ
- **الحجاب فی الإسلام** للشیخ العلامة [illegible]
  [illegible]
- **ہدایة النحو** : (عربی مع اردو) تصحیح و تعلیق : السید [illegible]
- **الکافیة فی النحو** (عربی مع اردو) لابن حاجب
  [illegible] الدکتور [illegible] عبد اللہ

الرسائل النادرة

- **مسند الأعظم** تالیف العلامة [illegible]
  ویلیہ [illegible] احادیث الہدایة ، الزیلعی
- رسالہ **[illegible] الأجوبة [illegible]** :
  [illegible]
- **شروط الأئمة الستة**
  الحافظ ابی الفضل محمد بن طاہر المقدسی
  ویلیہ :
- **شروط الأئمة الخمسة**
  البخاری ومسلم وابی داؤد والترمذی والنسائی
  الحافظ ابی بکر محمد بن [illegible] الحازمی
- **رسالة أبی داود السجستانی**
  فی وصف تالیفہ لکتاب السنن
  روایة أبی الحسین بن جمیع عن محمد بن عبد العزیز الہاشمی

- **تعطیر الأنفاس بذکر سند ابن أرکماس**
  بتحقیق : الامام العلامة محمد زاہد الکوثری
- وقبلہ : **خصائص المسند**
  مسند الامام احمد للحافظ أبی موسی المدینی المتوفی [illegible]
- ویلیہ : **المصعد الأحمد فی ختم مسند الامام احمد** [illegible]
  تالیف الامام العالم العلامة الحافظ شمس الدین أبی الخیر محمد بن محمد
  بن علی بن یوسف بن الجزری

الرحیم اکیڈمی
[illegible] کراچی

المدخل
فی اصول الحدیث
تالیف الامام الحاکم ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحافظ
[illegible]
[illegible]

تبصرہ
المدخل فی اصول الحدیث للحاکم النیسابوری
[illegible]

محقق العصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی مدظلہ
[illegible]

الرحیم اکیڈمی

[illegible]

اللآلی المصنوعۃ [illegible]

تالیف
[illegible]

ناشر
الرحیم اکیڈمی

زاد المتقین
فی
سلوک طریق الیقین

از
شیخ عبد الحق محدث دہلوی

ترجمہ و حواشی
از: مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی

حضرت شیخ کی [illegible]
[illegible]

تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی

از

مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی

علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کو تفسیر، علوم تفسیر، حدیث، علوم حدیث، فقہ و اصول، عقائد، نحو، معانی و بیان، لغت و ادب، تاریخ و سیر میں جو بصیرت، وسعت نظر، جامعیت، عظمت و شہرت اور قبولیت حاصل ہے متاخرین علماء میں کسی کو نصیب ہوئی، کثرت تالیفات اور حسن اخلاص کی وجہ سے عالم اسلام میں کوئی عالم ان کی تصانیف سے مستغنی نہیں، [illegible] ان کے تراجم [illegible] لیکن [illegible] نہیں تھا۔ مولانا چشتی نے ان کا تذکرہ مرتب کر کے ان کی زندگی کے ہر پہلو کو روشن کر دیا [illegible] تالیفات کی جامع فہرست پیش کر کے اس کی افادیت کو اور بڑھا دیا ہے۔ [illegible] تحقیقی کام ہے [illegible] علوم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ بہت دلچسپ و مفید کتاب ہے، ان کی تصانیف کی جامع فہرست کی وجہ سے ہر مدرسہ و کتب خانہ کو اس تذکرہ کی احتیاج ہے۔

زیر طبع

مطبوعات الرحیم اکیڈمی

۱-شمائل ترمذی منظوم-تصنیف: مولانا کفایت علی کافی محدث مرادآبادی شہیدؒ

۲-فرامین نبوی-ترجمہ وشرح مکاتیب النبی ﷺ

تالیف: الامام ابو جعفر بن ابراہیم الدیبلی السندی-از ڈاکٹر مولانا محمد عبدالشہید نعمانی

۳-امام ابو حنیفہ کی تابعیت اور صحابی سے ان کی روایت

ازڈاکٹر مولانا محمد عبدالشہید نعمانی

۴-زادالمتقین فی سلوک طریق الیقین ۔ تصنیف: العلامۃ شیخ عبدالحق محدث دھلوی

ترجمہ وشرح از مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی۔

۵-تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی-از مولاناڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

۶-سیداحمد شہید کی اردو تصانیف-از مولاناڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

۷-تحقیق الرویا-تالیف: شاہ عبدالعزیز محدث دھلویؒ

۸-مبادی التصوف-از حکیم امت مولانااشرف علی تھانوی

۹-داعی اسلام بے نقطہ کلام سیرت سید خیر الانام- از مولاناصادق علی صادق قاسمی

۱۰-حیات مولاناروم از مولانا شبلی نعمانیؒ

۱۱-افضل درود شریف مرتبہ پروفیسر سید حامد علی شاہ

۱۲-حیات شاہ محمد اسحاق محدث دھلویؒ۔تصنیف: مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی

مع اضافہ ارشاد پیر از مولانا عبدالرب دھلوی

۱۳-ناصبیت تحقیق کے بھیس میں-از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

۱۴-احمقوں کی دنیا ترجمہ اخبار الحمقی والمغفلین

تالیف: العلامۃ عبدالرحمن ابن جوزی-مترجم: مولا محمد فاروق حسن زئی

۱۵-اسماعیلیہ: بوہریوں' آغاخانیوں اور شیعوں کا تعارف 'تاریخ کی روشنی میں

تصنیف: سید تنظیم حسین